http://www.Mypdfsite.com

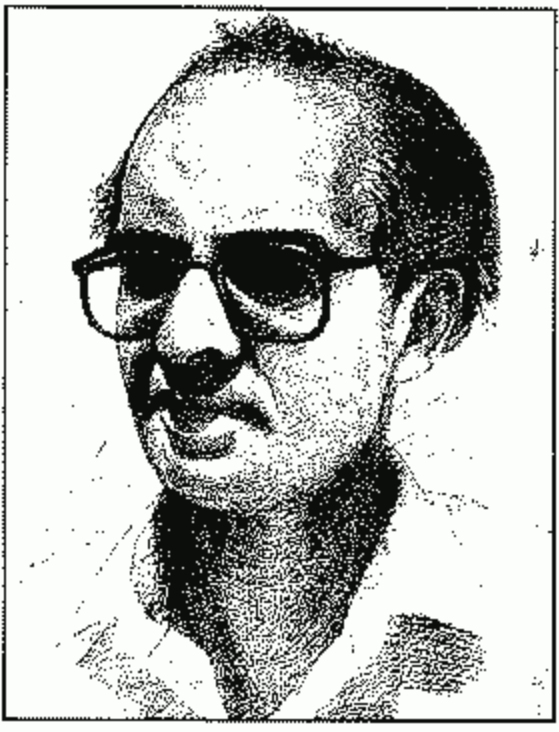

احمد اقبال ایک نظر میں!

پیدائش 25 مارچ 1939ء۔ اصل نام اقبال احمد خان۔ والد چشتی احمد خان نے بھی اپنے ادبی نام شمیم نعمانی سے شہرت پائی۔ وہ فارسی اور اردو کے ممتاز شاعر اور افسانہ نگار تھے۔ اقبال احمد خان نے راولپنڈی کے سی بی ہائی اسکول سے میٹرک کیا۔ پھر راولپنڈی کے گورڈن کالج اور پشاور کے ایڈورڈ کالج جیسی تاریخی درس گاہوں میں پڑھا۔

Urdu Books, English Books and Old pdf books download

http://www.Mypdfsite.com

زمانہ طالب علمی میں بھی ریڈیو پاکستان پشاور اور راولپنڈی کے لئے ڈرامے لکھتے رہے۔ معاشیات میں ایم اے کیا۔ تیرہ سال آڈٹ اینڈ اکاؤنٹس سروس سے وابستہ رہے۔ ڈائجسٹوں نے باعزت ذریعہ معاش کی ضمانت دی تو ملازمت کو خیر باد کہا اور پھر قلم اٹھالیا۔ موروثی اور خداداد صلاحیت نے انہیں احمد اقبال بنادیا۔ ٹی وی کے لئے ایک بہت کامیاب سیریل اور طویل دورانئے کا ایک کامیاب ڈراما لکھنے کا تلخ تجربہ بھی کیا اور پھر اس کام سے توبہ کرلی۔

شعر و ادب کا ذوق موروثی تھا۔ کلاسیکی موسیقی اور کرکٹ کا شوق بھی جنون سے کم نہیں۔ ازدواجی زندگی کے سفر کا حاصل تین بیٹے اور تین بیٹیاں ہیں۔ جاوید اقبال اور آفتاب اقبال صحافت کی دنیا میں اپنی شناخت رکھتے ہیں۔ تیسرے شہزاد اقبال اعلیٰ تعلیم حاصل کررہے ہیں۔ دو بیٹیاں اپنے گھر کی ہوئیں تیسری انگریزی ادب میں ایم اے کررہی ہیں۔ احمد اقبال تین بھائیوں میں سب سے بڑے ہیں۔ ان سے چھوٹے واپڈا کے سینئر افسر نہ ہوتے تو مصنف ہوتے اور مزاح میں نام پیدا کرتے۔ سب سے چھوٹے اخلاق احمد خان افسانہ نگار، شاعر اور ایڈیٹر اخبار جہاں ہیں۔

.....

Urdu Books, English Books and Old pdf books download

http://www.Mypdfsite.com

سسپنس ڈائجسٹ کی طنز و مزاح سے بھرپور کہانیاں

کالے خاں اور بھورے ماموں کی قہقہہ بار سرگرمیاں

کالے خاں بھورے خاں

(مزاحیہ کہانیاں)

احمد اقبال

Urdu Books, English Books and Old pdf books download

http://www.Mypdfsite.com

فہرست

-1	پیش لفظ	4
-2	ہیپی نیو ایئر	7
-3	معجون کا پلپ	30
-4	گدھا کار	56
-5	ریڈیو، طوطا اور عمران	80
-6	براؤن بلیک جیولرز	103
-7	ٹنڈا اور لوٹا	130
-8	رشتوں کی دکان	159
-9	آدمی اور شوہر	183
-10	تلاش زوجہ	212

Urdu Books, English Books and Old pdf books download

http://www.Mypdfsite.com

پیش لفظ

تیس برس اُدھر کی بات ہے۔

میں میٹرک میں پڑھتا تھا اور اسکول کے مباحثوں میں بہت جوش و خروش سے شریک ہوا کرتا تھا۔ تیس برس پہلے بھی انگریزی میڈیم اسکولوں میں اچھی اُردو بولنے اور لکھنے والوں کو اسی طرح حیرت سے دیکھا جاتا تھا جیسے آج دیکھا جاتا ہے۔ میرے ساتھی ہی نہیں، میرے اساتذہ بھی مجھے فخر سے اور خوشی سے آگے آگے رکھتے تھے۔

میں نے اِن تیس برسوں میں آج تک کسی کو یہ نہیں بتایا کہ وہ جادو بھرے جملے، وہ سحر انگیز دلائل، وہ سماں باندھ دینے والی تقریریں..... میری تخلیق نہیں تھیں۔!

میرے بڑے بھائی اقبال احمد خان نے بھی..... جنہیں آج ہزاروں قاری احمد اقبال کے نام سے جانتے ہیں، کبھی اس بات کا تذکرہ نہیں کیا کہ وہ جو سیکڑوں طالب علموں کے مجمع پر سناٹا چھا جاتا تھا اور وہ جو تالیوں کا کان پھاڑ دینے والا شور بلند ہوتا تھا، اس کا ایک سبب ان کی تحریر کی جادوگری بھی تھی۔

لیکن یہ سب تو ان دنوں کی باتیں ہیں، جب وہ اقبال احمد خان تھے۔

ابھی وہ احمد اقبال نہیں بنے تھے۔ ابھی انہوں نے اپنی سرکاری نوکری سے استعفیٰ نہیں دیا تھا اور تخلیق کے اس کارزار میں بے خطر کود پڑنے کا فیصلہ نہیں کیا تھا۔

آج، ربع صدی سے زیادہ گزرنے کے بعد، جب انہوں نے مجھ سے ذکر کیا کہ ان کے مزاحیہ مضامین کا مجموعہ منظرِ عام پر آ رہا ہے تو مجھے یوں لگا جیسے میرا دل خوشی سے اور آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئی ہوں۔ مجھے اپنے والد شمیم نعمانی یاد آئے اور اپنی والدہ رحمت آرا خانم۔ مجھے فخر کا احساس ہوا اور کامیابی کا۔ اور کسی دیرینہ آرزو کے پورے ہونے کا۔

صحافت سے برسوں کی وابستگی نے مجھ میں چند خامیاں پیدا کر دی ہیں۔ رائے دینے کے معاملے میں مجھے حد درجہ محتاط بنا دیا ہے۔ آف دی ریکارڈ کچھ بھی کہا جا سکتا ہے۔ لیکن آن ریکارڈ جو کچھ کہا جائے اسے ذمے داری کے ساتھ، دیکھ بھال کر کہنا ہوتا ہے اور پھر زندگی بھر OWN کرنا پڑتا ہے۔ لہٰذا آج اگر میں پوری ذمے داری کے ساتھ یہ کہہ رہا ہوں کہ احمد اقبال اُردو کے اُن چند گنے چنے تخلیق کاروں میں سے ایک ہیں جن پر اُردو زبان ناز کر سکتی ہے، تو اسے میری سوچی سمجھی رائے جانئے۔ چھوٹے بھائی کی طرف سے بڑے بھائی کی تعریف نہ سمجھئے۔

میں اُردو افسانے کا ایک طالبِ علم بھی ہوں۔ اور عالمی ادب کا تھوڑا بہت مطالعہ بھی کرتا رہا ہوں۔ احمد اقبال جیسا جادو بیاں مصنف اگر ترقی یافتہ دنیا میں یہی کام، اسی خوبی اور اسی مہارت کے ساتھ کر رہا ہوتا تو آج ایک عالم میں اس کی دھوم ہوتی۔ دولت اور شہرت ان کے سامنے ہاتھ باندھے کھڑی ہوتیں۔ بین الاقوامی ادبی جرائد میں ان کے فن پر مضامین لکھے جا رہے ہوتے۔ اُن کی تخلیقات کے تراجم دنیا بھر میں پھیل چکے ہوتے۔

مغرب کا ذکر تو چھوڑیے، وہ اگر اردو زبان میں ہی خالص ادب کی جانب متوجہ ہو جاتے تو بڑے بڑے ادیبوں کا چراغ ان کے سامنے نہ جل پاتا۔ میں ایسے بہت سے ادیبوں سے واقف ہوں جو احمد اقبال کی تخلیقی صلاحیتوں سے اندر ہی اندر خوفزدہ رہتے ہیں اور خدا کا شکر ادا کرتے رہتے ہیں کہ یہ شخص ادبی جرائد کی جانب رخ نہیں کرتا۔ یہ ایک علیحدہ بات ہے کہ ایسے ادیب احمد اقبال کا ذکر آنے پر ایک معصومانہ حیرت سے سرپرستانہ انداز میں یہ سوال ضرور کرتے ہیں کہ بھئی، یہ احمد اقبال کون ہے؟

جینوئن تخلیق کاروں کو نظر انداز کرنے کی یہ رسم بہت پرانی ہے۔ ادب کے چوہدریوں، وڈیروں اور خانوں اور سرداروں نے لٹریچر اور پاپولر لٹریچر جیسی اصطلاحات ایجاد کر کے، ادیب ہونے یا نہ ہونے کا لائسنس جاری کرنے کا اختیار خود سنبھال لیا ہے۔

یہ کم علم لوگ نہیں جانتے کہ اردو کے صفِ اوّل کے ادیب ابھی چند عشرے پہلے تک اپنی تازہ تحریریں ماہنامہ ''شمع'' میں فخر کے ساتھ شائع کرایا کرتے تھے جو ایک خالص فلمی پرچا تھا۔ فہم سے محروم ان لوگوں کو یہ معلوم ہی نہیں ہے کہ دنیا کے معروف ترین ادیب، نوبل انعام یافتہ ادیب اپنی غیر مطبوعہ تخلیقات ''پلے بوائے'' میں شائع کرنے کے لئے بھجوایا کرتے تھے۔ اردو ادب کے ان ناخواندہ چوہدریوں کو پتا ہی نہیں ہے کہ ادیب کے سب فیصلے کہیں اور ہوتے ہیں۔ کسی اور طریقے سے ہوتے ہیں۔ جو اچھا اور سچا ہوتا ہے،

Urdu Books, English Books and Old pdf books download

http://www.Mypdfsite.com

وہ زندہ رہ جاتا ہے۔ باقی سب وقت کی گرد میں دفن ہو جاتا ہے۔ تخلیق کی دنیا کے معاملات بالکل مختلف، بالکل الگ ہوتے ہیں۔ کبھی ایک شعر، ایک کہانی، ایک تصویر، ایک دُھن تخلیق کار کو دوام بخش دیتی ہے۔ کبھی عمر بھر کی ریاضت کے باوجود گوہرِ مقصود نہیں ملتا۔ ہزاروں، لاکھوں تخلیق کار اس کے باوجود دنیا بھر میں اپنے اپنے حصے کا کام کیے جاتے ہیں۔ قدرت نے ان کی جو ڈیوٹی لگائی ہے، اسے نبھائے جاتے ہیں۔

احمد اقبال کے یہ مزاحیہ مضامین، ان کی اس بے مثال صلاحیت کے عکاس ہیں جو قدرت نے انہیں ایک انعام کے طور پر بخشی ہے۔ کم لوگوں کو زبان پر ایسی قدرت نصیب ہوتی ہے۔ پھر مزاح نگاری تو ایک ایسی دشواری گزار وادی ہے جہاں قدم قدم پر گہری کھائیاں ہیں۔ ذرا پیر پھسلا اور آپ پھکڑ پن کی گہرائیوں میں جا گرے۔ اس وادی میں تو سنبھل کر چلنے کا سلیقہ ہی چند لوگ سیکھ پائے ہیں۔ حیرت ہوتی ہے کہ احمد اقبال اس وادی میں قاری کا ہاتھ تھام کر ایک مشّاق راہنما کی طرح ہر دشوار مقام سے آسانی کے ساتھ گزر جاتے ہیں۔ ان کے تخلیق کردہ کردار کالے خان اور بھورے ماموں کسی خیالی دنیا کے نہیں، ہماری اپنی دنیا کے لوگ ہیں۔ ہماری طرح کے عام سے لوگ۔ لیکن احمد اقبال کے قلم نے اس مٹی کو سونا بنا کر دکھا دیا ہے۔ ان کہانیوں کو پڑھنے والا مسکراتا ہے، ہنستا ہے، فلک شگاف قہقہے لگاتا ہے اور اسے پتا بھی نہیں چلتا کہ اس قہقہہ بار کہانی میں کہاں بین السطور معاشرتی، ناہمواریوں کا ذکر آیا، کہاں تلخیِ ایّام کا شعور ہوا، کہاں انسان کے داخلی تضادات کا پردہ چاک ہوا اور کہاں زندگی کی دُکھ بھری راہوں میں ہنس کر آگے بڑھنے کا پیغام ملا۔

یہی احمد اقبال کے قلم کی اصل کامیابی ہے۔!

اخلاق احمد

۲۰ مئی ۲۰۰۱ء

Urdu Books, English Books and Old pdf books download

http://www.Mypdfsite.com

ہیپی نیو ایئر

گزرے ہوئے ایک سال میں بھورے ماموں کی تقدیر کے ستاروں کی چال اتنی خراب اور افسوس ناک رہی تھی جتنی کہ پاکستانی کرکٹ ٹیم کی کارکردگی۔ چنانچہ کالے خاں نے نیا سال شروع ہونے سے قبل ہی ان کو ہیپی نیو ایئر والا کارڈ پیش کیا تو وہ آبدیدہ ہو گئے۔ انہوں نے کارڈ پر بنے ہوئے تجریدی آرٹ یا کارٹون کا مطلب سمجھنے کی کوشش کی جس میں ایک بہت بڑی سیاہ چٹان کے نیچے دبے ہوئے چوہے کو بڑی بہادری سے مسکراتے ہوئے دکھایا گیا تھا۔

"بے شک اس طرح تو نے مجھے چوہا قرار دے دیا بھانجے.... اور یہ سیاہ چٹان غالباً میرے آلام و مصائب کا بوجھ ہے۔"

کالے خاں نے نفی میں سر ہلایا "اسے آپ گناہوں کا بوجھ سمجھ سکتے ہیں۔ اپنا تاریک مستقبل یا پھر ازدواجی زندگی کا عذاب...."

"گویا تیری ممانی...." بھورے ماموں نے مطمئن ہو کے کہا "لیکن کیا تو نے کبھی مجھے اس چوہے کی طرح مسکراتے دیکھا.... گزشتہ سال میری زندگی میں اتنی خوشی بھی نہیں تھی جتنی کہ کسی وزیر کے بیان میں سچائی۔"

بھورے ماموں نے زیادہ تفصیل سے وہ دردناک اعداد و شمار پیش کیے جو ان کے دعوے کو سچ ثابت کرتے تھے۔

"ننانوے بار ہمیں رخصتی، ویلے یا چہلم کی دعوت میں ایسے کمینہ خصلت اور کم ظرف میزبانوں سے واسطہ پڑا جو ہماری صورت دیکھنے کے روادار نہ ہوئے حالانکہ سیکڑوں براتی ہوں تو ہم جیسے دو مہمان

Urdu Books, English Books and Old pdf books download

http://www.Mypdfsite.com

"جن بلائے مہمان۔" کالے خاں نے تصحیح کی۔

"دل تنگ ہو گئے ہیں لوگوں کے بھانجے' ورنہ ہر دعوت میں پندرہ فیصد لوگ جانتے بوجھتے نہیں آتے۔ وہ حساب لگاتے ہیں کہ ٹیکسی کا کرایہ اور سلامی دینے کے بعد جو کھانا آدھی رات کو ملے گا وہ مہنگا پڑے گا لیکن جو سلوک ہمارے ساتھ کیا گیا... ننانوے بار۔"

کالے خاں نے انہیں دلاسا دیا "چلیں بدخواہوں کی سنچری تو پوری نہیں ہو سکی۔"

بھورے ماموں نے ٹھنڈی سانس لی "پچیس مرتبہ ہم خطرہ محسوس کرتے ہی کامیابی سے فرار بھی ہوئے مگر چالیس بار ہمیں کس بے دردی کے ساتھ سڑک پر پھینکا گیا۔

"اس سے بھی کیا ہوا۔ ہمارے ہاتھ پاؤں سلامت رہے۔ کارپوریشن کی سڑک ہی ٹوٹی ہو گی جس پر ٹھیکے دار پیڑ جیسی تہ بچھاتے ہیں اور کہتے ہیں استرکاری۔"

"دس بار سفاک یادرچیوں نے ہم پر دیگ کے چمچے اور کفگیر سے قاتلانہ حملے کیے۔ چوبیس مرتبہ دلہا یا دلہن کے خونخوار رشتے دار حملہ آور ہوئے۔"

"لیکن بھورے ماموں... سال کے تین سو پینسٹھ دن ہوتے ہیں اور ہم نے باقی دن عزت سے اچھا کھایا۔"

بھورے ماموں بدستور قنوطیت میں مبتلا رہے۔ "اس کے علاوہ بھانجے' اس ایک سال میں سالے تھانے دار نے چار مرتبہ مجھے تیری ممانی کے ورغلانے پر رات بھر مہمان رکھوایا۔ کبھی ایک تھانے میں تو کبھی دوسرے میں۔ اشارہ اسی کا ہوتا تھا۔ مجھے معلوم ہے' صبح وہ خود مجھے رہا کرانے آجاتا تھا اور غصے کی اداکاری بھی کرتا تھا کہ آخر میرے شریف اور خاندانی بہنوئی کو ایسے گھٹیا الزام میں کس نے پکڑا۔ صورت سے چور اچکا یا ہیروئنچی لگتا ہے تو کیا ہوا۔"

کالے خاں ہنس پڑا "وہ چاہتا ہو گا کہ آپ پکڑے جائیں تو اغوا' ڈکیتی یا قتل جیسے جرم میں۔"

"تیری ممانی نے اس ایک سال میں میرے ساتھ وہ کیا جو حکومت بھی اپوزیشن کے ساتھ نہیں کرتی حالانکہ میں بجازی خدا تھا اس کا۔"

کالے خاں نے بات ٹالنے کے لیے کہا "یہ جو کچھ بھی آپ کے ساتھ ہوا ماموں' میرا خیال ہے کہ اس میں بیرونی عناصر کا ہاتھ ہے یا پچھلی حکومت اس کی ذمے دار تھی۔"

بھورے ماموں نے نفی میں سر ہلایا "سارا قصور میرا تھا بھانجے۔ میں نے اس پر یقین نہیں کیا تھا

ورنہ پروفیسر لقمان غیب سامانی نے میرا ہاتھ دیکھ کر بتا دیا تھا کہ میرے حق میں آنے والا سال نحس ہو گا اور خود میں نے شرطیہ اصلی اور گارنٹی والی انجانی' جنتری میں جو کچھ پڑھا تھا اس کے بعد شک کی گنجائش نہیں تھی۔ کیا تو اس غیب کا علم رکھنے والے پیر طوطے سے واقف ہے جو پروفیسر لقمانی غیب سامانی کا معاون و مشیر خصوصی ہے۔ اس نے تو نوشتۂ تقدیر میرے سامنے رکھ دیا تھا۔ بڑا پہنچا ہوا پیر ہے وہ طوطا بھی۔ اس نے بھی خبردار کیا تھا کہ میرا یہ ہفتہ کیسا گزرے گا۔"

کالے خاں سمجھ گیا کہ بھورے ماموں کس کا حوالہ دے رہے ہیں۔ پروفیسر لقمان غیب سامانی اور اس کا مشیر اعلیٰ پیر طوطا ایک سے ضعیف العمر اور ناقص العقل تھے۔ دونوں ریڈیو پاکستان کے مقابل فٹ پاتھ پر اپنی خودی بلند کیے مگر سر جھکائے مراقبے کی حالت میں اونگھتے نظر آتے تھے۔ انہیں دیکھ کر ایسا لگتا تھا جیسے وہ اسی حالت میں نیکسلایا موہنجوداڑو کے کھنڈرات میں دریافت کیے گئے ہوں گے مگر عوام کی بھلائی کے لیے حکومت نے انہیں مفت نمائش کی خاطر میوزیم کے بجائے فٹ پاتھ پر رکھوا دیا۔ پروفیسر لقمان کا طوطا بھی افلاطون ہی لگتا تھا۔ دونوں زمانہ قبل از مسیح کی چیز تھے۔ دونوں کے بال دیر ساتھ چھوڑ گئے تھے۔ دونوں نے زندگی کا اتنا سفر طے کر لیا تھا کہ اس دنیا کے مقابلے میں دوسری دنیا کے زیادہ قریب تھے۔ وزیر یا گدا' گھوڑا ہو یا گدھا دونوں سب کو ایک آنکھ سے دیکھتے تھے۔ دونوں کی ایک ایک آنکھ حوادثِ زمانہ کی نذر ہو چکی تھی۔

آنے والے وقت کو دیکھنے والی آنکھ رکھنے والے اسپیشلسٹ طوطے کی فیس مشورہ کیفے ڈی پھونس کی پچھلی دیوار پر دو روپے نقد تحریر تھے مگر بھورے ماموں نے اپنی یتیم صورت پر پہلی ہی غربت اور مظلومیت طاری کی جیسی ورلڈ بینک سے قرض مانگنے والوں کی صورت پر نظر آتی ہے۔ خود پروفیسر لقمان غیب سامانی کسی کو مایوس لوٹا کے بوہنی خراب کرنا نہیں چاہتے تھے اور فاقہ زدہ طوطے کی آنکھوں میں بھی اقرار تھا چنانچہ پچاس فیصد خصوصی خیراتی ڈسکاؤنٹ پر بھورے ماموں کو ایک روپیہ ہی دینا پڑا۔

اتنا سستا سودا کرنے کے بعد بھورے ماموں اپنی بہترین اداکاری کی صلاحیتوں کے بھی اتنے ہی قائل ہو گئے تھے جتنے اپنی کاروباری ذہانت کے تھے مگر بعد میں ان پر ثابت ہوا کہ وہ کساوت غلط نہیں تھی۔ سستا روئے بار بار۔ پیر طوطے نے بھورے ماموں کو ملامت بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے ایک کارڈ نکالا جس کے گرد حاشیہ پہلے سے موجود تھا۔

"یہ کالا حاشیہ کس لیے؟" بھورے ماموں نے اعتراض کیا۔

"سنہرے حاشیے والے کارڈ پر ڈسکاؤنٹ نہیں ملتا۔" پروفیسر نے انہیں ڈانٹ کر کہا اور پھر پڑھنا

Urdu Books, English Books and Old pdf books download

http://www.Mypdfsite.com

شروع کیا "اناللہ وانا الیہ راجعون۔"

"یہ کیا فضول بات ہے۔" بھورے ماموں نے برہمی سے کہا۔

"یہ ایک حقیقت ہے۔" پروفیسر نے بردباری سے کہا۔

جائے گا جب یہاں سے کچھ بھی نہ پاس ہوگا
دو گز کفن کا ٹکڑا تیرا لباس ہوگا

بھورے ماموں نے غصے کو ضبط کر کے کہا "یہ حقیقت نہیں ہے۔ کپڑا گز سے نہیں میٹر سے ملتا ہے۔"

پروفیسر نے عینک کے اوپر سے ماموں کو دیکھا۔ وہ اس وقت بھی اپنے خاندانی تھری پیس سوٹ میں تھے۔ سوٹ میں وہ ائرکنڈیشنڈ لگتی تھی جس میں ہر سمت سے ہوا کے آنے جانے کی گنجائش بڑھتی جا رہی تھی اور متعدد مقامات پر یہ ایک "سی تھرو" ڈریس بن گئی تھی۔ جب وہ اکڑوں بیٹھتے تو کالے خاں سخت بزبزہوتا تھا اور انہیں عریانی وفحاشی کے مظاہرے پر شرمندہ کرنے کی ناکام کوشش بھی کرتا تھا۔ سوٹ میں کشکول جیسی وہ مٹی پر پڑ ٹوپی بھی تھی جو بقول بھورے ماموں کے پہلے ممانی کے تسّل کاک برقع میں سب سے اوپر پائی جاتی تھی۔ اس کے اندرونی حصے میں پلاسٹک کا استر لگوانے کے بعد بھورے ماموں اس کو ڈونگے اور پیالے کی جگہ کامیابی سے استعمال کر چکے تھے اور ان کا دعویٰ تھا کہ اس میں نہاری بھی لائی جا سکتی ہے۔ واسکٹ کے بارے میں ایک تاریخی روایت یہ تھی کہ اسے بھورے ماموں کے دادا اور پھر والد ماجد نے خصوصی مبارک تقریب پر زیب تن فرمایا تھا۔ اس دن انہوں نے سونے کی چڑیا دیکھی تھی اور مسلمان ہوئے تھے۔ شاید اسی لیے اب واسکٹ اور لنگی کے درمیان ایک بالشت کی دوری تھی۔ ناخلف کالے خاں اسے بھورے ماموں کا بلاؤز کہتا تھا۔

پروفیسر نے حقارت آمیز مسکراہٹ کے ساتھ کہا "بے شک گز چھوٹا ہوتا ہے مگر تمہارا تو کفن بھی ایسا ہی ہوگا۔"

بھورے ماموں نے بھنا کے کہا "فیس لے کر کوستے ہو منحوس طوطے۔"

منحوس بکرے۔ نصیب بھی ویسے ہی ہوں گے جیسی شکل ہے۔ خبردار جو بے زبان طوطے کو کچھ کہا۔ میں وہی پڑھ رہا ہوں جو اس میں لکھا ہوا ہے۔"

صرف تصحیح کی خاطر بھورے ماموں نے کارڈ چھین لیا "ابوجہل کی اولاد' کارڈ بھی الٹا پکڑ رکھا ہے تو نے۔ پڑھے گا خاک۔"

پروفیسر نے فوراً ناک پر ہاتھ مارا مگر عینک موجود نہ تھی۔ "مجھے ابوجہل کہتا ہے۔ ایک وزیر کو ٹیوشن پڑھا کے میٹرک پاس کرا چکا ہوں اور کارڈ کو سیدھا پکڑنے سے کام سیدھے نہیں ہو سکتے۔"

غیب داں طوطا بھورے ماموں کو ایسے دیکھتا رہا جیسے کہہ رہا ہو' دیکھا ڈسکاؤنٹ کا انجام۔ ایک روپے والی تقدیر کے حال میں ایک لاکھ کا پرائز بونڈ تو نکلنے سے رہا۔

بھورے ماموں نے عالم اشتعال میں کارڈ کو پھاڑنے کا ارادہ کیا لیکن پھر ملتوی کر دیا۔ یہ اس قریب المرگ شخص کے پیٹ پر لات مارنے والی بات ہوتی۔ ویسے بھی شکل سے ہی پراسرار اور کینہ پرور نظر آنے والا وہ شخص جوابی کارروائی کرتے ہوئے بھورے ماموں کو اباؤٹ ٹرن کر کے بھی لات مار سکتا تھا یا کارڈ پھاڑنے کے جرم کا بدلہ ان کا سر' لنگی یا ایسی چیز پھاڑ کے لے سکتا تھا جس کو دنیا کا کوئی درزی' موچی یا سرجن پھر سے قابل استعمال نہ بنا سکے۔

کارڈ واپس کرتے ہوئے بھورے ماموں نے جرات مردانہ کے ساتھ اعلان کیا "تم ایک فراڈ ہو اور تمہارا یہ طوطا پاگل ہے۔۔۔ جب تم ایک آنکھ سے ایک دوسرے کو نہیں دیکھ سکتے تو کسی کا مستقبل تمہیں کیا نظر آسکے گا۔"

اس کا جواب طوطے نے دیا "بک بک مت کر۔"

بھورے ماموں اچھل پڑے "یہ۔۔۔ تم نے سکھایا ہے اس اُلو کے پٹھے کو۔"

طوطا پھر بولا "چل دفع ہو۔ تیری شکل پر لعنت۔"

"ایک روپیہ لے کر گالیاں دیتے ہو۔" بھورے ماموں کا پارہ چڑھ گیا۔

"بندہ کیا بولے گا۔ جب ڈائیلاگ دو جانوروں کے درمیان ہو رہے ہوں۔" پروفیسر غیب سامانی نے کہا۔

طوطے نے کہا "تو جوتے کھا کے جائے گا۔ تیری تو۔۔۔"

پروفیسر غیب سامانی کی تربیت تھی کہ طوطا بڑے فراٹے سے بھورے ماموں کو ناقابل اشاعت خطابات سے نواز رہا تھا۔ اشتعال کی کیفیت میں بھورے ماموں شاید طوطے کا پنجرہ پروفیسر کے سر پر مارتے مگر اچانک انہوں نے سالے تھانے دار کو دیکھا جو نہ جانے کہاں سے نازل ہو گیا تھا۔ اس نے عمداً بھورے ماموں کو دیکھنے سے گریز کیا۔ سرعام بھورے ماموں کو بہنوئی کہنا اس کے لیے ناقابل برداشت توہین تھی۔

پروفیسر کے اشارے پر طوطے کا ریکارڈ پھر بجنے لگا تھا "بک بک نہ کر۔" سے شروع ہو کے تین

Urdu Books, English Books and Old pdf books download

http://www.Mypdfsite.com

منٹ بعد وہ پولیس کی تفتیشی زبان پر پہنچ جاتا تھا۔ پروفیسر کی حمایت کرنے والے ہمسائے بڑے بدتمیزی سے بھورے ماموں پر ہنس رہے تھے جو ایک بوڑھے کے گنجے طوطے کی فصاحت و بلاغت پر دم بخود تھے۔ اگر مقابلے پر بھورے ماموں طوطے کے شجرۂ نسب میں اس کی ولدیت کو خراب کرتے تو یہ حامی یقیناً بھورے ماموں کے خلاف متحد ہو جاتے۔ سب سے پہلے گیسو تراش وماہر ختنہ پہلوان اُسترے قینچی کے ساتھ ان پر حملہ آور ہوتا۔ دھوبی پٹخا مار کے انہیں چت کرتا اور پھر پتا نہیں کیا کرتا۔ وہ دنیا کو کالے خاں کی جمائی کو منہ دکھانے کے قابل نہ رہتے۔ یا پھر دوسرے فٹ پاتھی ہمسائے وڈاکٹر کے اوپن ائر اسپتال میں داخل کیے جاتے جو ایک بیڈ پر مشتمل تھا۔ یہ اس کے خانہ بدر کا بیڈ روم بھی تھا۔ پروفیسر کا تیسرا حامی ایک خوفناک داڑھی مونچھوں والا عامل وجوتشی اور اس کا بزنس پارٹنر وندان ساز ہوتا جو اس نے اپنے باتصویر سائن بورڈ پر لکھ دیا تھا۔ وہ بلا تکلف ان کے دانت نکال دیتا۔

بزدلوں کی طرح فرار ہونے سے بھورے ماموں کے آباؤاجداد کی ارواح کو، جن کو ہمیشہ ان کی منکوحہ نے بد ارواح کہا، سخت تکلیف ہوتی اور بہادری کا مظاہرہ کرتے تو بھورے ماموں خود آباؤاجداد میں شامل ہو جاتے۔ انہوں نے مسکراتے ہوئے ہر سمت میں اِدھر اُدھر دیکھا اور پھر ایک کامیاب کمانڈو ایکشن کی حکمت عملی مرتب کرلی۔ انہوں نے خوش دلی سے مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھایا اور پھر پلک جھپکنے میں طوطے کا پنجرہ لات مار کے گرایا۔ وہ ایک ماہر فٹ بالر کی کک تھی۔ پنجرہ پروفیسر کے سر پر گرا پھر پروفیسر سے فٹ پاتھ پر گرا۔ اتنی دیر میں بھورے ماموں نے خلیفہ پہلوان کے ہیئر ڈریسنگ سیلون کو الٹ دیا۔ اس کے سائے میں پریکٹس کرنے والا حکیم وڈاکٹر اس ملبے میں دب گیا جو حملہ آلات جراحی پاکستان کے چار صوبوں کی عکاسی کیکروں سے کرنے والے قدیم آئینے اور ان شیشیوں پر مشتمل تھا جن میں شیو یا ختنہ کے بعد استعمال ہونے والے لوشن بھرے ہوئے تھے۔

بھورے ماموں نے صحیح سمت میں دوڑ لگائی تھی۔ وہ اس روحانی عامل کو بھی صفائی سے عبور کر گئے تھے جس کا منہ ایک بن چھلے ناریل کی طرح داڑھی مونچھوں اور سر کے بالوں میں غائب تھا۔ ہر طرف سے دشمنوں میں گھر جانے کے بعد سلامتی کے ساتھ راہِ فرار اختیار کرنے کی عملی تربیت بھورے ماموں نے اپنے لائق وفائق بھانجے سے حاصل کی تھی۔ ہاتھ کی صفائی میں، جسے ممانی نے ہمیشہ جیب تراشی قرار دیا، اس پر برا وقت بھی آجاتا تھا جب بھیک مانگنے والا اندھا فقیر چلانے لگتا تھا اور اسے رنگے ہاتھوں کو پکڑ لیتا تھا مگر کالے خاں کا ریکارڈ آج تک بے داغ تھا۔ اس کے تعاقب میں دوڑنے والے میلوں پیچھے رہ جاتے تھے اور عموماً آسانی سے ہاتھ آنے والے کسی بھی شخص کو پکڑ لیتے تھے۔

طوطے نے انہیں خبردار کیا تھا کہ سفر باعث رسوائی ہوگا۔

چند منٹ بعد جب بھورے ماموں اس ٹرک کی طرف دوڑ رہے تھے جس کے بریک فیل ہو گئے ہوں اور جس کے پیچھے لکھا ہو۔ خدا حافظ تمہارا کالا۔ ایک موڑ پر اچانک ان کے سامنے کارپوریشن والوں کی اعلیٰ کارکردگی کا نمونہ، ایک کھلا گٹر آگیا۔ بھورے ماموں اس میں یوں اترے جیسے خلا باز پہلی بار چاند پر اترے تھے۔

بھورے ماموں کی آہ وبکا پر پہنچنے والے پہلے شخص نے بڑے فخر کے ساتھ اعلان کیا "دیکھا میرے قلم میں کتنی طاقت ہے۔ کل ہی اخبار میں میرا خط شائع ہوا تھا۔ آج آگیا گٹر صاف کرنے والا۔"

دوسرے نے خیال ظاہر کیا کہ یہ خودڈھکنے چرانے والا ہے۔ "کیوں بے اب خود ڈوب کے مر رہا ہے تو چلاتا ہے۔"

انہیں نکالنے والا ایک رحم دل شخص تھا۔ اس نے بعد میں بتایا کہ وہ کنوئیں میں سے لاشیں نکالنے کا دس سالہ تجربہ رکھتا ہے۔ غالباً وہ بھورے ماموں کو زندہ نکال کے مایوس ہوا تھا۔ اس وقت تک ہنس ہنس کر بے حال ہونے والوں کی تعداد بھورے ماموں کے نکاح کا تماشا سے عبرت دیکھنے والے براتیوں سے زیادہ ہو چکی تھی۔

ایک خمیدہ بزرگ نے جو پیچھے سے کچھ بھی نہیں دیکھ سکتے تھے، بڑے وثوق سے اعلان کیا کہ گٹر لائن میں سے مگرمچھ پکڑا گیا ہے۔

ایک بچے نے فوراً اعتراض دائر کردیا۔ وہ صفِ اول کا چشم دید گواہ بننے کی جدوجہد کر رہا تھا اور مختلف ٹانگوں میں سر پھنسا چکا تھا۔ "گٹر میں مگرمچھ کیسے آگیا؟"

بڑے میاں نے اسے گھورا "بدتمیز سمندر سے وہ آیا دریا میں، دریا سے نالے میں اور ....."

"اور یہاں نہ پکڑا جاتا تو آپ کے کموڈ میں نکلتا۔ صبح صبح جب آپ ....." بڑے میاں کے ہاتھ آنے سے پہلے وہ ٹانگوں میں غائب ہو گیا۔

بھورے ماموں پر سرتاپا گاڑھے سیاہ رنگ کا وہ ملغوبایوں چپک گیا تھا کہ وہ اپنے بھانجے کالے خاں کے جنتی ماموں لگتے تھے۔ اس کیچڑ جیسے مرکب کی مہک سے بھورے ماموں کے چودہ طبق روشن ہو گئے۔ وہ جانتے تھے کہ اس کے اجزائے ترکیبی کیا ہوں گے۔ یہ مرکب اس شہر کے رہنے والوں میں اشتراکِ عمل کی ایک مثال تھا۔ بھورے ماموں اس کے ذائقے سے پہلی بار آشنا ہوئے تھے۔

الٹی کھوپڑی والے ایک مسخرے نے سوال کیا "یار اس کا منہ کدھر ہے؟"

Urdu Books, English Books and Old pdf books download

http://www.Mypdfsite.com

دوسرے نے کہا "یار پہلے اسے سیدھا تو کھڑا کرو پھر منہ کا بھی پتا چل جائے گا۔"

بھورے ماموں اس وقت بھی سر کے بل نہیں کھڑے ہوئے تھے اور ان کے بڑے بڑے خاندانی کانوں کا رخ دیکھ کر منہ کا اندازہ بھی ہو جاتا تھا مگر انہوں نے جاہلوں کو نظر انداز کر دیا۔ اس وقت ان کی دلی خواہش یہ تھی کہ کہیں سے الہ دین کے چراغ کا جن نمودار ہو اور ان کو مزید ذلت سے بچانے کے لیے کہیں بھی لے جائے۔

ایسے میں اپنے اکلوتے بھانجے کالے خاں کے دیدار سے ان کا دل باغ باغ ہو گیا۔ تاہم یہ ایک عفونت زدہ باغ تھا اور محاورے میں ترمیم جائز تھی کہ ان کا دل بھینس باڑا ہو گیا۔ ان کی خوشی کسی وزیر کے دیے ہوئے امدادی چیک سے بھی زیادہ بے وقعت ثابت ہوئی۔

بھورے ماموں جذبات سے مغلوب ہو کے بھانجے کو گلے لگانا چاہتے تھے۔ انہوں نے چلا کے کہا "کالے خاں! اچھا ہوا تو آ گیا۔"

الٹی کھوپڑی والا ہنس پڑا "ذرا اس گورے کی بات سنو۔"

بھورے ماموں کو پروفیسر غیب سامانی کے مرید طوطے کے نکالے ہوئے کارڈ کا خیال آیا۔ شاید یہ بات بھی درست ثابت ہونے والی تھی کہ اپنوں کا خون سفید ہو جائے گا۔ سب غیر ہو جائیں گے۔

کالے خاں نے یہ ظاہر کرنے کی کوشش کی کہ بھورے ماموں نے کسی اور کو مخاطب کیا ہے۔

"بھانجے۔ میری طرف دیکھو۔ میں ہوں تیرا اکلوتا سگا ماموں۔"

کالے خاں گھبرا کے پیچھے ہٹا "یا میرے مولا۔ ابھی تک نہ میرا کوئی ماما تھا نہ میں کسی کا ماموں۔"

کسی نے کہا "آبے مفت میں مل رہا ہے ماموں۔ لے جا۔"

"ماموں کیا... ایسا بدبودار باپ بھی نہ ہو کسی کا۔"

کالے خاں نے بھی کہا "اور میرا ماموں پیدا ہو کسی گٹر سے..."

بھورے ماموں کے دل کو دھچکا لگا "کالے خاں۔ کیا آواز سے بھی تو نہیں پہچانتا مجھے۔ میں بھورے خاں ہوں۔"

"اسے چل ہٹ پیچھے جو کالا وہ میرے باپ کا سالا۔ زبردستی ماموں بن کے گلے پڑ رہا ہے۔" گستاخ کالے خاں نے بدتمیزی سے کہا۔

گنا چوسنے والے ایک پستہ قد شخص نے خبردار کیا "دیکھ کہیں تیرا باپ نہ بن جائے زبردستی۔"

ایک بڑی توند والا قہقہہ مار کے بولا "پھر کیا ہوا، دو ہو جائیں گے۔"

کالے خاں نے ان دونوں کو مخاطب کیا "میں تو یتیم ہوں۔ تم لے جاؤ اپنی اماں کے لیے ایک اور۔"

چھوٹے قد اور بڑی توند والے نے کالے خاں کا منہ توڑ کے دانت ہتھیلی پر رکھنے کا اعلان کر دیا مگر اسے فوری طور پر اسٹول دستیاب نہیں تھا۔ اس نے مینڈھے کی طرح سر جھکا کے کالے خاں کو ٹکر مارنے اور گٹر میں غرق کر دینے کا فیصلہ کیا مگر کالے خاں درمیان سے نکل گیا۔ وہ گنا چوسنے والے میں گھس گیا اور عین ممکن تھا کہ اس کی ٹانگوں میں سے بھی گزر جاتا لیکن گنا چوسنے والا بروقت اسے اپنی ٹانگوں کے شکنجے میں دبوچنے میں کامیاب رہا۔ اس نے جوس کشید کرنے کا عمل ملتوی کیا اور گنے کو آلۂ تشدد کے طور پر استعمال کرنے لگا۔ مضروب کی آہ و فغاں پر ایک نیک دل شخص رحم کی اپیل کرنے آگے آیا مگر اس وقت تک پانسا پلٹ چکا تھا۔ پٹنے والا اب گنے کو اندھے کی لاٹھی کی طرح گھما رہا تھا۔ اس کے ہمدرد اور خمیدہ کمر بزرگوار باری باری نشانہ بنے۔

اس ہڑبونگ کے باعث جیب کٹوانے کے شائقین کی تعداد میں خاطر خواہ اضافہ ہوا تھا اور ہر سمت سے آنے والے کچھ نو وارد ہنگامے کے اصل سبب سے واقف نہیں تھے مگر بھورے ماموں کی نظر نے تاڑ لیا تھا کہ ان کا ہمیشہ مستعد رہنے والا ہونہار بھانجا سازگار حالات سے پورا فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ شاید اسی لیے کالے خاں نے خون کے رشتے کا اقرار بھی نہیں کیا تھا۔

بھورے ماموں نے اس موقع کو غنیمت جانا اور ایک بغلی گلی میں گھس گئے۔ اپنے فنکار اور حقیقی بھانجے کے بارے میں ان سے بہتر کون بتا سکتا تھا کہ ہاتھ کی صفائی دکھاتے ہی کدھر کا رخ کرے گا۔ روپوشی کے لیے قریب ترین جگہ یہ گلی تھی۔

کالے خاں بڑے سکون اور وقار کے ساتھ چلتا ہوا نمودار ہوا تھا مگر اس کی صورت پر بھورے ماموں وہ رقم بھی پڑھ سکتے تھے جو دوسروں کی جیب سے نکل کر اس کی جیب میں آ چکی تھی۔

انہیں اچانک اپنے مقابل پا کے کالے خاں بولا "بھورے ماموں... آپ؟"

بھورے ماموں نے مسکرانے کی کوشش کی "اچھا کیا جو تو نے مجھے سب کے سامنے نہیں پہچانا تو پکڑا جاتا تو میں بھی پکڑا جاتا۔"

کالے خاں نے ادھر ادھر دیکھا "وہ... بات یہ ہے..."

"دیکھ بھانجے۔" اب تو نے غیرت کا مظاہرہ کیا تو میں تجھ سے بغل گیر ہو جاؤں گا۔ میرے دل میں تیری محبت جوش مار رہی ہے۔"

Urdu Books, English Books and Old pdf books download

http://www.Mypdfsite.com

کالے خاں نے گھبرا کے کہا "نہیں نہیں، آپ میرے ماموں سہی۔۔۔ مگر ذرا دور ہی رہیں تو اچھا ہے۔"

"یہ موقع تجھے میری وجہ سے ملا ہے کالے خاں۔ انصاف اور محبت کا تقاضا ہے کہ تو نصف مجھے نذر کرے۔" بھورے ماموں نے کہا "چل کہیں حساب کر لیں پہلے۔"

"بھورے ماموں۔ ایسے تو بڑی شرم آ رہی ہے مجھے آپ کے ساتھ چلتے ہوئے۔" کالے خاں نے ناک سکیڑ کر کہا "کتنی بدبو ہے۔"

"ناہنجار۔ اپنے باطن کو دیکھ جس کی غلاظت دھل بھی نہیں سکتی۔" بھورے ماموں نے خفگی سے کہا "یہ میرا حوصلہ اور ظرف ہے کہ پھر بھی تجھے اپنا بھانجا تسلیم کرتا ہوں۔"

"اچھا پہلے آپ گھر جا کے نہا لیں۔۔۔ ماموں۔"

"اول تو اس حالت میں تیری ممانی مجھے گھر میں ہی نہیں گھسنے دے گی۔" بھورے ماموں نے افسوس سے سر ہلایا "پر یہ بھی سوچ کہ گھر تک ہم جائیں گے کیسے۔ بس، رکشا یا ٹیکسی میں۔۔۔ ناممکن۔"

اچانک کالے خاں کا چہرہ پر امید ہو گیا "وہ دیکھیں ماموں، کارپوریشن کا کوڑا اٹھانے والا ٹرک۔ آپ کو اس میں ڈال دوں؟"

بھورے ماموں نے کہا "غسل کہیں بھی کیا جا سکتا ہے بھانجے۔"

کالے خاں نے نفی میں سر ہلایا "ایسی حالت میں تو آپ کو صرف اپنے ایدھی والے نہلا سکتے ہیں بلکہ مفت کفن بھی دے سکتے ہیں بالکل نیا۔"

"آدمی نیت کرے تو کوئی کام مشکل نہیں رہتا کالے خاں۔" بھورے ماموں نے برا مانے بغیر کہا "چل میرے ساتھ۔ ابھی ہوا لگے گی تو یہ سب کیچڑ خشک ہو جائے گی۔ مال کتنا ملا تجھے۔"

کالے خاں نے بادل ناخواستہ جیب میں سے تین پرس نکالے جو دیکھنے میں خاصے صحت مند تھے۔

"اس لیے کہتے ہیں بھانجے کہ خدا کا ہر کام مصلحت سے خالی نہیں ہوتا۔ اب دیکھ حادثہ بھی سبب بن گیا خوش حالی کا۔"

"کیا ہے ان میں؟ کچھ بھی تو نہیں۔" کالے خاں مایوسی سے بولا۔

بھورے ماموں نے اسے بے اعتباری سے دیکھا "تیری نیت میں فتور محسوس ہوتا ہے مجھے کالے خاں۔ یوم حشر ایک کے بدلے ستر دینے پڑیں گے۔"

کالے خاں نے بھنا کے کہا "یہ دیکھ لیں۔ بل ہی بل ہیں۔ بجلی کے، گیس اور ٹیلی فون کے۔ آدھے

آپ کو دے دوں؟"

بھورے ماموں نے افسوس سے سر ہلایا "وہ بھی کیا وقت تھا بھانجے کہ بل صرف چوہے کا ہوتا تھا یا چیونٹی کا۔ یہ شہر میں رہنے کی سزا ہے۔"

"شہر میں تو کتے، بلیاں اور گدھے بھی ہیں۔ وہ کوئی بل نہیں دیتے ماموں۔" کالے خاں آہ بھر کے بولا "اور خود آپ بھی۔۔۔"

"سچ کہا تو نے۔ بہت جلد وقت آنے والا ہے بھانجے کہ بل اصل آمدنی سے بڑھ جائیں گے اور وہ سب بل بنا کے پہاڑوں میں رہنے لگیں گے جن کے پاس حلال کی کمائی ہوگی۔ اپنے علامہ صاحب نے بھی تاکید کی تھی کہ تو شاہین سے بسیرا کر پہاڑوں کی چٹانوں پر۔ نہ بجلی کی ضرورت، نہ گیس اور ٹیلی فون کی۔"

"پھر بل میں رہنے کا بل آنے لگے گا ماموں۔ چوہے، خرگوش اور کاکروچ تک بینکوں کے باہر لائن میں کھڑے ہوں گے۔" کالے خاں بولا۔

بھورے ماموں نے اسے مشکوک نظروں سے گھورا "دیکھ بھانجے۔ باتوں سے مجھے یقین دلانے کی کوشش نہ کر کہ لوگ اب جیب میں نوٹ لے کر نہیں پھرتے۔ اب تو خود بھی دیکھ رہا ہے کہ مجھے ایک نئے لباس کی ضرورت ہوگی۔ اس کے بغیر میں اپنے گھر تو کیا محلے میں بھی کسی کو منہ نہیں دکھا سکتا۔"

کالے خاں نے مجبوراً حق حلال کی کمائی کا نصف ماموں کی نذر کیا "یہ لیں سات سو چونتیس روپے اور یہ ایک روپیہ۔ آٹھ آنے میری طرف سے بخشش۔"

"دل برا نہ کر کالے خاں۔ یہ روپیہ رکھنے اور اپنا حصہ مجھے بخشش میں دینے سے تیری سعادت مندی اور خاندانی شرافت ثابت ہو سکتی ہے۔"

کالے خاں نے روپیہ بھی جیب میں رکھ لیا۔ "آپ کے ساتھ ایسی حالت میں چلتے ہوئے صرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ ہمارے باپ دادا کیا کام کرتے ہوں گے۔ آپ تو کسی بار بر شاپ یا مسجد کے حمام میں بھی نہیں جا سکتے۔"

"آخر تیرا دوست للو ڈی آئی جی کس دن کام آئے گا بھانجے۔" بھورے ماموں نے اچانک کہا۔

"وہ مالی ہے۔ غسال نہیں۔" کالے خاں بولا۔

"مجھے معلوم ہے للو ڈی آئی جی کیسے بنا ہے۔ ڈائریکٹر انٹرنل گارڈن بھی مالی ہوتا ہے کالے خاں۔ وہ مجھے اس طرح نہلا سکتا ہے جیسے پودوں کو پانی دیتا ہے اور یہ جو میرے جسم پر کھاد ہے یہ اسے مفت میں

Urdu Books, English Books and Old pdf books download

http://www.Mypdfsite.com

مل سکتی ہے پودوں کے لیے۔"

تھوڑی آئی جی کے پاس گملوں میں پانی ڈالنے والا فوارہ بھی تھا اور لان میں پانی لگانے والا پائپ بھی مگر اس نے کینگی کا ثبوت دیا۔ "دیکھ یار کالے خاں۔ کسی نے دیکھ لیا تو بدنامی ہوگی کہ یہاں فقیر اور چرسی نہانے آتے ہیں۔ کیا تو نے پیسے لیے ہیں اس سے۔"

"مگر یار' یہ تو بھورے ماموں ہیں۔" کالے خاں برا مان کے بولا۔

تھوڑی آئی جی نے ان کو غور سے دیکھا۔ "اچھا۔ اس وقت پانی نہیں آ رہا ہے۔۔۔ اور بجلی بھی نہیں ہے کہ میں موٹر چلادوں۔۔۔ تو انہیں رات بارہ بجے لے آ۔ صاحب بھی سو رہا ہوگا اس وقت۔ میں لمبا پائپ جوڑ کے یہاں فٹ پاتھ پر ان کو دھو ڈالوں گا۔ لان پر تو گھاس کا ستیاناس ہوگا۔ ولایتی گھاس ہے یار۔"

"یہ دیسی گدھا۔" بھورے ماموں نے احتجاجی مارچ کرتے ہوئے کہا "ولایتی گھاس کی بات کرتا ہے۔ جیسے اس کا باپ ساری عمر یہی چرتا رہا تھا۔ اس کو دوست نہیں اپنا خاندانی دشمن سمجھ لے بھانجے۔ یہ چاہتا تھا کہ تیرا اکلوتا عزیز ماموں بھی ڈبل نمونیا سے فوت ہوجائے۔"

کالے خاں نے سر ہلایا "اس عمر میں کوئی بھی بات بہانہ بن جاتی ہے۔ سنگل نمونیا بھی کافی ہے آپ کو۔۔۔"

"عمر کی بات مت کر کالے خاں۔" بھورے ماموں نے کہا "ابھی تو میں جوان ہوں اور بوڑھا ہوتا تب بھی ایسے مرنا پسند نہ کرتا۔ میرے نزدیک تو قابل رشک موت یہ ہوگی کہ کسی شادی ہال میں رخصتی یا ولیمہ کی دعوت میں چکن قورمہ اور بریانی' کباب اور شیرمال کھاتے کھاتے دم نکل جائے۔"

"یا ایک دھماکے سے پیٹ پھٹ جائے جیسے زیادہ ہوا بھرنے سے غبارہ پھٹ جاتا ہے۔" کالے خاں ہنس پڑا۔

بھورے ماموں نے کہا "آج ڈنر کہاں ہے بھانجے؟"

کالے خاں نے نفی میں سر ہلایا "پانچ میل کے دائرے میں جتنے شادی ہال ہیں ماموں' وہاں اگر ہم بھیس بدلے بغیر گئے تو وہی ہوگا جو کل ہوا تھا۔"

"اس جلاد صفت باورچی کو ہم سے خدا واسطے کا بیر ہوگیا ہے کالے خاں۔ یہ اس کا تیسرا قاتلانہ حملہ تھا مجھ پر۔"

"وہ تو دوڑا تھا وسیم اکرم کی طرح۔ دیگ والے کفگیر سے چھکا مارنا چاہتا تھا آپ کے سر کو۔۔۔

کامیاب ہوجاتا تو آپ کا سر اڑتا ہوا ساتھ والے شادی ہال میں جا گرتا۔"

"میں بھی بہت چوکس رہتا ہوں بھانجے۔ تو نے دیکھا نہیں کیسے وہاں سے غائب ہوا تھا؟"

"نہیں۔ وہ دراصل میں تھا دروازے کے قریب۔ دیر تو میں نے بھی نہیں لگائی تھی مگر وہ خونخوار گارڈ تو بس اشارے کا منتظر تھا۔ میں نے قورمے کی پلیٹ اس کے منہ پر ماری اور نکل گیا۔"

"تجھے مشق ہے فرار کی۔" بھورے ماموں نے تسلیم کیا "میں تو غوطہ مار کے چلا گیا میز کے نیچے۔ کفگیر لگا اس دیگ جیسے پیٹ والے ڈبل سسر کو۔ دولہا کے سسر کا سسر ہی تھا وہ جو بلبلا رہا تھا۔ کاش تو دیکھتا کہ کیسی برق رفتاری سے میں نے نیچے ہی نیچے سفر کیا تھا۔ وہ دیکھ رہے تھے پہلی میز کے نیچے اور میں تھا آخری کنارے پر۔ وہاں سے نکلا تو زنانہ حصے میں پہنچا۔ غراروں اور شراروں کے درمیان سے گزرا تو کچھ خواتین نے چیخ بھی ماری کہ ارے یہ کتا کدھر سے گھس آیا مگر بھانجے۔ کسی ناقص العقل عورت کے کہنے سے تو کتے کا بھانجا نہیں ہوتا۔ میں لپکا قنات کی طرف اور نیچے سے نکلنے لگا مگر اندازے کی غلطی سے کچھ معاملہ خراب ہوگیا۔ میں نے اپنی طرف سے قنات کو اٹھایا تھا مگر وہاں قناعت جیسے ڈیزائن والی ساری میں تیری ممانی جیسی کوئی ڈھائی من کی بوری کھڑی تھی۔ جب اس نے چیخ ماری بھانجے تو میرا کلیجا ہل گیا۔ وہ چلا رہی تھی کہ ارے میری ساری میں کتا گھس گیا اور اودھر سے ادھر دوڑنے کی کوشش کر رہی تھی۔ بڑا واویلا مچایا اس نے۔ مجھے بھی گھبراہٹ میں مبتلا کر دیا۔ اللہ نے بال بال بچایا اور میں نکل گیا باہر ورنہ وہ عورت نہیں روڈ رولر تھی کالے خاں۔ مجھ پر گرتی تو مجھے چپٹا کر دیتی۔ قنات سے باہر آتے ہی سیدھا دوڑتا ہوا مسجد میں گھس گیا۔ دو نفل شکرانے کے پڑھے۔"

کالے خاں نے پرملامت لہجے میں کہا "آپ اس لیے مسجد میں گئے تھے اور نیت باندھ کر کھڑے ہوگئے تھے کہ تعاقب میں آنے والوں کو شک نہ ہو۔ وہ باہر کسی پاگل کتے کو تلاش کر رہے تھے گولی مارنے کے لیے۔ وضو بھی کہاں کیا تھا آپ نے۔ کم سے کم خدا سے جھوٹ نہ بولیں۔"

بھورے ماموں نے ندامت سے کہا "یہ سب۔۔۔ تو کیسے جانتا ہے؟"

"میں مسجد کے حمام میں تھا۔" کالے خاں نے اعتراف کیا "وہ زیادہ محفوظ جگہ تھی۔"

بھورے ماموں چلتے چلتے رک گئے "مسجد پر یاد آیا۔ تیرے باپ کے خاندانی غریب خانے کے قریب بھی تو ایک مسجد ہے۔ کیوں نہ میں وہاں غسل کرلوں۔ اس وقت کون ہوگا وہاں پھر میں تیرے اعزاز میں ڈنر دوں گا۔"

مگر اس وقت بھورے ماموں یہ بھولے ہوئے تھے کہ ایک غیب داں طوطے نے ان کے بارے میں

Urdu Books, English Books and Old pdf books download

http://www.Mypdfsite.com

یہ بھی کہا تھا کہ تو روٹی کے ایک ٹکڑے کے لیے دربدر ہوگا۔ اس رات بھی یہ سچ ہوا۔

وہ ایک دردناک اور اداس رات تھی جب بالآخر بھورے ماموں نے انتہائی رقت انگیز لہجے میں اس ڈنر کی منسوخی کا اعلان کیا جو وہ کالے خاں کے اعزاز میں دینے والے تھے۔ ہڑتال کے باعث ہر شادی ہال میں اُلّو بول رہے تھے جہاں ہر رات قورمے بریانی کے حصول کی جنگ میں چمچے 'کانٹے' پلیٹ اور ڈونگے بولتے تھے تو کان پڑی آواز سنائی نہ دیتی تھی۔

"تیرے اجاڑ چہرے پر مایوسی کی پھٹکار کیسی ہے بھانجے۔ تو کسی برات کا دولہا تو نہیں تھا۔" بھورے ماموں نے خوش دلی سے کام لیتے ہوئے مسکرانے کی کوشش کی "ذرا سوچ کتنے بدبخت دولہا ہوں گے جو آج ہاتھ میں پکڑے بیٹھیں ہوں گے اپنا سر۔۔۔ حجلہ عروسی کی ویرانی دیکھ کر ان پر کیا بیت رہی ہو گی۔"

"میرا پیٹ اس وقت سرکاری خزانے سے زیادہ خالی ہے بھورے ماموں۔" کالے خاں نے آہ بھری "حکومت کی طرح میں بھی عوام کے بارے میں نہیں سوچ سکتا۔ مجھے اپنے انجام کی فکر ہے جو بہت عبرت ناک نظر آتا ہے۔"

"جیسا کہ تیری ممانی کہتی ہے۔ کالے منہ اور کالے کرتوت والے کالے خاں۔ تیری وجہ سے مجھے آج رات ہی وہی ٹنڈے زہر مار کرنے ہوں گے جو تیری ممانی نے دوپہر کو اپنے لیے اُبالے تھے۔"

"میری وجہ سے کیوں؟" کالے خاں نے احتجاج کیا۔

"تو نے ہی اسے بار بار۔۔۔ یہ احساس دلایا ہے کہ وہ زمین کا بوجھ ہے۔ اس کے وزن سے کسی دن زمین پھٹ جائے گی اور شرم سے بھورے ماموں اس میں سما جائیں گے۔"

"میں نے لوا حقیقین کہا تھا۔" کالے خاں بولا۔

"تو نے اسے ڈھائی من کی کڑک جینس بھی کہا تھا۔"

"میں اسے کڑک مرغی بھی نہیں کہہ سکتا تھا ماموں۔" کالے خاں نے اقرار کیا "کیا دیا آخر اس نے دس سال میں سوائے انڈے نہ بچے۔"

بھورے ماموں نے سرد آہ بھری "ایک ماموں زاد تیرے نصیب میں نہیں تھا کالے خاں۔ صبر کر۔ شاید تیری بات سچ ہو جائے۔"

"کون سی بات؟"

"وہی جو کل تو نے اس کے منہ پر کہہ دی تھی کہ اس کا حجم ایسے ہی بڑھتا رہا تو وہ بہت جلد اس سفنڈر کی

طرح پھٹ جائے گی جس میں گنجائش سے زیادہ گیس بھر دی جائے۔" بھورے ماموں نے خواب ناک لہجے میں کہا "ظاہر ہے اس دھماکے کے بعد کوئی سالا تھانے دار مجھے نہیں پکڑ سکے گا۔ جب بیوی ہی نہیں تو سالا کیسا؟ مجھے عقد ثانی کے لیے عدت کا زمانہ بھی نہیں گزارنا پڑے گا۔"

"سوم کے فوراً بعد نکاح ہو سکتا ہے۔ اگر فاتحہ میں شریک خواتین میں سے کوئی آپ کو پسند آ جائے۔" کالے خاں طنز سے بولا۔

"سوم کیوں بھانجے۔" بھورے ماموں نے دانت نکال کے بڑی ڈھٹائی سے کہا "میت والے دن زیادہ ہوں گی مگر شاید اب ایسا نہ ہو کالے خاں۔ تیری ممانی نے مجھے غائب کرنے کا منصوبہ بنا لیا تھا۔"

کالے خاں اچھل پڑا "غائب کرنے کا کیا مطلب ہے۔ کیا اس نے کسی جادوگر کی خدمات حاصل کی ہیں؟"

بھورے ماموں نے نفی میں سر ہلایا "وہ چاہتی تھی کہ میں ہوا میں تحلیل ہو جاؤں۔ جیسے برف پگھل کے پانی بن جاتی ہے اور پانی اڑ جاتا ہے۔ جیسے کم ہوتے ہوتے کافور ختم ہو جاتا ہے۔"

"یہ کوئی سفلی علم کا عمل تھا۔۔۔؟"

"نہیں بھانجے۔ اس نے طے کیا تھا کہ وہ اپنا وزن آدھا کرے گی۔ گھر میں صرف ابلی ہوئی سبزی پکے گی 'بغیر نمک اور گھی والی اور اس نے مجھ پر واضح کر دیا تھا کہ جو گھر میں ہوگا' وہی مجھے بھی ملے گا۔ اب تو خود حساب کر سکتا ہے کالے خاں کہ اس کا وزن ڈھائی سو پونڈ سے ایک سو پچیس پر آ جاتا تو میرا وجود کہاں رہتا۔ میرا تو وزن ہی ایک سو دس پونڈ ہے۔ میں فقط پندرہ پونڈ رہ جاتا۔ صفر وزن پر مجھے یہ دنیا نہ دیکھ پاتی۔ فقط پندرہ پونڈ پر تو شاید منکر نکیر بھی کوئی بہشتی عینک لگا کے مجھے دیکھتے۔"

کالے خاں نے تسلیم کیا کہ یہ بھورے ماموں کے قتل کی انتہائی خطرناک سازش تھی جس میں ممانی پر کوئی الزام نہیں آ سکتا۔

"میں بھی کم ہوشیار نہیں ہوں بھانجے۔ میں نے صاف بتا دیا کہ ایک طویل پُر اذیت موت مرنے سے بہتر ہے کہ میں ایک پاؤ سنکھیا کھا لوں۔ میں بھی اکلا تو تمہاری دھمکی دے کر لیکن اس نے کہا کہ غیرت مند کو ایک تولہ بھی بہت ہوتا ہے۔ تو میں نے ارادہ بدل دیا بھانجے اور ایک پاؤ گاجر کا حلوا کھا لیا۔ اپنا گولو پہلوان کھویا بھی خواب ڈالتا ہے۔ اس نے پیسے بھی نہیں لیے مجھ سے کہ ہمسائیہ 'ماں جایا'۔"

کالے خاں تشویش میں مبتلا ہو گیا "یہ کہا گولو پہلوان نے؟"

"ہاں اور یہ بھی کہ بھورے ماموں 'کل ضرور آنا۔ اسپیشل حلوا بنا کے رکھوں گا آپ کے لیے۔"

Urdu Books, English Books and Old pdf books download

http://www.Mypdfsite.com

"ماموں۔ آپ کی عقل کیا گھٹنوں سے بھی نیچے چلی گئی ہے۔ گولو سے بڑا جان کا دشمن کوئی نہیں ہو سکتا۔ کل وہ اسپیشل سنگھیاڑا کر رکھے گا۔" کالے خاں نے کہا۔

بھورے ماموں ہنسے "نہیں بھانجے۔ یہ بال دھوپ میں سفید نہیں کیے میں نے۔"

کالے خاں نے ان کے آلو جیسی سطح والے سر کی جانب دیکھا۔

"میرا مطلب تھا کالے خاں۔ کینی دنیا کو پہچانتا ہوں میں۔ کل میں خودکشی کرنے کیوں جاؤں گا۔ ہمسائے کی اولاد۔ خود کھائے وہ اسپیشل حلوا اللہ کرے۔"

"آمین۔" کالے خاں نے صدقِ دل سے کہا اور چشمِ تصور سے اس کی سوگوار بیوہ کو دیکھا جو دنیا داری کے لیے بادلِ ناخواستہ اشکبار تھی۔ گولو پہلوان سے ان کی دشمنی کا آغاز ہی اس نظرباز حسینہ کی ایک فرمائش سے ہوا تھا جب اس نے دروازے کے پیچھے سے اپنی جھلک دکھاتے ہوئے کالے خاں کو مسکرا کے دیکھا اور کہا تھا کہ اگر تکلیف نہ ہو تو مجھے دو روپے کے گول گپے کھلا دیں۔ کالے خاں کو اس کے حسن کا ایسا جھٹکا لگا کہ وہ سر کے بل دوڑتا ہوا گیا اور پھر ہر روز پانچ روپے گول گپے نذرانۂ عشق کے طور پر پیش کرنے لگا مگر تکلیف اسے یہ سوچ کر ہوتی تھی کہ گولو پہلوان جیسے گوشت کے بے ہنگم پہاڑ اور کوہِ قاف کی اس پری کا کیا جوڑ۔ اس کے بعد یہ جان کر مزید صدمہ ہوا کہ گول گپے والے سمیت اس کے نصف درجن عاشقوں کی گوشمالی بدست گولو پہلوان ہو چکی تھی۔ کالے خاں اس کا ساتواں شکار تھا۔ گولو پہلوان سے ان کی دشمنی اس وقت اور بڑھ گئی جب بھورے ماموں کی خاطر اس نے دودھ کا خالی کڑھاؤ اٹھا کے فرار ہونے کی کوشش کی تھی۔ بھورے ماموں اسے بطور وِش انٹیٹا استعمال کرنا چاہتے تھے۔

گھوم پھر کے وہ پھر وہیں آ گئے جہاں سے چلے تھے اور تب بھورے ماموں نے یہ سوال اٹھایا "کالے خاں! جیسا کہ تو نے خود تسلیم کیا' تیرا پیٹ سرکاری خزانے کی طرح خالی ہے اور یہ بھی میں جانتا ہوں کہ کھانے کو نہ ملے تو عقل بھی گھاس چرنے چلی جاتی ہے لیکن تجھے اپنے ماموں پر بھروسا ہونا چاہیے۔ یہ ڈنر ملتوی ہوا ہے' منسوخ نہیں ہوا۔ کل اللہ نے چاہا تو۔"

"سوال آج کا بلکہ ابھی کا ہے ماموں۔" کالے خاں بولا۔

"آج تو ثابت کر سکتا ہے کہ اپنے اکلوتے خاندانی ماموں کی خاطر تجھے ہر قربانی منظور ہے۔ تیری جیب بہرحال خالی نہیں ہو سکتی۔"

کالے خاں نے آہ بھری "حالات ایسے ہیں ماموں کہ سب کی جیب خالی ہے اور آپ تو جانتے ہیں کہ ہر جیب اپنی جیب ہے لیکن قسمت ہی ساتھ نہ دے تو خالی بٹوے ملتے ہیں۔"

بھورے ماموں نے سر ہلایا "پھر بھی مایوسی گناہ ہے کالے خاں اور تجھے پتا ہے کہ ہر شخص کو اتنا ہی ملتا ہے جس کی وہ کوشش کرتا ہے۔"

کالے خاں سوچ میں پڑ گیا "بھورے ماموں۔ یہ بات ضرور نیکی کے کاموں کے لیے کہی گئی ہو گی۔ اس کا مطلب کون نکال سکتا ہے کہ ڈاکو جتنے زیادہ ڈاکے ڈالے اسے اتنا ہی زیادہ مال بھی ملے گا۔"

"مطلب کی بات رہنے دے بھانجے۔ یہ مطلب نکالنے والے نہ ہوتے تو اتنے فرقے کیسے بن جاتے۔" بھورے ماموں نے ایک فلسفی کی طرح کہا "تجھے یاد نہیں کہ جب تو نیکر بھی نہیں پہنتا تھا تو میرے کندھوں پر چڑھ کے کیا کرتا تھا۔"

کالے خاں نے خفت سے کہا "بچے ایسے ہی محبت کا اظہار کرتے ہیں۔"

بھورے ماموں نے نفی میں سر ہلایا "تو میرے ساتھ جلسے جلوس میں جاتا تھا اور سب کے ساتھ نعرے لگاتا تھا۔ پاکستان کا مطلب کیا' لا الہ الا اللہ۔ ابھی کل میں نے تیرے ہی جیسے صورت سے اٹھائی گیرے اور خبیث نظر آنے والے چند لونڈوں کو دیکھا جو کسی کی گاڑی چھین لائے تھے اور اسے شہر کی سڑکوں پر ایسے دوڑاتے پھر رہے تھے جیسے بحرِ ظلمات میں دوڑا دیے گھوڑے ہم نے۔"

کالے خاں دم بہ خود رہ گیا "ہم نے؟ کب ماموں؟"

"بھانجے۔ یہ اپنے علامہ صاحب نے پاکستان کے لیے کہا تھا مگر وہ لونڈے شاید نشے میں تھے اور زور زور سے گا رہے تھے۔

پاکستان کا مطلب کیا' ملک اور قوم کا مال اڑا
آزادی کا مطلب کیا' بس قانون ہو جنگل کا

کالے خاں نے کہا "نشے میں ہی ہوں گے ماموں اس لیے سچ بول رہے تھے۔"

"اب تو خود جانتا ہے کہ تیری ممانی کیا کہتی ہے اچھن مرزا کو۔ مردار' کمینہ' بدمعاش مگر تو ایم سی بی کا مطلب نکالتا ہے ماہر کبوتر باز۔"

کالے خاں ہنسا "وہ تو پرانی بات تھی۔ اب وہ ایم پی ایس ہو گیا ہے۔"

"ایم پی ایس۔" بھورے ماموں نے تصحیح کی "ڈاکٹر کو کہتے ہیں۔"

"یہ کبوتروں کا اسپیشلسٹ ہوتا ہے۔" کالے خاں بولا "فی زمانہ کرۂ ارض پر اچھن مرزا پہلا اور آخری ایم پی ایس ہے۔ ماسٹر آف پجن اینڈ پجن اسپیشلسٹ۔ انگریزی میں پجن PIGEON کہتے ہیں کبوتر کو۔ وہ ایک نظر میں بتا سکتا ہے کہ کس کبوتری کو عشق ہوا ہے یا زکام۔ کبوتر کی پرواز کو آنکھوں

Urdu Books, English Books and Old pdf books download

http://www.Mypdfsite.com

سے ایسے کنٹرول کر سکتا ہے جیسے ٹی وی کو ریموٹ۔ اس میں ایسی قوت پیدا ہو چکی ہے کہ اپنی چھت پر جس سمت دیکھے ادھر سے کوئی بھی کبوتر خود بہ خود کھنچا چلا آتا ہے۔"

"یہ تو میں نے دیکھا تھا ایک دن۔ وہ شاید کسی کبوتر کو سگنل دے رہا تھا مگر بندوق لے کر چھت پر آگیا تھا ایک پڑوسن کا شوہر۔ گولی اس کے کان کو چھوتی ہوئی نکل گئی تھی۔ ایک کان میں بالی پہن کے پھرتا ہے۔"

"وہ فیشن ہے بھورے ماموں۔" کالے خاں نے کہا۔

ہڑتال کی وجہ سے بس اور ویگن بھی نظر نہیں آرہی تھیں بالآخر ایک ویگن نمودار ہوئی تو اس کے اندر اوپر اور نیچے مسافریوں چپکے ہوئے تھے جیسے مقناطیس سے لوہے کے ذرات چمٹ گئے ہوں۔ بھورے ماموں محاورے کو آزمانے کے لیے اس میں تل دھرنے کی کوشش کرتے تو جگہ نہ ملتی مگر کالے خاں بہت خوش ہوا۔

"اب آپ صراط مستقیم پر چلتے جائیں ماموں۔ اگلے یا اس سے اگلے اسٹاپ پر میں آپ کو انتظار کرتا ہوا ملوں گا۔" کالے خاں بولا اور پھر ایسی پھرتی سے ویگن میں داخل ہوا جیسے مکھی مچھر ہو۔

بھورے ماموں کے لیے دو اسٹاپ کا فاصلہ اتنا مشکل بھی نہ تھا۔ ان کی آنتیں بھی اب قل ہو اللہ پڑھ رہی تھیں۔ وہ اس کھلونے کی طرح چل رہے تھے جس کی بیٹری ختم ہو گئی ہو۔ انہوں نے اپنے گھر میں اپنی منکوحہ کے نمک مرچ اور گھی کے بغیر ابالے ہوئے ٹنڈوں کا تصور کیا تو اشتہا سے ان کے منہ میں پانی آگیا۔ صاف ظاہر تھا کہ عقل و ہوش ان کا ساتھ چھوڑ چکے تھے۔

کالے خاں ان کا منتظر تھا اور اس کی مسکراہٹ میں دو سو واٹ کے بلب کی روشنی سے اندازہ کیا جا سکتا تھا کہ ہزاروں اس کی جیب میں ہیں۔ سیکڑوں ہوتے تو اس کا چہرہ ساٹھ واٹ کی طرح لائٹ دیتا۔

"بس اب دیر مت کر بھانجے۔" بھورے ماموں نے کانپتی آواز اور ٹانگوں کے ساتھ کہا "ورنہ تو بغیر ماموں والا بھانجا ہو جائے گا۔"

کالے خاں مسکرانے لگا "میں تو کہتا ہوں اچھا موقع ہے ماموں، ممانی کو احساس ہو گا کہ ٹنڈوں کی وجہ سے اس کا سہاگ اجڑا۔ آپ وصیت کر جائیں کہ سوم کا مینو چکن کڑاہی، چکن بریانی، تافتان اور گاجر کا حلوہ، چہلم پر چائنیز۔ آپ کی پوری قبر پر سفید سنگ مرمر لگایا جائے۔ سالے تھانے دار کو خاصا دھچکا لگے گا۔"

"تو بھول رہا ہے کہ یہ حق دشمنوں کا نہیں عزیزوں کا ہوتا ہے بھانجے۔" بھورے ماموں نے کہا

"اور تیرا کیا ہے۔ تو جنازے میں کاندھا دینے والوں کو نہیں بخشے گا۔ کسی کی جیب میں بس کا کرایہ نہیں چھوڑے گا۔ کیا خیال ہے اگر آج ہم بندو خاں کی طرف چلیں۔"

"کون وہ جو سارنگی بجاتے تھے۔ ان کے ہاں آپ جائیں اکیلے ماموں اوپر ملیں گے وہ۔" وہ کالے خاں نے دعا کے انداز میں ہاتھ اٹھائے "پراٹھے کباب تو آج ملیں گے نہیں۔ ہڑتال جو ہے۔ جھگی ہوٹل تک بند ہیں، کچھ نہیں ملے گا آج۔"

بھورے ماموں کی نظروں میں دنیا اندھیر ہو گئی "لیکن بھانجے۔ یہ جو بڑے ہوٹل میں فیلڈ مارشل اور جنرل ہوٹل۔"

"آپ کا مطلب ہے فائیو اسٹار اور فور اسٹار ہوٹل۔ اس حلیے میں اگر میں اور آپ ایسے ہوٹل کے احاطے میں بھی داخل ہوئے تو رات گزرے کی سرکاری مہمان بن کے۔ ایسی خاطر مدارات ہو گی، وہی چیزیں ہوں گی کھانے کے لیے۔ تیرہ نمبر کے چھتر کباب۔ چرغا تو خود آپ کا بنا دیا جائے گا۔"

بھورے ماموں نے ایک ٹھنڈی سانس لی "سوٹ مل جاتا کہیں سے تو ہم شرفا بن کے اندر بھی چلے جاتے لیکن آج تو ڈرائی کلینرز بھی بند ہیں کہ سوٹ کرائے پر لے سکتے۔"

اور اس وقت جب بھورے ماموں ڈنر میں ٹنڈے کیا زہر تک کھانے پر تیار تھے، کالے خاں نے مسئلے کا حل تلاش کر لیا۔ وہ اچھن مرزا ایم پی ایس کے گھر سے بہت کم فاصلے پر موجود تھے۔ تاہم کالے خاں کے لیے اصل مسئلہ اس کی دیکھنے میں خوش شکل مگر بھیانک شور کرنے والی بیوی تھی جس کی رائے اپنے شوہر۔ اس کے کبوتروں اور یاروں کے بارے میں انتہائی افسوس ناک تھی کہ ان کے گھر کے بجائے انہیں (ترتیب وار) پاگل خانے، کبوتر خانے اور جیل خانے میں ہونا چاہیے یا پھر سرے سے ہونا ہی نہیں چاہیے۔

کالے خاں کو معلوم تھا کہ اچھن مرزا لاہور میں کبوتر بازی کے سالانہ ٹورنامنٹ میں اس دعوے کے ساتھ گیا تھا کہ یا تو دو پچاس ہزار نقد انعام کے ساتھ شیلڈ لائے گا ورنہ کبوتر بازی سے تائب ہو جائے گا۔ اس نے بیوی سے یہ نہیں کہا تھا کہ وہ کون سی بازی شروع کرے گا مگر وہ پھر بھی پر یقین تھا کہ اچھن مرزا جب کبوتر باز نہیں رہے گا تو فالتو خاوند کے بجائے پالتو خاوند ثابت ہو گا۔

حسب توقع اس نے کالے خاں کا استقبال ہی حوصلہ شکن انداز میں کیا۔ دروازے کے پیچھے اس نے زبان سے فائرنگ شروع کی "اتنی رات گئے یہاں آنے کا کیا مطلب ہے خدائی خوار۔ تیری نیت میں فتور آگیا ہے کیا۔ تیرا یار تو لاہور میں ہے پھر کیا تو مجھ پر ڈورے ڈالنے آیا ہے بدکردار اور اپنے اس

Urdu Books, English Books and Old pdf books download

http://www.Mypdfsite.com

بجو کی شکل والے ماموں کو بھی بتادے کہ میں پانس پر چڑھا دوں گی اسے اور خبردار جو اب میں نے تم دونوں کو اچھن مرزا کے ساتھ دیکھا۔"

موقع ملتے ہی کالے خاں نے چال چلی "تم مجھے جو چاہو کہو مگر اچھن مرزا بڑا خبیث ہے۔ وہ تمہارا بھی باپ ہے۔"

"شوہر کو باپ کہہ رہا ہے تو نشے میں ہے کیا؟"

"میرا مطلب تھا اس کے مقابلے میں تم بہت سیدھی ہو ہم تو اسے تباہی کے راستے پر جاتا نہیں دیکھ سکتے۔ وہ تم کو چھوڑ دے گا مگر کبوتر بازی نہیں چھوڑے گا۔ اس نے بتادیا تھا ہمیں۔ وہ پچاس ہزار جیت کر لائے گا تو کسی سے کبوتروں کی ایک جوڑی خریدے گا۔ اس کا سب سے بڑا حریف آج کل کسی کے چکر میں ہے۔ اپنا سب کچھ بیچ چکا ہے۔ یہ ایک جوڑا بھی لاکھ کا ہے مگر وہ اچھن مرزا کو دینے پر تیار نہیں۔ ہم نے سودا کیا ہے۔"

"تم نے۔۔۔ یعنی اب تم بھی۔"

"ارے نہیں بھابی۔ اچھن مرزا نے کہا تم سودا کرو۔ رقم لے کر جاؤ اور کبوتر مجھے لادو۔"

اچھن مرزا کی بیوی نے اسے اندر بلا لیا۔ دیکھ کالے خاں' اول تو اس کا انعام جیتنا ہے ناممکن۔ مجھے پچاس ہزار نہیں چاہئیں۔ میں تو چاہتی تھی کہ وہ کبوتر بازی چھوڑ دے۔ میں نے اس کے چیمپئن کبوتروں کا ایسا بندوبست کر دیا تھا۔ اس نے بڑی خاص گولیاں تیار کی تھیں۔ روز ایک کھلاتا تھا کہ اس سے وہ چیٹ بن جائیں گے۔ پھر سانک کبوتر بنا رہا تھا۔ مقابلے کے دن کے لیے۔ ایک گولی تھی' مجھے بتایا تھا کہ آدھا گھنٹا پہلے دوں گا تو کبوتر بن جائے گا خلائی راکٹ۔ سات گولیاں چاندی کے ورق میں تھیں۔ راکٹ بنانے والی پر سونے کا ورق تھا۔ وہ میں نے بدل دی۔ سونے کے ورق میں خواب آور گولیاں ہیں کر ڈال دیں اور بالکل ویسی ہی گولی بنا دی۔ اب وہ اڑے گا خاک۔ اونگھتا رہ جائے گا۔ ہارنے کے بعد اس نے سارے کبوتر بیچنے کی قسم کھائی تھی میرے سامنے۔"

کالے خاں نے آہ بھری "مگر کبوتر بیچ کے وہ کیا کرے گا۔ یہ تم کیا جانو۔ تمہارے ہاتھ کچھ نہیں آئے گا اور ہے کیا اس کے پاس کبوتروں کے سوا۔ لاکھ ڈیڑھ لاکھ ملیں گے تو وہ سٹہ کھیلے گا۔ اس کا خیال ہے کہ دس لاکھ بنا کے وہ کیا کرے گا۔ توبہ توبہ میں کیسے بتاؤں؟ اچھا اب میں چلتا ہوں۔ بھورے ماموں کو ڈاکٹر کے پاس لے جا رہا تھا۔ ان پر زرا لقوے کا اثر ہے۔"

مگر اب کالے خاں سے بڑھ کر اچھن مرزا کی بیوی کا خیر خواہ کوئی نہیں رہا تھا۔ اس نے بڑی محبت

سے کہا کہ وہ تو اس کو اپنا بھائی سمجھتی ہے اور کیا وہ اپنی بہن کا گھر تباہ ہوتا دیکھ سکتا ہے۔ اس نے بھورے ماموں کو بھی اندر آنے کی اجازت دے دی اور ان کے منہ سے تھوے کا اثر ختم کرنے کے لیے فوراً دو کبوتر بھون کے لائی جو کالے خاں نے ذبح کیے تھے۔ اس کے بدلے کالے خاں نے ایک ہزار دینے کی کوشش کی مگر اچھن مرزا کی بیوی نے کہا کہ وہ ان جیسے ہی دو کبوتر لا دے تو کسی کو پتا نہیں چلے گا۔ بھنے ہوئے کبوتروں اور گرم پراٹھوں کو نگلتے ہوئے کالے خاں نے حلفیہ کہا کہ اچھن مرزا جیت کر لوٹا تو وہ اس کے پچاس ہزار سے ہرگز کبوتروں کا جوڑا نہ خریدتا۔ وہ ساری رقم اس کی بیوی کے حوالے کرتا لیکن اب اس کا امکان نہیں رہا تو اچھن مرزا کی بیوی لازم ہے کہ ہر کبوتر کا سودا کرتے وقت رقم خود وصول کرے۔ یا مال کے بدلے مال مل جائے تو اچھن مرزا بھی کام سے لگ جائے۔ سب سے اچھی نسل کے دو کبوتروں کے بدلے دو بھینسیں مل جائیں گی۔ وہ دو من دودھ دیں گی تو چار من فروخت ہو گا اور خالص سمجھا جائے گا کیونکہ دوسرے تو چھ من بنا کے بیچتے ہیں۔ دوسرے درجے کی نسل کے کبوتروں کا سودا سیکنڈ ہینڈ گدھوں کی جوڑی کے بدلے کیا جا سکتا ہے۔ اچھن مرزا فارغ وقت میں گدھا گاڑی چلا سکتا ہے۔ اگر باقی کبوتر لے کر کوئی چلتی ہوئی حالت میں گدھا گاڑی دے دے۔

اچھن مرزا کی بیوی کو اپنے خلوص سے اور کاروباری سمجھ بوجھ سے حیران چھوڑ کر کالے خاں رخصت ہوا تو اب تک منہ ٹیڑھا کر کے خاموش بیٹھنے والے بھورے ماموں نے پیٹ پر ہاتھ پھیر کے ڈکار لی اور منہ سیدھا کیا "یہ تو نے اچھا نہیں کیا بھانجے۔ پیٹ کی خاطر یار کی پیٹھ میں خنجر گھونپ دیا۔"

کالے خاں ہنس پڑا "جو کچھ کیا اس کی بیوی نے کیا۔ میں نے تو بس جھوٹ بولا تھا۔ ورنہ نہ یقین کرتی اگر زرا بھی عقل ہوتی اس میں۔ وہ تو پہلے ہی اچھن مرزا کے راکٹ کو لیل کر چکی تھی۔"

"لیکن۔۔۔ اچھن مرزا کو پتا چل جائے گا کہ وہ کبوتر بدل گئے ہیں۔"

"کبھی پہلے پتا چلا ہے اس کو۔" کالے خاں نے قہقہہ مارا "سالا بڑا ایم پی ایس بنا پھرتا ہے۔"

بھورے ماموں بھونچکے رہ گئے "یعنی تو پہلے بھی۔۔۔ ہائے۔"

اس پہلی ہائے کے بعد ہی بھورے ماموں نے پیٹ پکڑ لیا تھا۔ دوسری ہائے کچھ دیر بعد کالے خاں کے پیٹ سے نکلی۔ یہ فساد اصل راکٹ گولیوں کا تھا جو دو کبوتروں کے پیٹ میں تھیں اور وہ کبوتر اب ان کے پیٹ میں پہنچ چکے تھے۔ اچھن مرزا کی بیوی پر انہیں قتل کرنے کی کوشش کا الزام اس لیے عائد نہیں کیا جا سکتا تھا' یہ بات وہ خود بھی نہیں جانتی تھی کہ وہ گولیاں کس کبوتر نے نگلی ہوں گی اور یہ بھی اس کو علم نہ تھا کہ آج رات وہ کبوتریوں بھون کر کھانے والا کون ہو گا؟

Urdu Books, English Books and Old pdf books download

http://www.Mypdfsite.com

یہ سب اس منحوس طوطے پیش گو کا نتیجہ تھا۔ کالے خاں نے وہ رات لوٹا پریڈ کرتے گزار دی تھی مگر بھورے ماموں کے اندر راکٹ گولی نے سب کچھ تباہ کر دیا تھا۔ صبح دم انہوں نے عالم نزع میں ممانی سے کہا "دو گز کفن کا ٹکڑا تیرا لباس ہوگا۔۔۔ نیک بخت۔"

ممانی نے سینے پر دوہتڑ مارا "ہائی ہائی ۔ اثر دماغ پر بھی ہو گیا۔ مرخود رہے ہو کفن کے لیے مجھے کوس رہے ہو۔ کیوں کھایا تھا اتنا اناپ شناپ۔ وہ کالے منہ، کالے کرتوت والا کالے خاں۔ اس کے منہ کو لگ گیا ہے شادی ہالوں کا کھانا۔ اپنا گھر بساتا نہیں دوسروں کو اجاڑتا پھرتا ہے۔"

بھورے ماموں نے ان کو بہت یقین دلانے کی کوشش کی مگر وہ بالکل یقین کرنے پر تیار نہ تھیں کہ بھورے ماموں کا آخری وقت آگیا تھا پھر سالا تھانے دار ایک جلاد صورت شخص کے ساتھ نمودار ہوا اور اس نے بڑے عزم کے ساتھ اعلان کیا کہ رات بھر میں تیس بار ہاتھ روم جانے کے بعد اب بھورے ماموں کو پورا مہینہ فراغت حاصل رہے گی۔ غالباً فرشتۂ اجل ایسے ہی مذاق میں روح قبض کر لیتا ہوگا۔ بھورے ماموں نے سوچا مگر اس ڈاکٹر نے جو کہا تھا وہ کر دکھایا۔

وہ تیسرا فاقہ کشی کا دن تھا جب بھورے ماموں کا معدہ کسی خالی چکی کی طرح کام کر رہا تھا۔ غالباً ایسی ہی چکی چلتی دیکھ کر کبیرا رویا ہوگا جب گندم ہی نہیں ڈالی جائے گی تو آٹا کہاں سے نکلے گا۔ ایک پورا مہینہ کیا انہیں شام تک اپنی عبرت ناک وفات کا یقین تھا۔ ممانی کو سالا تھانے دار اپنے ساتھ لے گیا تھا اور دروازے پر سنتری چھوڑ گیا تھا جو ہر آتے جاتے ریڑھی والے سے کچھ نہ کچھ لے کر اپنے پیٹ کے گودام میں بھرتا رہتا تھا۔ تاہم وہ کبھی نہ بھرنے والا گودام تھا۔

پابندی بھورے ماموں کے باہر جانے پر تھی۔ کالے خاں نے احتیاطاً سنتری بادشاہ کو نذرانہ پیش کر دیا۔ اب سالے تھانے دار کو اس ملاقات کا علم نہیں ہو سکتا تھا۔

بھورے ماموں اس کو دیکھ کر آبدیدہ ہو گئے۔ "اچھا ہوا میری صورت دیکھ لی تو نے بھانجے۔ تیری ظالم ممانی نے مجھ کو ویسے مرنے بھی نہیں دیا جیسے میں چاہتا تھا۔ فاقے کر کے مرنا شرمناک فعل ہوگا۔"

کالے خاں نے "مبارک ہو بھورے ماموں۔"

"مجھے میری موت پر مبارک باد دینے والا میرا بھانجا۔"

"مریں آپ کے دشمن ماموں۔" کالے خاں بولا "وہ فراڈ نجومی اور اس کا طوطا۔ میں تو نئے سال کی مبارک باد دے رہا تھا۔"

بھورے ماموں نے سرگوشی میں کہا "نئے سال کے موقع پر میں نے ڈنر دیا تھا تجھے۔"

"دو اس سال ڈنر میری طرف سے ہے۔ خطرہ بھی کوئی نہیں ایک نئے شادی ہال کی پہلی تقریب ہے۔" کالے خاں نے کہا۔

بھورے ماموں نے مایوسی سے سر ہلا دیا "باہر سالے تھانے دار نے پہرا بٹھا دیا ہے کالے خاں۔"

کالے خاں نے قہقہہ مارا "پہرے دار ہمارے ساتھ جائے گا ماموں۔ ہم سے زیادہ اسے مال مفت کھانے کی عادت ہے۔"

"مینو کیا ہے بھانجے؟" بھورے ماموں نے کہا اور یوں مستعدی سے اٹھ کھڑے ہوئے گویا بیمار ہی نہ تھے۔ مرغن کھانوں کے اشتہا انگیز تصور نے ان میں توانائی بھر دی تھی۔ اپنی ڈھائی من کی زوجہ اور اس کے تھانے دار بھائی کا ہر ستم انہیں اب ہیچ لگ رہا تھا۔

○☆○

KHAN BOOKS
STATIONARY AND LIBRARY
F/890/4 NISHTAR ROAD BHABRA BAZAR
RAWALPINDI PH:5556532
PROP:ALI KHAN

Urdu Books, English Books and Old pdf books download

http://www.Mypdfsite.com

سٹھوں کا کلب

کالے خاں نے صبح کی شفٹ سے واپسی پر اپنے اکلوتے اور نایاب نسل کے بھورے ماموں کو ان کے غریب خانے کے مقابل (جسے وہ دکھی دل سے اپنا یتیم خانہ بھی کہتے تھے) اس پرانے لوٹے کی طرح رکھا ہوا پایا جسے گھر کے مکین جاتے وقت کسی باتھ روم میں لاوارث چھوڑ گئے ہوں۔

وہ اتنے ساکت تھے کہ ان کی آنکھوں کی پتلیاں تک ٹھہری ہوئی تھیں۔ کالے خاں کو شک ہوا کہ ان کی سانس بھی رکی ہوئی ہے مگر عجلت میں اناللہ پڑھ کے ممانی کو بیوہ کا خطاب دینے سے پہلے ضروری تھا کہ نبض کے ساکت ہونے کا یقین کر لیا جائے۔

کالے خاں کو اس وقت سخت صدمہ ہوا جب بھورے ماموں نے ہاتھ کھینچنے کے بہانے اس کی ناک پر مکا مارا اور ملامت بھرے لہجے میں کہا "گھڑی مت اتار کالے خاں۔ ابھی زندہ ہوں میں۔"

"اگر آپ سچ مچ فوت ہو جاتے تب بھی میں یہ گھڑی نہ اتارتا جو آج بھی انیس سو چودہ کا وقت بتاتی ہے" کالے خاں نے سخت برا مان کے کہا اور ان کے مقابل دوسرے لوٹے کی طرح پوز بنا کے بیٹھ گیا۔

ہر روز کی طرح بھورے ماموں نے اپنا شہرت یافتہ تھری پیس سوٹ پہن رکھا تھا جو ائرکنڈیشنڈ لنگی، واسکٹ نما بنیان اور ترکی ٹوپی پر مشتمل تھا اور جس میں ہر سطح پر جتنے بھی سوراخ تھے وہ ائرکنڈیشننگ کے نظام کی موثر کارکردگی کے ضامن تھے۔ تاہم گزشتہ چند برسوں میں یہ سوراخ ایک شرمناک شرح سے پھیل گئے تھے۔ جیسے رشوت کے ریٹ اور افراط زر کی شرح۔ اس وقت بھی کالے خاں نے نوٹ کیا کہ بھورے ماموں جامے سے باہر ہوئے جا رہے ہیں۔ یوں سنسر بورڈ کی طرح انہیں ہر زاویے سے دیکھا جائے تو قابل اعتراض بھی قرار دیا جا سکتا تھا۔ مگر کالے خاں خاموش رہا۔

یہ زیادہ پرانی بات نہیں تھی کہ لنگی سوٹ میں بھورے ماموں کے فیشن کو دیکھتے ہوئے گلی کے کونے پر آباد کالے صوفی نے ایک ناکام احتجاجی مظاہرہ کیا تھا۔ وہ اپنی تقریر سے یہ ثابت کرنا چاہتا تھا کہ یہ فرق بڑھتا رہا تو بالآخر ایک دن صرف سوراخ ہوں گے، لنگی کہیں نہیں ہو گی اور بھورے ماموں بشرط زندگی اس حالت اکیسویں صدی میں داخل ہوں گے جیسے وہ بیسویں صدی میں دنیا میں آئے تھے۔

"تمہاری یہ لنگی پہلے بھی لباس کا خلاصہ تھی" اس نے ہاتھ ہلا کے کہا "یہ خلاصہ بھی اب عنوان ہوتا جا رہا ہے اور اس میں جب میری گھر والی تم کو دیکھتی ہے تو... خون کھولنے لگتا ہے میرا۔"

"آخر تمہاری گھر والی تم کو کیوں نہیں دیکھتی؟" کالے خاں نے کہا۔

بھورے ماموں نے فوراً صورت حال کو سنبھال لیا "بھائی صوفی، اصل پردہ تو ہوتا ہے آنکھ کا۔"

"کون سی آنکھ کا ماموں! یہ بھی بتا دیں اسے" کالے خاں نے یک چشم صوفی کی فیوز ہو جانے والی آنکھ کو دیکھ کر کہا۔

یہ کالے صوفی پر بامحاورہ ذاتی حملہ تھا۔ وہ پٹاخے کی طرح اچھلا "دیکھ لوں گا میں۔ اب یا تم رہو گے یا لنگی... میں تمہارا پیٹ پھاڑ دوں گا یا یہ لنگی پھاڑ دوں گا... پھاڑ دوں گا۔"

عالم اشتعال میں اس نے ایسی بہت سی چیزیں پھاڑ دینے کی دھمکی بھی دی جن کا لنگی سے تعلق نہیں تھا لیکن کالے خاں اپنے بھورے ماموں کی ایک سیاسی چال پر دنگ رہ گیا۔

انہوں نے کہا "ہر چند کہ اس ائرکنڈیشنڈ لنگی کو پہننا میرا جمہوری حق ہے لیکن اتفاق سے عناد کے ایسے ہی جذبات میں تمہاری منکوحہ کے غرارے کے بارے میں رکھتا ہوں۔"

صوفی ایک غیرت مند شوہر کی طرح غصے میں تھر تھر کانپنے لگا "بھوری داڑھی والے خبیث لومڑ!" اس نے یوں آستین چڑھائی جیسے اب بھورے ماموں پر حملہ کرنے والا ہو "میری بیوی کے غرارے سے تیرا کیا تعلق؟"

"جو تمہارا میری لنگی سے ہے" بھورے ماموں نے دانتوں میں خلال کرتے ہوئے ایک منطقی جواب دیا۔

کالے خاں نے جو فریقین کے درمیان دیوار برلن کی طرح حائل ہو گیا تھا، صوفی کو خبردار کیا "ماموں کو لومڑ کہنے پر میں قتل عام کر دیتا ہوں۔"

"لیکن مسئلے کا آسان حل موجود ہے" بھورے ماموں نے کہا "تمہاری بیوی غرارہ پہننا چھوڑ دے، میں لنگی سے تائب ہو جاتا ہوں۔"

Urdu Books, English Books and Old pdf books download

http://www.Mypdfsite.com

"یہ کیسے ہو سکتا ہے" صوفی نے چلا کے کہا "وہ غرارہ نہیں پہنے گی تو کیا پہنے گی؟"

"وہ اسکرٹ پہن سکتی ہے جو ایک شریفانہ اور معزز لباس ہے" بھورے ماموں نے کہا اور الزبتھ ٹیلر سے ملکہ الزبتھ تک متعدد شریف اور معزز خواتین کے حوالے دیے۔

لیکن صوفی کی منکوحہ کا اسکرٹ پہننا اتنا ہی ناممکن تھا جتنا الزبتھ ٹیلر کا شٹل کاک برقع پہننا۔

چنانچہ صوفی نے بھڑک کر کہا "اسکرٹ پہناؤ تم سالے تھانے دار کی بہن کو۔ جس کے تم ایک نام نہاد، جنسی شوہر ہو۔ یہ سب فاسد خیالات پیدا کرنے والی مغربی فلموں کا قصور ہے بھورے خاں۔ ان میں تم دیکھتے ہو ایسے غیر شرعی ملبوسات..."

"اور وہ فلمیں جو تم دیکھتے ہو... ملبوسات کے بیچے..."

صوفی فوراً اپنا لہجہ بدلنے پر مجبور ہوا "وہ... میں تو دیکھتا ہوں عبرت پکڑنے کے لیے... اور قرب قیامت کی نشانیاں تلاش کرنے کے لیے..."

"اس کے لیے فلمیں کیوں دیکھتے ہو۔ آئینے میں اپنی شکل دیکھ لیا کرو" کالے خاں نے کہا "ہر نشانی مل جائے گی۔"

"تمہاری یہ لنگی ایک شیطانی چیز ہے" صوفی نے ہاتھ لہرا کر کہا "شرافت کے خلاف ایک یہودی سازش ہے۔"

بھورے ماموں نے بھی ہاتھ بلا کر اعلان کیا "لنگی ہمارا تہذیبی ورثہ ہے۔ ہمارے خاندان کا امتیازی نشان ہے۔"

"لنگی پر حملہ ہماری عزت پر حملہ ہے" کالے خان نے بازو کو صوفی کے سامنے شمشیر آبدار کی طرح لہرایا۔

"اور بھانجے کیا ہم اکثر خاندان کی آبرو پر جان قربان نہیں کرتے" بھورے ماموں نے کہا۔

کالے خاں نے تائید میں سر ہلایا "بے شک۔ کیا میں صوفی کو ان کی فہرست دکھاؤں جو لنگی پر انگلی اٹھانے کے جرم میں جہنم رسید ہوئے۔"

"مگر حملہ تم نے میری عزت پر کیا تھا" صوفی متاثر ہوئے بغیر بولا "تم نے نام کیسے لیا میری بیوی کے غرارے کا!"

"بات عزت کی ہو تو فیصلے تلوار کرتی ہے" بھورے ماموں نے کہا "کالے خاں! اپنی ممانی سے کہو کہ کر دادا جان کے پر دادا کی تلوار نکالیں جس سے انہوں نے انگریزوں کی ایک پوری چھاؤنی کو گاجر

مولی کی طرح کاٹ کے رکھ دیا تھا۔"

"وہ... آہم... ماموں" کالے خاں نے سرگوشی کے انداز میں کہا "غالباً ممانی نے کسی کو دے دی تھی... وہ جو آتا ہے نا نوادرات کا ڈیلر... ریڑھی لے کر۔"

"وہ پرانے برتن، ٹین ڈبے لینے والا کباڑیا" بھورے ماموں نے بے خیالی میں کہا۔ ان کی بات سے خاندان کی تاریخی ساکھ افسوس ناک طور پر متاثر ہوئی۔

"دادا کے پر دادا کی تلوار، پر دادا کی شلوار۔ اور دادا کی یہ لنگی سب لے جائے گا۔ وہ چار چار آنے میں" صوفی نے دل ہی دل میں خوش ہو کے کہا "اور تم ہوئے لنگی میں تو سمجھو تم بھی گئے۔"

بھورے ماموں نے اپنے وقار اور اپنی متانت میں کوئی فرق نہیں آنے دیا "مومن ہے تو بے تیغ بھی لڑتا ہے سپاہی!" انہوں نے خاصے یقین کے ساتھ کہا "تم آ جاؤ شمشیر و سناں لے کر۔"

"ہم طاؤس و رباب سے مقابلہ کریں گے۔ یہی اسلاف کی شان تھی" کالے خاں نے کہا۔

"تلوار ہوتی میرے پاس تو میں بہت پہلے تمہارا یہ خالی ناریل جیسا سر تمہارے ہاتھ میں پکڑا چکا ہوتا" صوفی نے کہا۔

"چلو پھر مرنے کے لیے تیار ہو جاؤ اور اپنی تاریخ وفات بتاؤ" بھورے ماموں نے کہا "بہادر بھانجے تو غازی کہلائے گا یا شہید۔"

کالے خاں نے فکر مند ہو کے کہا "بھورے ماموں! اس اعزاز کے لیے میری عمر کچھ کم ہے..."

"اچھا تو پھر کوئی پر امن تصفیہ کر لیتے ہیں" بھورے ماموں نے جلدی سے کہا۔

کالے خاں نے تائید میں سر ہلایا "ٹاس کر لیتے ہیں۔ کیا خیال ہے صوفی؟ اگر تم جیت گئے تو میں لنگی تمہارے حوالے کر دوں گا ورنہ..."

"یہ... غیر اسلامی طریقہ ہے" صوفی نے چلا کے کہا۔

"اچھا تو مقابلہ کر لو" بھورے ماموں نے کہا "فرض کرو لنگی اور غرارے کی دوڑ ہو جائے..."

صوفی نے حلق سے پر شور آوازیں نکالتے ہوئے بھورے ماموں کے سر پر مکا مارنے کی قابل مذمت کوشش کی۔ بھورے ماموں فوراً رکوع میں نہ جاتے تو ان کا پرانا سر جو کسی مٹی کے کوزے کی طرح نظر آتا تھا ایک طرف سے پچک جاتا۔ صوفی لٹو کی طرح گھوم گیا۔

اس نے بھورے ماموں کو پھر وہی خطاب دیا "ابے او بھورے لومڑ! تیرے ساتھ بھاگے گی میری... وہ یار وہ منکوحہ..."

Urdu Books, English Books and Old pdf books download

http://www.Mypdfsite.com

"پوچھ لو اس سے" کالے خاں نے کہا "کسی اور کے ساتھ بھاگنا چاہے تو اس کی مرضی۔"

بھورے ماموں نے پھر صورت حال کو سنبھال لیا "یار صوفی! میں تمہاری اور اپنی بات کر رہا تھا۔ دوڑ کا مقابلہ میرے اور تیرے درمیان ہوگا' نگلی کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک میں لنگی پہن کے دوڑوں گا' تم آجاؤ غرارے میں۔"

"غرارے میں؟ میرے باپ نے کبھی غرارہ نہیں پہنا" صوفی نے واویلا کیا۔

"چلو پھر تم لنگی باندھ لو" بھورے ماموں نے بڑی فراخ دلی سے کہا "تمہاری بیوی کا غرارہ میں پہن لوں گا۔"

اگر کالے خاں موجود نہ ہوتا تو صوفی وہاں سے بھورے ماموں کو فوت کیے بغیر نہ جاتا۔ تاہم جاتے جاتے اس نے خاصے قاتلانہ اعلانات کیے کہ اس نے لنگی کو بھورے ماموں کا کفن نہ بنا دیا تو شیو کروالے گا اور اس کے لیے بہت جلدی سر سے کفن باندھ کے آؤں گا۔ بھورے ماموں کے سرکاری ترجمان کی حیثیت سے کالے خاں نے اس کو دندان شکن جواب دیا کہ اس نے بھی غرارے کی لنگی نہ بنا دی تو بھورے ماموں کا نہیں کسی سور کا بھانجا۔

○☆○

کوسنے والا کاکا صوفی پیدائشی طور پر کمینہ اور احسان فراموش شخص تھا ورنہ بھورے ماموں جیسے محسن کی لنگی کو دھوکے پیتا۔ ایسے متعدد مواقع آئے تھے جب بھورے ماموں نے اس کے ساتھ بلا معاوضہ نیکی کی۔ مثلاً اس وقت جب صوفی کی اور بیجل بیوی اللہ کو پیاری ہوئی تھی اور صوفی خشک آنکھوں کے ساتھ حلق سے بھوں بھوں کر کے اصلی رونے کی آوازیں نکال رہا تھا تو بھورے ماموں نے ہی اسے کہا تھا کہ وہ تاریک پہلو کو نہ دیکھے۔ اگر خدا چاہتا تو اسے بھی اٹھا سکتا تھا۔ بدقسمت تو مرحومہ تھی۔

خود کالے خاں نے اس کے ساتھ بہت مروت کا سلوک کیا تھا۔ جب صوفی نے کہا تھا کہ معلوم نہیں کس کی کالی نظر کھا گئی اسے اور کالے خاں کو ایسے دیکھا تھا جیسے وہ ایک آدم خور ہے تو کالے خاں نے درگزر سے کام لیتے ہوئے اس کو ایک پڑوسی کانٹینیل جمیل کی مثال دی تھی جس کو خدا نے چہلم سے قبل ہی صبر جمیل عطا کر دیا تھا اور اس نے آدھی کو پوری گھر والی بنا لیا تھا۔ یعنی سالی کو ڈپلی کیٹ وائف سمجھ لیا تھا۔

صوفی نے تو چہلم سے بھی قبل ہی معلوم کرنا شروع کر دیا تھا کہ صبر جمیل کے لیے شروع میں کتنا

عرصہ مقرر ہے اور مناسب جواب نہ ملنے پر ڈپلی کیٹ وائف کی تلاش میں یوں نکل کھڑا ہوا تھا جیسے کولمبس نئی دنیا کی تلاش میں نکلا تھا۔

اس کی نئی دنیا نے پرانے شوہروں کے وجود پر وہی اثر کیا جو پرانی شراب نئے پینے والوں پر کر سکتی ہے۔ چند ایک نے محض حسد اور قابل اعتراض خوابوں پر اکتفا کیا یا سوچنے پر مجبور ہوئے کہ زندگی کی گاڑی کا دوسرا پہیہ بدلنے کے لیے کیا دعا یا دوا کرنی چاہیے۔ خود بھورے ماموں کو کالے خاں نے سفلی علم کے ایک اسپیشلسٹ کا نوشتہ دیوار پڑھتے پکڑا جس نے صرف سوا روپے میں ہر مراد پوری کرنے کا اعلان کیا تھا اور واضح الفاظ میں لکھا تھا "محبوب آپ کے قدموں میں۔"

تاہم جب صوفی کی نئی دنیا پر اللہ رکھا پہلوان نے ایسے ہی قبضہ کیا جیسے ایسٹ انڈیا کمپنی نے ہندوستان پر تو بھورے ماموں ہی تھے جس نے صوفی کو اقدام خودکشی سے روکا۔ ایک صبح ماموں نے اسے ایک بانس کے ساتھ سخت غیظ و غضب کے عالم میں دوڑتا ہوا پایا حالانکہ اس کے پیچھے کوئی پاگل کتا نہ تھا۔ وہ خود اپنے حلق سے ایسی آوازیں نکال رہا تھا کہ ایک کتا اسے پاگل سمجھ کے فرار ہونے کی کوشش میں صوفی کی ٹیڑھی ٹانگوں والے محرابی دروازے سے گزرا اور صوفی نے اس کو بانس مارنے کی کوشش کی جو صوفی کے قد سے تین گنا بڑا تھا۔ اس سے پہلے کہ بھورے ماموں کچھ کرتے' وہ سب گر چکے تھے یعنی کتا' بانس اور صوفی۔

کتا جائے حادثہ پر سب سے پہلے اٹھا۔ پھر بھورے ماموں نے صوفی کو اٹھایا اور صوفی نے بانس کو۔ بانس بالکل سیدھا تھا اور اس میں گومڑ قدرتی تھے۔ صوفی دائیں جانب خم کھا کے ایسے ہو گیا تھا جیسے بریکٹ کی علامت۔ اس کے منڈے ہوئے کوزہ نما سر کے عقب میں ایک ابھار ایسے نمایاں ہو چکا تھا جیسے کسی بہت بڑے تربوز پر نصف خربوزہ النار رکھا ہو۔

"میں ۔۔۔ اس کو نہیں چھوڑوں گا" صوفی نے بھورے ماموں کے سوال پر کہا۔ غالباً اس پر چوٹ کا اثر تھا کہ وہ دائیں بائیں ہل رہا تھا اور بانس سے مخاطب تھا۔

"لیکن وہ کتا بہ قائمی ہوش و حواس چلا گیا" بھورے ماموں نے اسے اطلاع دی۔

"میں اللہ رکھا کی بات کر رہا ہوں" صوفی نے بانس کو دوبارہ لاٹھی کی طرح زمین پر مارا "اس نے میری عزت لوٹ لی ہے۔"

اگر اس بات پر بھورے ماموں نے سمجھا کہ صوفی کا دماغ چل گیا ہے تو کچھ غلط نہ تھا۔ انہوں نے کہا "کیسے ۔۔۔ میرا مطلب ہے جو چیز تمہارے خاندان میں نہ تھی ۔۔۔"

Urdu Books, English Books and Old pdf books download

http://www.Mypdfsite.com

چونکہ برا ماننے کا موقع نہ تھا اس لیے صوفی نے وضاحت کی کہ اللہ رکھا اس کی پیاری بیوی کو لے گیا تھا چنانچہ اب وہ اللہ کو پیارا نہ ہوا تو یہ صوفی کے لیے ڈوب مرنے کا مقام تھا۔ اپنی جنگی حکمت عملی کی وضاحت کرتے ہوئے اس نے بانس کو ایک دوبار میزائل سے نشانہ دی اور کہا کہ اس طرح وہ پہلوان کے قریب جانے کا خطرہ مول لیے بغیر ڈنڈے مار مار کے ہلاک کر دے گا۔

"یوں" کہہ کے صوفی نے اس لمبے ڈنڈے سے اس گینڈے جیسے رقیب کے خلاف حملے کا عملی نمونہ پیش کرنا چاہا تھا لیکن بانس کی زد میں قانون نافذ کرنے والے ادارے کے دو ارکان آ گئے جو ایک ہی سائیکل پر جائے واردات سے گزر رہے تھے۔ بانس ان کی سائیکل کے اگلے پہیے میں پھنس گیا اور کانسٹیبل اور اس کا دو فیتے والا افسر اعلیٰ ان سب اشیائے صرف کے ساتھ گلی میں پھیل گئے جو عقیدت رکھنے والوں نے انھیں ہر روز کی طرح آج بھی تحفے میں دی تھیں۔ انڈے، ٹماٹر اور گلاب جامن وغیرہ پر وہ خود اور ان پر سائیکل کے گرنے سے خطرناک صورت حال پیدا ہو گئی تھی۔ چنانچہ بھورے ماموں کو بھی ٹنگی سنبھال کے دوڑ لگانی پڑی لیکن یہ پھر سالا تھانے دار ہی تھا جس نے بھورے ماموں اور صوفی دونوں کو مرغا بننے اور پھر انھیں دو درجن انڈے دینے سے بچا لیا۔

اگر صوفی نے بھورے ماموں کی ازدواجی بصیرت اور تجربے کی روشنی میں اگلا قدم اٹھایا ہوتا تو اسے عدت کا زمانہ سرکاری اسپتال کے "ہڈی وارڈ" میں نہ گزارنا پڑتا۔ کالے خاں کے ساتھ جب وہ صوفی کی تعزیت کے لیے گئے تو اس اعداد و شمار کے علاوہ بھورے ماموں کو وہ ایکسرے بھی اپنی درد بھری کہانی کے ساتھ دکھائے جن سے ثابت ہوتا تھا کہ ایک دھوبی پٹخنے سے اللہ رکھا نے تو صوفی کے دو جوڑ، تین دانت اور چار پسلیوں کو ہی توڑا تھا مگر درحقیقت اس کا دل ٹوٹ گیا تھا کیونکہ دھوبی پٹخنے کی فرمائش اس کی سابق منکوحہ کی تھی۔ سابق اس لیے کہ وہ صوفی کو طلاق دے چکی تھی۔

کالے صوفی کے قائم مقام باپ کا کردار ادا کرنے والے بھورے ماموں کو ناخلف صوفی نے عقد نمبر تین سے اتنا ہی بے خبر رکھا جتنا کہ پی ٹی وی کا خبرنامہ عوام کو رکھتا ہے۔ کالے خاں اور بھورے ماموں تو معمول کے مطابق ڈنر کے لیے گھر سے نکلے تھے اور ایک نئے شادی ہال کا انتخاب بھی اس لیے کیا گیا تھا کہ انتظامیہ نئی تھی۔ چنانچہ طعام سے پہلے ہی خاطر تواضع ہونے کا کوئی امکان نہ تھا۔

وہاں صوفی کو گلے میں ہار ڈالے اور سو فیصد دولھا کا روپ دیکھ کر وہ دم بخود رہ گئے۔ بھورے ماموں کے نزدیک احسان فراموش صوفی سزا کا مستحق تھا۔ یہ کارِ خیر ان کے بھانجے نے یوں کیا کہ اس نے ایک سادہ لفافے پر بقلم خود نیک تمناؤں کے ساتھ رکھا اور اسے بند کر دیا۔ وہ دیکھ چکے تھے کہ صوفی

ایسے کتنے لفافے وصول کر کے جیب میں ٹھونس چکا ہے۔ صوفی ان بن بلائے مہمانوں کی تشریف آوری سے ناخوش نظر آتا تھا مگر کالے خاں کے ہاتھ میں ایک لفافہ دیکھتے ہی اس نے داڑھی مونچھوں کے درمیان سے مسکراہٹ والی ہتیلی دکھائی۔

لفافے میں نیک تمناؤں کے سوا کچھ نہ تھا جو کالے خاں نے گلے ملتے وقت صوفی کے سوٹ کی جیب میں بڑی محبت سے ٹھونس دیا تھا۔ فرط محبت میں اس نے صوفی کو تین منٹ تک ہر پہلو سے دبایا اور فنکارانہ صفائی کے ساتھ اکیاون اور ایک سو ایک روپے والے سب لفافے برآمد کر کے بھورے ماموں کو تھما دیے جو مبارک باد دینے والوں کے ہجوم میں باری کا انتظار کرنے کے بجائے صوفی کو پیچھے سے چمٹ گئے تھے۔ ہر دولھا کی طرح وہ بھی حواس باختہ تھا اور مسلسل دبائے جانے سے نیم جان ہو گیا تھا چنانچہ اس کو اپنے لٹ جانے کا علم ہونے تک بھورے ماموں اور کالے خاں پرانے فارمولے کے تحت مال غنیمت کو تقسیم بھی کر چکے تھے۔

صوفی اگلے دن کسی پاگل ہو جانے والے اونٹ کی طرح ہلبلاتا ہوا دیکھا گیا۔ کالے خاں اور بھورے ماموں کو یک جا دیکھ کر وہ ان کی طرف آیا اور خاصی اشتعال انگیزی کی۔ اس نے بالآخر خاص کالے خاں کو ایک آنکھ سے گھورتے ہوئے کہا کہ اسے سب معلوم ہے کہ وہاں کون کس نیت سے آیا تھا اور جو بن بلائے وہاں آئے تھے، وہ کس قماش کے لوگ تھے۔ اس نے نام لیے بغیر ہی واضح کرنے کی کوشش کی کہ دس ہزار روپے کی سلامی کو باپ کا مال سمجھ کر وہی لے گئے تھے۔

بھورے ماموں کو صوفی کی اخلاقی گراوٹ پر افسوس ہوا جو دو ہزار چار سو بیس روپے کی رقم کو سفید جھوٹ بول کے دس ہزار بتا رہا تھا۔ کالے خاں کے ٹوکے کو خود بھورے ماموں نے ہی چیک کیا تھا اور وہ سارا حساب صوفی کو آڈٹ کے لیے بھی پیش کر سکتے تھے۔ ان کی جھے میں ایک ہزار ایک سو دس روپے آئے تھے جس میں سے انھوں نے اپنے ہونہار بھانجے کو اس کی مہارت اور اعلیٰ کارکردگی پر دس روپے انعام میں دے دیے تھے۔

بالآخر بھورے ماموں نے کہا "بھانجے! صوفی کا بہت نقصان ہوا ہے۔ کہیں اس کا ہارٹ فیل ہو گیا تو وہ تقریباً نئی دلہن کیا کرے گی۔"

"پتا نہیں ماموں!" کالے خاں نے سوچ کر کہا "کیا میں اسے قلب کو تقویت دینے والی وہ معجون لا دوں جو اچھن مرزا ایم سی بی (ماہر کبوتر باز) کی ایجاد ہے؟"

بھورے ماموں نے نفی میں سر ہلایا "تم کو اپنے دوست لال خان ڈی ٹی سی سے بات کرنی

Urdu Books, English Books and Old pdf books download

http://www.Mypdfsite.com

چاہیے۔"

"للہ ڈی آئی جی سے" کالے خاں نے کہا "ہاں' وہ رقم برآمد کر سکتا ہے۔ کہیں سے بھی۔"

صوفی کی زبان گنگ ہو گئی تھی "کون ڈی آئی جی۔۔۔؟"

"اپنا للّو!" کالے خاں نے بے نیازی سے کہا "لنگوٹیا یار ہے اپنا۔ ادھر اشارہ کیا میں نے' ادھر وہ دوڑتا ہوا آ جائے گا۔"

"صوفی کی مدد کرنا ہمارا فرض ہے کالے خاں۔۔۔!"

"اچھا۔ آپ کہتے ہیں تو صوفی کو اس کے پاس لے چلتے ہیں مگر یہ صوفی کو بتا دیں ماموں کہ تفتیش ہو گی تو پوری ہو گی۔"

"یہ تو ہے" بھورے ماموں نے سرہلا کے کہا۔ "پوری برات آئے گی۔ صوفی کی سسرال اور قاضی سمیت۔"

کالے خاں نے کہا "اور آلۂ تفتیش سے ایک رات میں یہ بھی پتا چل جائے گا کہ کس نے صوفی کو کتنی سلامی دی تھی۔۔۔؟"

صوفی نے چشمِ تصور سے ایک رات پولیس کے ڈرائنگ روم میں گزارنے والی برات کی واپسی کا منظر دیکھا یا وہ اصل رقم کا راز فاش ہو جانے کے خیال سے ڈرا بہرحال وہ واپس گیا تو بہت شرمندہ نظر آتا تھا اور (اصلیت کا علم ہونے تک) وہ اتنا باادب باملاحظہ ہوشیار رہا کہ بات کرتا تھا تو جناب کالے خاں صاحب کہتا تھا۔ ایک بار تو حکم ملنے پر اس نے بھورے ماموں کے سر میں تیل مالش بھی کی اور ان کے پیر دباتا رہا۔

یہ ممانی کا حسد تھا جس نے بالآخر ان کی عزت کو خاک میں ملا دیا۔ اپنے اکلوتے بھانجے کو انھوں نے ہمیشہ 'مشٹنڈا' جیب کترا اور حرام خور گرہ کٹ جیسے خطابات دیے تھے۔ صوفی کو جیسے ہی علم ہوا کہ للو ڈی آئی جی صرف ایک مالی ہے تو وہ بھورے ماموں اور کالے خاں کی تلاش میں نکلا۔ وہ ماموں بھانجے کی شرپسند جوڑی پر واضح کر دینا چاہتا تھا کہ اب وہ ایک بہادر آدمی ہے جو کسی ڈی آئی جی کے باپ سے بھی نہیں ڈرتا چنانچہ دشمنی کا پرانا سلسلہ وہیں سے پھر شروع ہو گا جہاں سے ٹوٹا تھا۔ اگرچہ راستے میں اس نے سوا روپیہ دے کر ستارہ شناس پروفیسر غیب سامانی سے بھی فال نکلوا کے ثابت کیا تھا کہ اس کی دلی مراد پوری ہو گی لیکن وہ کالے خاں کے اڈے سے واپس ہوا تو اسے یک چشم ہونے کے باوجود ایک کے چار دکھائی دے رہے تھے اور وہ اس دیگین کی طرح دوڑ رہا تھا جس کے نشے میں دمست پا گٹ نے ٹنگی میں

بھی پیڑوں کی جگہ شراب ڈال دی ہو۔ وہ مقتول ہونے سے بال بال بچا تھا۔ ظاہر ہے' یہ اس کے دل کی مراد نہیں تھی۔ قصور اس گمراہ کن طوطے کا تھا۔

اس سے پہلے کہ وہ کالے خاں پر اپنی آمد کا مقصد واضح کرتا' صوفی نے ایک بدتمیز شخص کو اپنے مقابل پایا۔ اس نے خاصے گستاخ انداز میں کہا کہ معاف کرو بابا' ایسے منہ اٹھا کے اندر گھسے چلے آ رہے ہو جیسے یہ تمہارے باپ کا گھر ہے' کالے خاں نے فوراً اسے صوفی کے بارے میں بتایا تو اس نے سوری کہنے کے بعد کہا کہ وہ سلیپ کمار ہے اور ولیپ کمار تو اس کا چربہ ہے مگر اس کے نصیب جاگ رہے تھے چنانچہ دنیا اسے اصل مانتی ہے اور سلیپ کمار کو نہیں جانتی۔ صوفی کے اس سوال پر کہ کیا اس کے لیے ولیپ کمار کو جاننا ضروری ہے' اس شخص نے بڑے پُراشتعال لہجے میں کہا کہ تم جیسے کارٹون کے لیے کیا پیدا ہونا بہت ضروری تھا؟ سلیپ کمار کے علاوہ وہاں للّو تھا۔ بلاشبہ وہ پہلے مالی تھا مگر بعد میں اپنی اعلیٰ کارکردگی کی بنا پر وہ ناظم باغات ہوا اور جب ایک کوٹھی کے باغ کا نگراں بنا تو اس نے خود کو ڈی آئی جی (ڈائریکٹر انٹرنل گارڈن) کے عہدے پر ترقی دی۔ اس نے نہ صرف یہ کہ صوفی کو بیلچے سے ہلاک کرنے اور رضاکارانہ طور پر پائیں باغ میں دفن کرنے کی دھمکی دی بلکہ جھاڑیاں تراشنے والی لنگ ساز قینچی سے صوفی کی گردن کو گاجر مولی کی طرح کاٹنے کا ارادہ بھی ظاہر کیا۔

چوتھا اچھن مرزا ایم سی بی (ماہر کبوتر باز) تھا جس نے زیادہ خباثت کا ثبوت دیتے ہوئے صوفی کو معجون کا یا کلپ کھانے پر مجبور کیا جو اس نے اپنے ایک حریف کے کبوتروں کی جنس بدلنے کے لیے ایجاد کی تھی اور جس کے نتیجے میں حریف کی تمام کبوتریاں طلاق لے کر اس ڈش انٹینا پر آ بیٹھی تھیں جو اچھن مرزا کے کبوتروں کو ریسیو کرنے کے لیے اپنی چھت پر لگا رکھا تھا۔ اچھن مرزا نے صوفی کو ایک امپورٹیڈ اسپیشل بانس بھی دکھایا جو ویسے تو اسی انٹینا یعنی کبوتروں کی چھتری کے لیے تھا مگر نمونے کے طور پر اس نے صوفی کے عقبی حصے پر مار کے واضح کیا کہ اس سے وہ صوفی کو تشریف رکھنے کے ناقابل بنا سکتا ہے۔

○☆○

چنانچہ یہ صوفی ہی تھا جس کی وجہ سے اس وقت بھورے ماموں سکتے کے عالم میں بیٹھے تھے اور بار بار سرد آہ بھر کے کالے خاں کو تکتے تھے۔

چالیس سرد آہیں شمار کرنے کے بعد بالآخر کالے خاں کو پوچھنا پڑا "ایسے دنیا کو الوداعی نظروں سے دیکھنے کا کیا مطلب ہے ماموں! کیا پھر ممانی نے مُنڈوں کی جان لیوا کھیر پکائی ہے؟"

بھورے ماموں نے آواز میں رقت پیدا کر کے نفی میں سرہلایا اور کہا "میری نہیں' اپنی فکر کر

Urdu Books, English Books and Old pdf books download

http://www.Mypdfsite.com

بھانجے۔ اب تو چند دن کا مہمان ہے۔"

"ماموں' آپ یاد کریں' یہ آپ کی فال نکلی تھی" کالے خاں نے کہا "اسی طوطے نے جس نے صوفی کو خبردار کیا تھا کہ دل کی مراد پوری ہوگی' دشمنوں کے دل کی اور ایسا ہی ہوا تھا۔"

"صوفی ابھی کچھ دیر پہلے ادھر سے گزرا تھا" بھورے ماموں نے کہا "بے شک اس کی چال ابھی تک اچھن مرزا کی معجون کے باعث اس تکیہ کی طرح ہے جو فلموں کی ساری کمائی اپنے عمران خان کو دینے آئی تھی۔ ایک شرط پر۔۔۔"

"اس کا نام رکھا ہے ماموں۔۔۔"

"بھانجے' میں اردو بول رہا تھا" بھورے ماموں نے ٹوکے جانے پر برا مان کے کہا "صوفی خطرناک طور پر مسلح تھا اور یہاں میرے سامنے اس نے ناک پر انگلی رکھ کے اور منگ کے اعلان کیا کہ وہ اسی پندرھواڑے میں ہم پر پہلا قاتلانہ حملہ کرے گا۔"

"یہ کام وہ آج بھی کر سکتا تھا۔ آپ اکیلے تھے۔"

بھورے ماموں نے اسے پرملامت نظروں سے دیکھا۔ "کیا تو بھول گیا ہے بھانجے کہ صوفی کی زوجہ سوم اس کو عاق کرنے پر کمربستہ ہے' صرف تیری وجہ سے۔"

"میری وجہ سے!" کالے خاں بھونچکا رہ گیا "قسم لے لو ممانی کے سر کی جو میں نے اسے دیکھا بھی ہو۔ بری نظر سے۔"

"کیا تو نے مجھے نہیں بتایا تھا کہ کالے خان کہ وہ مہ لقا صورت و سیرت میں بالکل صوفیہ لارین ہے؟" بھورے ماموں نے کہا "اور کیا تو نے اچھن مرزا کی ایجاد کردہ معجون کایا کلپ صوفی کو نہیں کھلائی تھی؟"

"یہ تو اچھن مرزا کو بھی اندازہ نہ تھا کہ صوفی اس سے صوفیہ بن جائے گا" کالے خاں نے اپنے دانتوں کی نمائش کرتے ہوئے کہا "اور اس کا اثر اتنا عرصہ باقی رہے گا۔ اچھن مرزا نے تو وہ معجون کبوتروں کے لیے بنائی تھی ماموں۔"

"وجہ کچھ بھی ہو بھانجے تو صوفی کے اس یقین کو ختم نہیں کر سکتا کہ اس کی خانہ خرابی کا ذمے دار تو ہے۔ ایک سازش کے تحت تو نے معجون کایا کلپ' صوفی پر آزمائی۔ کایا کلپ کے بعد دوسرے مرحلے میں تو اس کی صوفیہ لارین کو گھر سے ایسے ہی نکال کے لیے جائے گا جیسے صوفی کی جیب سے سلامی نکال لایا تھا" بھورے ماموں نے کہا۔

کالے خاں تشویش میں مبتلا ہونے لگا۔ کل ہی اس نے صوفی کو دو پہیوں والی ایک خطرناک مشین پر سوار گولی کی طرح اپنی طرف آتے دیکھا تھا تو اسے بالکل شک نہیں ہوا تھا کہ وہ کوئی قاتلانہ حملے کی ناکام کوشش تھی۔ وہ چیز جو خود صوفی نے پرزے جوڑ کر ایجاد کی تھی' سائیکل سے خاصی مشابہ تھی۔ مگر اس کے بریک ابھی تجرباتی مراحل میں تھے۔ کبھی فوری طور پر کھمبا دستیاب نہ ہوتا تھا تو صوفی اسے روکنے کے لیے کسی بھی چیز کا انتخاب کر لیتا تھا۔ ایک بار بھینس اور دوسری بار گنے کا جوس نکالنے والا اس کے کام آئے تھے۔ پریشانی کے مواقع صرف دو آئے تھے۔ پہلی بار وہ چوک میں کھڑے ٹریفک سارجنٹ میں اور دوسری بار ممانی کے خیمہ نما برقع میں گھس گیا تھا۔

کچھ دیر بعد بھورے ماموں نے کہا "صوفی اپنی سائیکل کا کوئی پرزہ تلاش کرنے کے لیے کباڑی بازار گیا تھا۔ وہاں اس کو ایک انتہائی ہلاکت خیز چیز مل گئی۔ بالکل مفت۔ کباڑی اس کا کوئی ماموں سسر نکل آیا۔ اور اس نے صوفی کو وہ چیز تحفے میں دے دی۔ کیونکہ وہ شادی میں شریک نہیں ہو سکا تھا۔ اس کی اپنی شادی تھی اس دن۔"

"مگر وہ چیز کیا ہے بھورے ماموں؟" کالے خاں نے پوچھا۔

"ابھی صوفی یقین کے ساتھ کچھ کہنے سے قاصر ہے" بھورے ماموں نے کہا "ممکن ہے' کوئی خفائی راکٹ ہو جو استعمال سے پہلے ہی چوری ہو گیا۔ یا وہ توڑے دار بندوق جس میں گز سے کوٹ کوٹ کر بارود بھرا جاتا تھا۔ تاہم میرا اپنا خیال ہے کہ وہ کتے کی دم سیدھی کرنے والی یا جلیبی بنانے کی مشین بھی ہو سکتی ہے۔ صوفی نے کہا ہے' جیسے ہی اس کے چند پرزے ملے' جو ابھی دستیاب نہیں' وہ ہمارے خلاف آپریشن کلین اپ کرے گا۔ اس نے ہمیں ہندوستان سے تشبیہ دی بھانجے اور خود کو محمود غزنوی قرار دیا۔ حالانکہ ابھی تو وہ محمودہ ہے۔ مگر کیا اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ ہم پر سترہ حملے کرے گا۔"

"اور سترہ قسطوں میں ہمیں فنا کر دے گا" کالے خاں نے متفکر ہو کے کہا۔

"وہ توڑے دار بندوق میں ایک کلو بارود بھر کے لائے گا اور کر دے گا دھماکا۔"

"میں سوچ رہا تھا ماموں کہ وہ راکٹ ہوا تو یہ کتنی غلط بات ہوئی" کالے خاں نے افسوس سے سر ہلایا "اگر اسی لباس میں صوفی نے آپ کو خلا میں داغ دیا۔ نیا خلائی لباس' لنگی' بنیان اور ٹوپی۔ دنیا کے لیے یہ ایک سنسنی خیز خبر ہوگی یا اس نے آپ کی جلیبی بنا کے ممانی کے سامنے رکھ دی۔۔۔؟"

"کالے خاں۔۔۔ اس کے قاتلانہ عزائم تیرے خلاف ہیں۔ میں نے تو ہمیشہ نیکی ہی کی اس کے ساتھ" بھورے ماموں نے کہا۔

Urdu Books, English Books and Old pdf books download

http://www.Mypdfsite.com

"ابھی آپ جمع کا صیغہ استعمال کر رہے تھے۔"

"ایسا روانی میں ہوا یا پریشانی میں" بھورے ماموں نے کہا "پھر بھی احتیاط مجھ پر بھی لازم ہے۔ تیرا ماموں کہلانے کے الزام میں مجھے کئی بار سزا ملی ہے۔"

"چلیں چھوڑیں۔ یہ باتیں ماموں' مجھے بتائیں کہ صوفی سے جان کیسے بچے گی؟" کالے خاں نے کہا۔

"یہی وہ سوال تھا جس کا جواب میں تلاش کر رہا تھا" بھورے ماموں نے کہا "جب تو نے ایک ناکام اور ناقابل مذمت کوشش کی کہ میری گھڑی لے جائے۔"

کالے خاں نے واجبی سا احتجاج کیا "وہ میں نے ہی اچھن مرزا کے سسر کے ہاتھ پر سے اتاری تھی اور آپ کو دی تھی۔ بے شک' یہ خود اچھن مرزا کی خواہش تھی کیوں کہ سسر نے اسے سلامی کے وقت گھڑی دینے سے انکار کر دیا تھا لیکن کیا میں اسے للہ ڈی آئی جی کو نہیں دے سکتا تھا جو اپنی بولی کو گیارہ روپے تک بڑھا چکا تھا۔"

بھورے ماموں نے شرمندہ ہوتے ہوئے کہا "کیا تو جانتا ہے بھانجے کہ اس وقت میں تصور میں کیا دیکھ رہا تھا۔ وہ ایک دردناک منظر تھا کہ تو کسی سیارے کی طرح پرواز کرتا ہوا اوپر سے گزر رہا ہے اور نیچے وہ یک چشم صوفی انگلی کے اشارے سے خلق خدا کو ہنس ہنس کے بتا رہا تھا کہ وہ گیا بھورے خاں کا بھانجا۔ اور میں نے تیری ممانی کو خلائی دوربین سے دیکھنے کو کہا ہے تو وہ الگ چلا رہی ہے کہ ارے کالا منہ تیرا کالے خاں' یہ کس خلا باز کی جیب کاٹ لی!" انہوں نے لنگی کے پلو سے ناک صاف کر کے آسمان کی جانب فریادی نظروں سے دیکھا۔

"میرے بارے میں کبھی اچھا خواب بھی دیکھا کریں ماموں۔ میں بھی بہت کچھ کر سکتا ہوں" کالے خاں نے خفگی سے کہا "صوفی دیکھ رہا ہو ایک طرف تو دوسری طرف سے اس کا وہ راکٹ یا وہ جلیبی بنانے کی مشین غائب۔ اور وہ ادھر دیکھے تو اس کی صوفیہ لارین غائب۔ اس نے دیکھی ہے میرے ہاتھ کی صفائی۔ دونوں لے کر روپوش ہو جاؤں گا۔ چلا جاؤں گا' ہنالولو یا ٹمبکٹو۔ وہ کانا صوفی پھرتا رہے گا' کانا کا چھا اور چھانگا مانگا میں۔"

"ایک منصوبہ میرے دماغ میں بھی ہے بھانجے' جس سے تیرا مستقبل روشن اور محفوظ ہو گا" بھورے ماموں نے کہا "پہلے مجھے یہ بتا کہ کبوتروں کی معجون کا یا کلپ کا کوئی توڑ بھی ہے اچھن مرزا کے پاس؟ اس کے اثرات زائل کرنے کے لیے۔"

"نہیں ہو گا تو اچھن مرزا ایجاد کر لے گا' وہ ایک جینئس ہے" کالے خاں نے کہا "مگر اس کا فائدہ؟"

"ہم خیر سگالی کے جذبات کا مظاہرہ یوں کر سکتے ہیں کہ صوفی کو پھر اپنی بیوی کا شوہر بنانے میں اس کی مدد کریں۔ اس کے بعد رہ جائے گا' دوسرا مشکل کام۔"

"دوسرا کام!"

"ہاں۔ تیری خانہ آبادی کا" بھورے ماموں نے کہا۔

کالے خاں دم بخود رہ گیا "میری شادی کا... اس مسئلے سے کیا تعلق؟"

"تعلق ہے بھانجے!" بھورے ماموں نے کہا "آخر صوفی ہر بار صرف تجھ پر ہی کیوں شک کی نظر ڈالتا ہے۔ اس لیے کہ تو ہی ایک آدمی باقی رہ گیا ہے اس محلے میں..."

"ہاں۔ باقی سب تو شوہر ہیں۔ میں سمجھ گیا۔"

اب اس کو اپنی خوش قسمتی جان بھانجے کہ تیری ممانی کا ایک بہت دور کے رشتے کا نانا جو دوسرے رشتے سے نہ جانے کیسے میرا نواسا بنتا ہے' فوت ہونے والا ہے۔ ممکن ہے اب تک ہو گیا ہو" بھورے ماموں نے کلائی گھڑی پر نظر ڈالی۔

کالے خاں کی سمجھ میں کچھ نہ آیا "اس کے فوت ہونے سے میری خوش قسمتی کا کیا تعلق ماموں!"

"تعلق نہیں ہے تو پیدا کیا جا سکتا ہے کالے خاں۔ تیری ممانی کو بلایا ہے اس نے۔ زندگی میں پہلی اور آخری بار چہرہ دیکھنے کے لیے" بھورے ماموں نے کہا "اب یہ ہو سکتا ہے کہ ہمارے پہنچنے تک وہ زیر زمیں روپوش ہو جائے۔ کیوں کہ وہ تیری ممانی کا نانا اور میرا نواسا رہتا ہے یا رہتا تھا۔ چاچو کی مولیاں میں۔ جو چیچوں کی ملیاں کے قریب ہونا چاہیے۔"

"مگر میں کیوں جاؤں آخر وہاں...؟"

"اس لیے... کہ تیری ممانی کی خواہش ہے... بلکہ اس کی خواہش ہے جو مرحوم ہونے پر آمادہ ہے۔ اس کی آخری خواہش تھی' اسی لیے تیری ممانی نے فیصلہ کر لیا... اور میں نے بھی کہا کہ اپنا کالے خاں ایک سعادت مند بھانجا ہے اور ہمارے سوا کون ہے اس کا۔"

کالے خاں کے کان کھڑے ہو گئے اور دل بیٹھ گیا "بھورے ماموں۔ کیا آپ نے مجھے سچ مچ کسی کی غلامی میں دے دیا ہے' بیچ دیا ہے مجھے کسی خرکار کے پاس... گروی رکھ دیا ہے شادی کے نام پر۔"

"بھانجے' یہ ایک کثیر المقاصد منصوبہ ہے۔ جس میں سب کا بھلا ہو گا۔ اس لیے میری بات پر دھیان

Urdu Books, English Books and Old pdf books download

http://www.Mypdfsite.com

دے۔" بھورے ماموں نے کہا "پہلی بات تو یہ ہے کہ ہم روپوش رہ سکتے ہیں۔ صوفی کے ٹھنڈا ہونے تک۔"

"روپوشی کے لیے میرا چاچو کی مولیاں' جانا بالکل ضروری نہیں۔ یہاں بھی صوفی مجھے نہیں دیکھ سکتا۔"

"یہ اسی صورت میں ممکن ہے کالے خاں' جب تو سلیمانی ٹوپی حاصل کرلے" بھورے ماموں نے کہا "ہمیشہ برقع میں روپوش رہے یا صوفی کی اکلوتی آنکھ میں بھی وہی سرمہ کور چشم ڈال دے جو اس نے پہلی آنکھ میں خود ڈالا تھا۔ ورنہ اس آنکھ سے وہ تجھے ہر جگہ تلاش کرلے گا۔ صرف چاچو کی مولیاں ایک ایسی جگہ ہے جہاں اس کا خیال بھی نہیں جاسکتا۔ جب ہم واپس آئیں گے تو بیوی تیرے ساتھ ہوگی۔"

"بیوی۔ کس کی بیوی؟" کالے خاں نے ایک احمقانہ سوال کیا۔

"تیری اپنی' ذاتی بیوی بھانجے!" بھورے ماموں نے مسرت کا اظہار کرنے کے لیے اس کے کندھے پر ہاتھ مارا۔

کالے خاں کا سانس رک گیا "کون میری بیوی۔ بھورے ماموں' یہ ٹھیک ہے کہ گھر بسانا ہے مجھے لیکن کیا آپ مجھے اس بیوہ کے پلے باندھ رہے ہیں جس کا شوہر مرحوم ہوا ہے۔۔۔ یا ہونے والا ہے۔ کیا وہ لاولد ہے مجھے گود لے گی۔۔۔؟"

بھورے ماموں نے افسوس سے سر ہلایا "اپنے اکلوتے ماموں کے خلاف تیرے دل میں بغض ہے بھانجے۔ حالانکہ میں نے ہمیشہ تیرے فائدے کی بات کی۔"

"آپ اپنے فائدے کی بات کریں" کالے خاں بگڑ کے بولا "آپ کیوں مجھے اس۔۔۔ مردہ خانے لے جاکے دولہا بنانا چاہتے ہیں؟ کون ہے وہ چاچو کی مولیاں کی بلا جو میرے گلے پڑے گی۔ وہاں جانے سے تو بہتر ہے کہ میں چلا جاؤں خلا میں۔۔۔؟"

بھورے ماموں نے ایک آہ سرد بھری "اگر میں ایک لالچی اور خود غرض انسان ہوتا کالے خاں۔ اور مجھے سالے تھانے دار کی طرف سے اپنا شرعی کوٹا پورا کرنے کی اجازت ہوتی تو شاید میں تیرے لیے اتنے ایثار کا مظاہرہ نہ کرتا۔ مگر تو خوش قسمت ہے اور اس کے لیے تجھے فرشتہ اجل کا شکر گزار ہونا چاہیے۔"

پھر بھورے ماموں نے ایک مفصل بیان جاری کرتے ہوئے بتایا کہ کالے خاں کی ہونے والی بیوی میں وہ سب کچھ ہے جو اس کی عمانی میں اب نہیں ہے "یوں سمجھ لے کہ لاٹری نکل آئی ہے تیرے نام کی

بھانجے!" بھورے ماموں نے کہا "شادی کے بعد ہر چیز تیری ہوگی۔ مثلاً پرسنل بھینس جس کی بیٹی بھی جوان ہو رہی ہے۔ جب تک ملے' ماں کا دودھ پیو پھر بیٹی کا۔ اس کے علاوہ مرغیاں ہیں۔ تیرے اپنے انڈے ہوں گے۔ جتنے بچے چاہے پیدا کر۔ پولٹری فارم یا ڈیری فارم بنا۔ مکان پر باؤس بلڈنگ کا کوئی قرضہ نہیں۔ زمین اتنی کہ خوب کدو' کریلے' لوکی' ٹنڈے اگا اور دشمنوں کو کھلا باقی ایکسپورٹ کردے دشمن ممالک کو۔ اس کے علاوہ تو اپنی موجودہ صحت کو دیکھ۔ ایک مرغی گدھا نظر آتا ہے تو۔ وہاں چند روز رہے گا تو اپنی اصلیت پر آکے سور ہو جائے گا۔"

ہمیشہ کی طرح کالے خاں کی عقل فیل ہوگئی تھی اور بھورے ماموں کی بے غرض محبت کے مظاہرے نے اس کو اتنا جذباتی کردیا تھا کہ وہ ماموں کو سر آنکھوں پر بٹھا کے اسی وقت چاچو کی مولیاں کی سمت روانہ ہو سکتا تھا لیکن وہ بات سارے فسانے میں جس کا ذکر نہ تھا' اسے یاد آگئی۔

"ماموں۔ وہ لڑکی خوب صورت اور کچھ سمجھ دار بھی ہے۔"

"بھانجے! کیا عقلمند یہ نہیں کہتے کہ حسن تو دیکھنے والے کی نظر میں ہوتا ہے" بھورے ماموں نے کہا "اور عقل کا یہ ہے کہ وہ تیری برابری تو نہیں کرسکتی۔ اس لیے کہ عورت ذات ہے۔ سر میں اگر بھوسا بھی ہو تو تجھے کیا۔ سر تیرے کام نہیں آئے گا۔۔۔"

کالے خاں نے بھورے ماموں کے گلے لگ کے محبت کا ایسا مظاہرہ کیا کہ وہ شور نہ کرتے تو لنگی سے جدا ہو جاتے۔

"اگر آپ کا ہاتھ میرے سر پر نہ ہوتا تو میں ایسے شاندار مستقبل کو نہ دیکھتا" کالے خاں نے خود پر رقت طاری کرکے کہا۔

بھورے ماموں نے اپنی لنگی کو فلمی لاچا اسٹائل میں باندھتے ہوئے کہا "تو اپنی جیب کو دیکھ۔ اس خوشی کے موقع پر تو کتنا خرچ کرنے کے لیے لا سکتا ہے؟"

"آپ تو جانتے ہیں کہ میں دوسروں کی جیبیں دیکھتا ہوں۔ لیکن کیا یہ موقع خوشی کے اظہار ہوگا' دور کا ہی سہی۔ مگر پھر بھی رشتہ تو ہے۔۔۔" کالے خاں نے کہا۔

"کالے خاں۔ تیرے حق میں یہ نیک فال ہے۔ کیا تو نے ایسے تعاون کے جذبے سے بھرپور سسر دیکھے ہیں جو دامادوں کی خواہش کا احترام کرتے ہوئے فوت ہونا پسند کریں؟ صاحب جائداد سسر تو اتنے سخت دل ہو جاتے ہیں کہ جادو ٹونے کرانے اور بددعائیں دینے والے داماد مرجاتے ہیں مگر وہ پاکستانی فلموں کی آثار قدیمہ ہیروئن کی طرح جان نہیں چھوڑتے۔ تجھے تو کچھ بھی نہیں کرنا پڑے گا' بس چہلم

Urdu Books, English Books and Old pdf books download

http://www.Mypdfsite.com

کرادینا ہنی مون کے دوران......"

○☆○

اچھن مرزا کے ہاتھ میں جو باکس تھا' وہ کبوتروں کا ریموٹ کنٹرول تھا۔ اس کے ساتھ ہی وہ حلق سے ہر قسم کی آواز بھی نکال رہا تھا۔ مثلاً پریشر ککر کی' پاگل کتے کے رونے کی اور بابرہ شریف کے غرارے کی۔

"گویا تو بیک وقت شادی شدہ اور گھروالا ہو رہا ہے" اچھن مرزا نے حسد کے ساتھ کہا اور کسی کبوتری کو دور خلا کے اپنے کبوتروں کے انٹینا پر ریسیو کرنے کی کوشش میں مصروف رہا۔

"ہاں' اگر اس سے پہلے میں صوفی کے ہاتھوں فوت نہ ہوا" کالے خاں نے کہا۔

"ابے صوفی اکیلا ہے۔ ہم چار ہیں" اچھن مرزا نے سینے پر ہاتھ مار کے کہا "تو اس کی مشین کو نکال لایا صوفی کو لے آ۔ ہم نمٹ لیں گے اس سے۔ اتفاق میں برکت ہے۔"

"مجھے برکت نہیں' تیری معجون کایا کلپ کا علاج چاہیے۔" کالے خان نے کہا۔

"اس کا علاج... کوئی نہیں۔"

"کیا مطلب؟ کیا صوفی اب تمام عمر اپنی بیوی کے ساتھ ایسے ہی رہے گا۔ جیسے دوسری بیوی...؟" کالے خاں بولا۔

"یہ دیکھ!" اچھن مرزا نے اپنے انٹینا کی طرف فخر سے اشارہ کیا جس پر دو درجن کبوتر بڑی کاہلی سے بیٹھے تھے "دیکھا معجون کا کمال۔ ہر کبوتر عقد ثانی تو کر ہی چکا ہے۔ ابھی اور آئیں گی تو انشاء اللہ سب کی شرح کے مطابق چار چار ہوں گی۔ تو معجون جتنی چاہیے لے جا مگر صوفی پر ضائع مت کر۔ ادھر ادھر کس کے گھر میں کون ہے۔ صوفی کے پاس صوفیہ لادین ہے تو دوسروں کے پاس الزبتھ ٹیلر' سری دیوی یا کم سے کم انجمن تو ہوگی۔ ان سب کے شوہروں کی کایا کلپ کر دے اور عیش کر۔"

"اچھن مرزا' شوہر اور کبوتر میں بڑا فرق ہوتا ہے۔ ابھی میرا ایک ہی قاتل ہے۔ چار ہوگئی تو میرے ساتھ تو بھی مر گیا۔ کیونکہ تو ہی موجد ہے معجون کایا کلپ کا۔" کالے خاں بولا "مجھے تو اس کا تریاق دے۔ اگر نہیں ہے تو بنا کے دے۔"

"معجون کایا کلپ خود اپنا تریاق ہے" اچھن مرزا نے منہ میں انگلی ڈال کے سیٹی بجائی اور بولا "وہ آگئی۔"

کالے خاں نے اس کی نظر کو آسمان کی جانب نہیں' قدرے دائیں طرف پایا "وہ جو چھت پر کپڑے

سکھا رہی ہے؟"

"میں... کبوتری کی بات کر رہا تھا" اچھن مرزا نے سر کھجا کر کہا "چل' میں تجھے معجون کایا کلپ دوں۔ اللہ تیری شادی جلد ناکام کرے۔ ہم تو یار ہیں تیرے۔ یہ بددعا کیسے دے سکتے ہیں کہ تمام عمر ایک ہی چمٹی رہے تجھ سے بلا کی طرح۔ اپنی تو دعا ہے کہ روز سہرا بندھے تیرے سر پر۔"

"یعنی روزانہ جنازہ اٹھے کم سے کم... ایک بیوی کا فیصلہ ہو' ایک طلاق کے مقدمے کا" کالے خاں بولا "تو خود اپنی ایجاد سے فائدہ کیوں نہیں اٹھاتا؟"

"اب اٹھاؤں گا" اچھن مرزا نے ایک ڈبیا اسے تھماتے ہوئے رازدارانہ لہجے میں کہا "مجھے صوفی پر تجربے سے پہلے کہاں معلوم تھا کہ کبوترانہ صفات شوہروں میں بھی پائی جاتی ہیں... وہ جو میرے پڑوس میں ہمارے دشمن بے سرے قوال ہیں نا' زر خرید چھابڑی قوال۔ ان کے طبلے کی نئی بیوی پر حال آجاتا ہے مجھے۔ طبلہ سب سے چھوٹا بھائی ہے۔"

"طبلے کو گولی مار۔ یہ سمجھا مجھے کہ معجون کایا کلپ بیک وقت زہر اور تریاق کیسے ہے؟" کالے خاں بولا۔

"اس کو ایسے سمجھ... کہ فرض کر تخت الٹ گیا۔"

"کس کی حکومت کا...!"

"ابے یہ تختہ!" اچھن مرزا نے لکڑی کے ایک تختے کو الٹ کر کہا "اب میں پھر تختہ الٹ دوں۔ ایسے تو تختہ پھر سیدھا۔"

کالے خاں نے سر ہلایا "گویا ایک حکومت کا تختہ بھی دوبار الٹا جائے تو سیدھا... میں سمجھ گیا۔ ایک بار کایا کلپ سے جو سیدھا ہے وہ الٹا۔ پھر جو الٹا ہے وہ سیدھا۔ یعنی جب چاہا صوفی کو صوفیہ بنا دیا۔ میں مانتا ہوں تو ایک جینئس ہے اچھن مرزا۔"

"اس برصغیر میں پہلا ایم سی پی ہوں میں" اچھن مرزا نے انکسار سے کہا "اور آخری بھی۔"

کالے خاں نے انشاء اللہ کہنے سے گریز کیا۔ اچھن مرزا اسے مزید انکشافات سے بھونچکا کرنا چاہتا تھا مثلاً یہ بتا کر کہ معجون کایا کلپ کے اجزا سے ہمالیہ کی چوٹی پر سو سال ریسرچ کرنے والے کسی دو سو سالہ سنیاسی باوا نے بتائے تھے مگر کالے خاں عجلت میں تھا۔

حسب معمول یہ ہفتہ ان تمام پیش گوئیوں کے برعکس گزرا تھا جو کالے خاں نے اخبار کہاں میں پڑھی تھیں۔ مثلاً پہلے دن کے بارے میں صاف بتایا گیا تھا کہ سفر میں حادثہ پیش آنے کا امکان ہے۔

Urdu Books, English Books and Old pdf books download

http://www.Mypdfsite.com

حادثہ اس شخص کو پیش آیا جس نے ڈھائی ہزار کے بوجھ سے جیب ہلکی ہوتے ہی کالے خاں کے پیچھے دوڑنے کی اور ایک اونٹ کی متحرک ٹانگوں میں سے گزرنے کی کوشش کی تھی۔ دوسرے دن مالی نقصان سے خبردار کیا گیا تھا۔ کالے خاں کو تین موکلوں سے مجموعی طور پر گیارہ ہزار گیارہ روپے ملے۔ تیسرے دن اسے خاندانی منصوبہ بندی کرنے کو کہا گیا تھا اور بھورے ماموں نے اس کے لیے ایک خاندان کا منصوبہ بنایا۔ آج چوتھے دن کے متعلق تھا کہ کوئی دوست ہے جو دغا دے گا۔ مگر اس کے برعکس اچھن مرزا نے دوستی کا حق ادا کر دیا تھا۔ سابقہ تجربات کی روشنی میں اب کالے خاں بھی نجومی کی ہر پیشن گوئی کا الٹا مطلب نکال لیتا تھا جو غلط نہیں ہوتا تھا۔

بھورے ماموں اس کی کارکردگی سے بہت مطمئن تھے۔ اپنے بھانجے کے ہاتھ پیلے کرنے کے لیے بھورے ماموں نے شادی کمیٹی کی چیئرپرسن ممانی کی جانب سے پچاس ہزار کی نقد ضمانت طلب کی تھی۔ چنانچہ کالے خاں کو اوور ٹائم کرنا پڑا تھا۔ حلف نامہ داخل کرنا پڑا تھا کہ شادی کے بعد وہ کیا کرے گا اور کیا نہیں کرے گا مثلاً یہ کہ ٹنڈے کھائے گا مگر اف نہیں کرے گا۔

ڈبل ایکشن معجون کایا کلپ کے خواص نے بھورے ماموں کو بھی مجبور کر دیا تھا کہ وہ اچھن مرزا ایم بی بی کو ماضی کا عظیم ترین ماہر کیوتریات تسلیم کریں۔ بلی کے گلے میں کال بیل باندھنے کا مسئلہ آیا تو انھوں نے کہا۔

"جا! اب صوفی کی کایا کلپ کر دے تاکہ جیٹ منگنی پٹ بیاہ کے بعد کھٹ سے سوم نہ ہو تیرا۔"

کالے خاں نے تذبذب سے کہا "اس خطرناک مشین کی موجودگی اور اس کے قاتلانہ عزائم کو دیکھتے ہوئے... میرا جانا اقدام خودکشی ہوگا۔ آپ کے لیے کوئی خطرہ نہیں۔"

"تو دیکھ رہا ہے میری ناتوانی کو" بھورے ماموں نے المیہ لہجے میں کہا "دم واپسیں بر سر راہ ہے۔ اس نے ہلکا سا وار بھی کر دیا بیلن یا چمچے سے تو مہلک ثابت ہوگا۔ تیری نیت صاف ہے تو ڈرنا کیسا۔ قائل کرنا اسے اور پھر دے دینا تحفے میں تریاق۔"

"میرے ہاتھوں سے وہ آب حیات بھی نہ لے۔ میں اسے کیسے قائل کر سکتا ہوں ماموں!"

"جب پہلی بار اسے معجون کایا کلپ کھلائی تھی تو کیسے قائل کیا تھا بھانجے!" بھورے ماموں نے کہا۔

لاجواب ہونے کے بعد کالے خاں کے لیے ضروری ہو گیا کہ وہ اپنے یاروں کے ساتھ اتفاق میں برکت ثابت کرے۔ اگرچہ صوفی کے گھر میں زبردستی قدم رنجہ فرمانا اور آلات تشدد کے ذریعے اسے

معجون کایا کلپ کا دوسرا ڈوز دینا اتنا ہی مشکل اور خطرناک کام تھا جتنا آدم خور شیر کے سامنے جا کے اسے دلائل سے قائل کرنا کہ وہ ممانی کے وٹامن سے بھرپور صحت بخش ٹنڈے کھائے اور انسان بننے والے گوشت کو چھوڑ دے۔

تاہم کالے خاں کے دوست اس کی خاطر دوسروں کی جان پر بھی کھیل جاتے تھے۔ اس مشکل صورت حال سے نمٹنے کے لیے سلیپ کمار نے ایک زبردست سنسنی خیز فلمی چویشن بنائی اور اگر صوفی جائے واردات پر دستیاب ہوتا تو پہلے اچھن مرزا کرتا اور اس کی بیوی کے تنبیہ کالک برقع میں صوفی کے ساتھ یک جان دو قالب ہو جاتا۔ پھر ننڈو ڈی آئی جی ان دونوں کو اپنی خاص وسیع گھروالی کے برقع میں اسیر کرتا۔ آخر میں کالے خاں ممانی کے عظیم خیمہ کا برقع میں ان تینوں کو محصور کرتا اور پھر صوفی میں معجون کایا کلپ ایسا پٹرول یا ڈیزل تک ڈالا جا سکتا تھا۔

تاہم صوفی بدقسمت ثابت ہوا کہ اس آپریشن کایا کلپ سے پہلے ہی پراسرار طور پر غائب ہو گیا اور جیسا کہ چند معتبر افواہ پردازوں نے بتایا 'وہ ہر مراد پوری کرنے کا ٹھیکا لینے والے پیر شاہ جنات کی سانس پر ڈورے ڈالنے والے عامل اور شہر کی ہر دیوار پر سیونٹی کو سیونٹین سے زیادہ جوان بنانے کا اعلان کرنے والے کسی حکیم کی تلاش میں جا چکا تھا۔ اس کے پڑوسی نمبر ایک کو خاصا ملال تھا کہ صوفی اپنی صوفیہ لارین کو بھی ساتھ لے گیا تھا۔ حالانکہ وہ اس کا خاص خیال رکھتا تھا۔ خصوصاً رات کو کیونکہ دن میں تو ہو نہیں سکتی تھی ایسی ویسی بات۔ اس نے پیر عامل اور حکیم تھری ان ون قرار دیا۔

دوسرے پڑوسی نے تھری ان ون کے نظریے سے اختلاف کیا اور انھیں عوام کو الو بنانے والی لیمٹڈ کمپنی قرار دیا جس میں اور بھی بہت سارے گرگٹ شامل تھے مثلاً سیاست داں 'خصوصاً ہمسائگی کے مسئلے پر وہ بھی جذباتی تھا کہ اس تحریک عدم اعتماد سے صوفی نے ان کی نیت پر شک کیا۔

یہ مقام افسوس تھا کہ صوفی نے کایا کلپ کے لیے خود کو مشکل میں ڈالا۔ جبکہ وہ اس مسئلے کا آسان حل رکھتے تھے۔ ایک پیر حکم دے سکتا تھا کہ جا بچہ۔ کے ٹو کی چوٹی پر 'دسمبر میں صرف نیکر پہن کے چلہ کاٹ۔ عامل کہہ سکتا تھا کہ افریقہ کے فلاں آدم خور قبیلے کے سردار کی کالی مونچھ کا سفید بال لا۔ صوفی کی کایا کلپ یوں ہوتی کہ وہ قلفی بن جاتا یا حلیم میں تبدیل ہو جاتا۔ کسی حکیم سے بھی کیا بعید جو لکھ دیتا کہ صوفی نہار منہ عقرب سیاہ 'ایک عدد ہمراہ کشتہ مار آستین کھائے اور مسکرانے سے سختی پرہیز کرے' جو ایک ناممکن کام تھا کیونکہ صوفی کو باقاعدگی سے ٹی وی کا خبرنامہ اور آئینے میں اپنا چہرہ دیکھنے کی لت پڑ چکی تھی۔

Urdu Books, English Books and Old pdf books download

http://www.Mypdfsite.com

بھورے ماموں نے اس صورت حال پر تبصرہ کرتے ہوئے ایک عظیم مفکر کے اس قول کو دہرایا کہ کاٹنے کا موقع ہی دینا ہو تو پرائے محلے سے پہلے اپنی گلی کے پاگل کتے کو دینا چاہیے۔ صرف کالے خاں جانتا تھا کہ وہ مفکر خود بھورے ماموں ہیں۔

آج بھی بھورے ماموں خاصے یقین اور افسوس کے ساتھ بتاتے ہیں کہ ان کا بھانجا کالے خاں روسیاہ تھا تو اپنی تقدیر سے۔ مگر سیاہ بخت وہ اپنی تدبیر سے ہوا۔ اس کی خانہ آبادی کا کام پورا ہو سکتا تھا اگر معجون کایا کلپ ایجاد نہ ہوتی اور اس کا موجد کالے خاں کا یار نہ ہوتا۔ چاچو کی موتیاں میں نزول کے بعد کالے خاں نے جو کچھ کیا' وہ اس کا ثبوت ہے۔

کالے خاں کا خیال تھا کہ ممانی کے اس رشتے کے ناناکی حویلی میں سوم کے پلاؤ زردے کی خوشبو نہ ہوئی تو وفات سے پہلے کا رقت آمیز سین نظر آئے گا کہ ایک ڈھانچا بستر پر دراز ہے جو ایکس رے کی طرح صرف روشنی میں دکھائی دیتا ہے۔ اس کے سرہانے دکھائی نہ دینے والا موت کا فرشتہ رسٹ واچ پر نظر جمائے کاؤنٹ ڈاؤن میں مصروف ہے... دس' نو... آٹھ... اور ان کے اندر قدم رکھتے ہی وہ ڈھانچا کہے گا "تم آگئے بیٹا۔ یہ سب تمہارا اور چاندی سونا اب تیرے حوالے" اسی وقت فرشتہ اجل کہے گا "زیرو" اور ڈھانچا گر کے ساکت ہو جائے گا۔

لیکن اس کو سخت مایوسی اور خفت سے دوچار ہونا پڑا جب ایک نکیلی کلف لگی مونچھوں والے ٹیلی فون کے کھمبے جیسے شخص نے تارکول کے ڈرم جیسی ممانی کو گلے لگایا۔ بھورے ماموں کے سر پر ہاتھ پھیرنے کے بہانے انہیں طبلے کی طرح بجایا اور اپنی چھڑی کی نوک سے کالے خاں کو پنکچر کرنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

"اس حبشی غلام کو ساتھ لانے کی کیا ضرورت تھی؟"

بھورے ماموں نے فوراً وضاحت کی "یہی تو ہے میرا بھانجا' کالے خاں۔"

اگرچہ بعد میں بھورے ماموں نے اس کی سعادت مندی اور ہنرمندی کے بارے میں جو بیان جاری کیا اس سے وہ ٹیلی فون کا کھمبا اتنا متاثر ہوا کہ وہ مقناطیس کی طرح کالے خاں سے چمٹ گیا۔ منہ چومنے کے بہانے اس نے کالے خاں کی آنکھوں میں مونچھوں سے کاجل بھی لگا دیا جو کوئی گھٹیا خضاب تھا اور شاید گھر میں ہی توے کی کالک سے بنایا گیا تھا۔

اگرچہ بعد میں کدورت کے ان جذبات کو ختم کرنے کے لیے جو دامادی کے لیے نامزد امیدوار کو حبشی غلام قرار دینے سے پیدا ہو گئے تھے' ممانی کے نانا نے یہ ظاہر کیا کہ ان کی دور کی نظر اتنی دور ہے کہ

وہ قرب قیامت کی نشانیاں تک نہیں دیکھ پاتے۔ چنانچہ وہ کالے خاں کے گندمی رنگ کو صاف نہ دیکھ سکے تھے۔ اور بھورے ماموں نے ذاتی تجربے کی روشنی میں بتایا کہ شادی کے بعد حسن نکھرتا ہے۔ رنگ لاتی ہے گندم چکی میں پس جانے کے بعد۔ چنانچہ کالے خاں کا رنگ جو ابھی گندمی ہے' بغر مار کر آٹے کی طرح ہو جائے گا۔

لیکن کالے خاں کو اس سسر کی صحت مندی کے مظاہرے نے چوکنا کر دیا تھا جس کے بارے میں بتایا گیا تھا کہ وہ قبر میں پاؤں لٹکائے بیٹھا ہے اور کالے خاں نے دیر کی تو وہ اندر اتر جائے گا۔ ابھی تو وہ اتنا مستعد تھا کہ دس بیس کو قبر میں اتار دیتا اور دس بیس سال تک اس کی رخصتی کے آثار دکھائی نہ دیتے تھے۔

غلط وہ رپورٹ تھی جو بھورے ماموں کو موصول ہوئی تھی یا غلط بیانی کالے خاں سے کی گئی تھی۔ موقع ملتے ہی کالے خاں نے کہا "بھورے ماموں' یہ جو آپ کا دور کے رشتے سے نواسا اور ممانی کا نانا ثابت ہوتا ہے' اس نے جھوٹ بولا تھا آپ سے..."

"بھانجے! اس نے تجھے حبشی غلام کہا اس بات پر تو اس کے خلاف ہو گیا ہے۔"

"ایک تو رشتے کی گڑبڑ ہے۔ نانا آپ نظر آتے ہیں اس کے" کالے خاں بولا "اور ممانی ہو سکتی ہے نواسی... مگر زیادہ تشویش کی بات یہ ہے کہ وہ ذرا بھی قریب المرگ نہیں ہے۔"

"کالے خاں۔ آدمی بلبلہ ہے پانی کا" بھورے ماموں نے آہ سرد بھر کے کہا "صرف تیرے استقبال کے لیے وہ بستر مرگ سے اٹھ گیا تھا۔ کسی بھی دم دھڑام سے گرے گا اور معلوم ہو گا کہ خلاص۔ بالکل اسی طرح میرے سامنے اس کے والد دنیا سے اٹھے تھے۔"

"آپ کے سامنے؟ آپ پچھلے جنم کی بات کر رہے ہیں؟" کالے خاں نے کہا "ورنہ..."

ایک خوفناک دھماکے پر کالے خاں اچھل پڑا۔ بھورے ماموں بدحواس ہو کے دروازے کی طرف لپکے کیونکہ انہوں نے ممانی کی سائرن جیسی چیخ کے بعد دوسرا دھماکا سنا تھا۔ کالے خاں کی ٹانگیں کانپنے لگیں۔ اس کی شادی کا تو شاید بہانہ تھا' مونچھوں والا ٹیلی فون کا کھمبا کوئی پیشہ ور قاتل ہو گا اور یہ سازش بھورے ماموں کی ہو گی کہ ممانی کو چاچو کی موتیاں پہنچا دیں۔

مگر اسی وقت بھورے ماموں مسکراتے ہوئے لوٹے "شکار کا بہت شوق ہے تیرے سسر کو بھانجے۔"

"مگر... وہ... ممانی...!"

Urdu Books, English Books and Old pdf books download

http://www.Mypdfsite.com

"سمجھا تو میں بھی یہی تھا کالے خاں کہ بالآخر تیری ممانی پھٹ گئی۔ غبارہ بھی ایک حد تک ہی پھولتا ہے" بھورے ماموں نے کہا "لیکن ہمارے میزبان نے چکن بریانی کے لیے اپنے پولٹری فارم کی ایک مرغی کا نشانہ لیا تھا۔ اب ذبح کر کے کھال اتار رہا ہے۔ کہتا ہے 'شکار کیے ہوئے پرندے کا مزہ ہی کچھ اور ہوتا ہے۔'"

پولٹری فارم کو ملاحظہ فرمانے کے بعد کالے خاں کا صدمے سے برا حال ہو گیا۔ اس میں چار بیوہ مرغیاں سوگوار بیٹھی تھیں۔ ان کے اکلوتے شوہر کو ابھی ابھی شکار کیا گیا تھا چنانچہ انہوں نے کالے خاں کو فریادی نظروں سے دیکھا۔ جیسے کہہ رہی ہوں کہ تو نے ہمارے مجازی خدا کی چکن بریانی بنوائی۔ خدا کرے 'آدم خور' تیرا کڑھائی گوشت بنائیں۔ مرحوم کی سب سے سینئر اہلیہ رعشے کی مریض تھیں۔ دوسری پر فرطِ غم سے سکتہ طاری تھا اور تیسری اس یتیم انڈے کو دیکھ دیکھ کر آنسو بہا رہی تھی جو ابھی ابھی دیا گیا تھا۔

وہ نہایت لوفر چوزے ایک نو عمر چوزی کو بیک وقت اپنی زوجیت میں قبول کر کے مرغی بنانے پر کمربستہ نظر آتے تھے۔ تیسرا متقی ٹائپ تھا کہ ایک کونے میں سرنگوں کھڑا بے حیائی کے اس مظاہرے میں قربِ قیامت کی نشانیاں تلاش کر رہا تھا یا پھر ہیروئن کا عادی تھا۔ اگر بھورے ماموں خدانخواستہ بھولے سے اس ساڑھے تین مرغیوں اور ساڑھے تین چوزوں والے پنجرے کو "منی پولٹری فارم" کہتے تو یہ بھی مبالغہ ہوتا۔ چونکہ وہ ان کو اپنے اکلوتے سگے ماموں کی حیثیت سے شرپسند قرار نہیں دے سکتا تھا۔ اس لیے کالے خاں کو شک تھا تو صرف اپنی ڈریکولا سے زیادہ خطرناک ممانی پر کہ اس نے غلط بیانی کے ذریعے اس کی خانہ بربادی کے منصوبے کو عملی جامہ پہنانے کی قابلِ مذمت کوشش کی تھی۔

یہ شک ڈیری فارم کا نقشہ دیکھنے کے بعد یقین میں بدل گیا۔ یہ سل بھینس اتنی عمر رسیدہ تھی کہ تازہ دودھ تو کیا ملک پاؤڈر بھی نہیں دے سکتی تھی۔ اگر اس کی کھال میں بھس بھر دیا جاتا تب بھی وہ ایسی ہی نظر آتی۔ اس کی نظر ہی نہیں عقل بھی اس حد تک جواب دے چکی تھی کہ کالے خاں کو اپنی اولادِ نرینہ سمجھ کے چومنے کی کوشش کی۔ جس جوان بیٹی کو بھورے ماموں نے مستقبل کا ملک پلانٹ قرار دیا تھا وہ غور سے دیکھنے پر بیٹا ثابت ہوا جو اس حد تک کالے خاں سے مشابہ تھا کہ اچانک بھیا کہہ کے اس سے یوں گلے ملنے دوڑا جیسے اکثر فلموں کے اختتام پر بچپن کے بچھڑے ہوئے دو بھائی ملتے ہیں۔

کالے خاں ایک خوفناک تصادم سے ضرور بچ جانے میں کامیاب ہوا مگر اس کوشش میں دوسری چیز سے ٹکرایا... کالے خاں منہ کے بل گیا اور اس نے خود کو اس ڈش میں پایا جس میں ڈیری فارم کی سب

مصرف پیداوار کو کھاد میں تبدیل کرنے کے لیے ڈالا جاتا تھا۔ یہ ہرزی روح کے نظامِ اخراج کے ناخالص اجزاء سے مہکتا محلول تھا۔ کالے خاں نے اس کا ذائقہ بالکل ویسا محسوس کیا جیسا کہ ممانی کی اسپیشل لڈوؤں کی کھیر کا ہوتا تھا۔

قدرتی رنگ و روغن نے کالے خاں کو ہر رنگ خان کر دیا تھا۔ اپنے میک اپ کی تہہ آنکھوں پر سے ہٹا کر اس نے وہ چیز دیکھی جو بریک فیل ہو جانے والے ٹرک کی طرح اس سے ٹکرائی تھی۔ کالے خاں نے نیلے پیلے بروکیڈ میں دو پایوں والی ایک ایسی مخلوق دیکھی جس کو خراد مشین پر تراش خراش اور پالش کر کے عورت بنایا جا سکتا تھا۔ اس کے رنگ کو دیکھ کر کالے خاں نے خود کو ایک فرنگی کی طرح گورا محسوس کیا۔ وہ ممانی کی ایک ایسی تصویر لگتی تھی جو پینٹر کے بجائے کارپینٹر نے بنائی ہو۔

وہ الہام کا ایک لمحہ تھا جس میں کالے خاں نے جانا کہ یہی وہ ٹریکٹر کا خستہ حال ٹائر ہے جس کو اس کی زندگی کی گاڑی میں دوسرے پہیے کی طرح فٹ کرنے کی ناپاک سازش خود اس کی ممانی نے کی تھی اور وہ کالے خاں کی حالت پر ایسے ہنس رہی تھی کہ معلوم ہوتا تھا اسے کالی کھانسی ہو۔

کالے خاں شاید جوتے بغل میں دبا کے اسی وقت دوڑ لگاتا اور رضاکارانہ طور پر پاگل خانے میں داخل ہو کے باقی زندگی شادی سے توبہ کرتے گزار دیتا لیکن اس کی بدقسمتی کہ یہ اخبار "کہاں" کے منجم کی پیش گوئی کا آخری دن تھا۔ اگرچہ کالے خاں کو یاد نہیں تھا مگر اس نے صاف بتا دیا تھا کہ ایک دشمن کے ہاتھوں ذلت اٹھائے گا۔ اور یہ ہفتے کا وہی دن تھا جب اس کی پیش گوئی غلط نہیں ہوتی تھی۔

اچانک کالے خاں نے صوفی کو اپنے مقابل پایا۔ وہ اس خطرناک اسلحے کے ساتھ کسی ولن کی طرح کھڑا تھا جس کا تذکرہ بھورے ماموں نے کیا تھا اور جیسا کہ خود صوفی نے اعلان کیا۔ وہ ایک "منی توپ" جیسی توڑے دار بندوق تھی۔ جس میں وہ ایک کلو بارود بھر کے لایا تھا۔ زیادہ دردناک بات یہ تھی کہ عین اس کے عقب سے صوفیہ لارین اپنے خداوند مجازی کو دھماکا کرنے پر اکسا رہی تھی کیونکہ اس کے خیال میں یہ جنگلی سور کو شکار کرنے کا بہترین موقع تھا۔

اس رات جب صوفی نہایت خباثت سے اس کو توپ دم کرنے کے لیے مستعد کھڑا ہوا تھا' کالے خاں نے دولہا کا فینسی ڈریس زیب تن کیا۔ یہ اس کے ہونے والے سسر کا عطیہ تھا۔ مونچھوں والے ٹیلی فون کے کھمبے نے یہ عمامہ 'شیروانی اور پاجامے پر مشتمل سسرالی کفن نصف صدی قبل اپنے عقد کی واردات پر پہنا تھا۔ اس میں سے مشک کافور کی مہک اٹھ رہی تھی۔

سہرا باندھتے وقت بھورے ماموں نے کہا "مرد بن بھانجے!" کالے خاں نے بمشکل تمام حلق سے

Urdu Books, English Books and Old pdf books download

http://www.Mypdfsite.com

آواز بر آمد کی "آپ سے مجھے یہ امید نہ تھی بھورے ماموں!"

"کالے خاں! میں تیرا دشمن کیسے ہو سکتا تھا جو خود اس عذاب سے گزر رہا ہو' وہ جانتا ہے" بھورے ماموں نے آبدیدہ ہو کے کہا "یہ تیری ممانی اور صوفی کے گٹھ جوڑ کا نتیجہ ہے۔ تو نے دونوں سپر پاورز کو مخالف کر لیا تھا۔"

کالے خاں نے بروکیڈ کی شیروانی کے دامن سے ناک صاف کی "ممانی نے مجھے پچاس ہزار روپے میں اس عالمی دہشت گرد مارکوس سے قتل کرا دیا ہوتا' تمام عمر کی دہشت ناک سزائے موت نہ دی ہوتی۔"

"عقد سے کس کو رستگاری ہے" بھورے ماموں نے آہ سرد بھر کے کہا "آج ہم کل تمہاری باری ہے۔"

"بھورے ماموں' یہ صوفی یہاں کیسے آ گیا؟"

"تیرا ہونے والا سسر ہی تو وہ تھری ان ون ہے۔ عامل' پیر اور حکیم!" بھورے ماموں نے انکشاف کیا۔

کالے خاں بھونچکا رہ گیا "اس کی تو پھر کایا کلپ بھی ہو گئی ہے۔ معجون کی دوسری خوراک کے بغیر۔"

"وہ ایک جینوئن چیز ہے بھانجے۔ تو دیکھے گا کہ کس طرح شادی کے بعد تیری کایا کلپ ہو گی۔"

اور اس وقت جب کالے خاں کے لیے خودکشی کی بھی صورت نظر نہ آتی تھی' معجون کایا کلپ نے اس کو تمام آفات ارضی سے بچا لیا جو نکاح کی صورت میں اس پر نازل ہونے والی تھیں۔

کالے خاں نے معجون کایا کلپ کی وہ ڈبیا نکالی جو اچھن مرزا (ایم سی پی) نے اسے بڑے خلوص سے پیش کی تھی کہ وہ صوفی کے ہاتھوں فوت نہ ہو۔ معجون کایا کلپ نے صوفی کے ناپاک عزائم کو خاک میں ملا دیا۔ اس سے پہلے کہ صوفی کو کچھ معلوم ہوتا' کالے خاں نے معجون کایا کلپ کی ڈبل ڈوز نوش فرمالی۔ اس کے اثرات عین نکاح سے قبل ظاہر ہوئے جب قاضی کے سوال پر کالے خاں نے منگ کے اور انگلی ناک پر رکھ کر کے بالکل ممانی کی آواز میں کہا "آئے ہے' تیرا ستیاناس! یہ کس کلموہی کا نام لے رہا ہے۔ میں تو بیاہ کروں گی کسی مرد سے۔"

قاضی ہکلانے لگا "یہ..... یہ تو..... یہ دولہا ہے کہ دلہن؟"

"ارے موٹے مسٹنڈے ملا۔ آنکھوں پر چربی چھا گئی ہے۔ پڈو زردے کھا کھا کے" کالے خاں نے

زنانہ آواز میں ہاتھ لہرا کے کہا "میں تو دلہن ہوں' کلو پری ہے میرا نام۔"

قاضی نے کانپتے ہوئے تین بار لاحول پڑھی اور اٹھ کھڑا ہوا۔

"بھوری داڑھی والے لومڑ!" اس نے بھورے ماموں سے کہا "تو نے تو کہا تھا کہ لڑکا ہے۔" پھر اس نے مونچھوں والے ٹیلی فون کے بھبے کو مخاطب کیا "ابے' تیری بھی بیٹی ہے یا وہ بھی ہے درمیان کی چیز۔ لاحول ولا۔ ہم نے آج تک تیسری جنس کے درمیان رشتہ مناکحت قائم نہیں کیا۔"

اس وقت تک کالے خاں نے صوفی کو گلے لگا لیا تھا "ارے مولوی جی! یہ ہے میرا دولھا۔ اسی سے پڑھوا دو میرا نکاح۔ ہائے کیسا بانکا سجیلا گبھرو جوان۔۔۔!"

"ابے چھوڑ مجھے کالے خاں۔۔۔" صوفی چلایا "یہ میری بیوی ہے پہلے سے۔۔۔ لعنت بھیجتا ہوں میں تجھ پر۔"

"ہے' تو کیا ہوا۔ میں تو مرتی ہوں تجھ پر۔ ایک چھوڑ چار کرے گا تو کوئی بات نہیں۔ دیکھے گا تو سب کو ایک آنکھ سے" کالے خاں نے صوفی کو سرعام چومتے ہوئے کہا۔

جو افسوس ناک واقعات اگلے چوبیس گھنٹوں میں پیش آئے وہ بھورے ماموں کو آج تک یاد ہیں کہ کس طرح کالے خاں نے واپسی کے سفر میں ہر ہم سفر کو ورغلانے کی کوشش کی تھی اور اس کے زنانہ روپ نے انھیں حدود آرڈیننس کے تحت ہر سزا دلوانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔

بے شک بعد میں اچھن مرزا نے ہی معجون کایا کلپ کی ایک اور خوراک کے ذریعے کلو پری کو پھر کالے خاں بنا دیا تھا مگر بھورے ماموں کو یقین ہے کہ اس کی چار دن کی زندگی کے دو دن آرزو میں گزر گئے تھے۔ باقی دو دن اس کو صوفی کی توڑے دار بندوق کا نشانہ بننے کے انتظار میں گزارنے ہوں گے کیونکہ صوفی اپنی توڑے دار بندوق کو بذریعہ کمپیوٹر ایک خود کار میزائل بنانے میں مصروف ہے جسے وہ اپنی ایجاد کردہ سائیکل پر سے گزرتے ہوئے داغ دے گا اگر کالے خاں اس سے پہلے ہی صوفیہ لارین کے ساتھ فرار نہ ہوا جیسا کہ اس کا پروگرام ہے۔

Urdu Books, English Books and Old pdf books download

http://www.Mypdfsite.com

KHAN BOOKS
STATIONARY AND LIBRARY
F/896/4 NISHTAR ROAD BHABRA BAZAR
RAWALPINDI PH:5556532
PROP:ALI KHAN

گدھا کار

"تم دیکھ رہے ہو' یہ کیا ہے بھانجے؟" ماموں نے اتنی ہی سنجیدگی اور خود فراموشی کی کیفیت میں کہا جو کسی عظیم سائنس داں پر کسی عظیم انکشاف سے قبل طاری ہوتی ہے۔ مثلاً نیوٹن کی کیفیت یہی ہوگی جب اس کے سر پر سیب گرا تھا۔ گدھا کار کی ایجاد اسی کیفیت کا نتیجہ تھی۔

"ہاں۔ مجھے یہ کوئی جدید ترین وضع کی دوربین لگتی ہے۔" میں نے کہا "اس سوراخ میں سے وہ سب روسی اور امریکی سیارے نظر آتے ہوں گے جو خلا کے مدار میں ہیں۔"

بھورے ماموں نے مجھے ملامت آمیز نظروں سے دیکھا "تم سائنس میں فیل ہو گئے تھے کالے خاں! یہ میٹر ہوتا ہے۔" انہوں نے کہا "اور تکے کا یہ سوراخ ثابت کرتا ہے کہ اس نے ایک لاکھ کلومیٹر پورے کر لیے ہیں۔"

"ایک لاکھ؟ ایک صفر آپ زیادہ بول گئے۔ دس ہزار بھی کافی تھے ماموں!" میں نے کہا۔

"نہیں برخوردار! یہ ہو سکتا ہے کہ ایک صفر کم رہ گیا ہو۔" بھورے ماموں نے پاپوش ضعیف کو یوں فرش پر رکھا جیسے وہ بھی تبری کی طرح بلبلے بے پانی کا "فاصلہ کم نہیں ہو سکتا۔"

مجھ پر رقت طاری ہونے لگی "آپ کدھر نکل گئے تھے ماموں؟ اور کس کے پیچھے؟ کیا اپنی عقل کے پیچھے لٹ لے کر پھر رہے تھے؟"

"کاش ہم بھی ایسے پھرتے ہوتے جیسے مجنوں کبھی لیلیٰ کے لیے صحرا میں پھرا تھا" ماموں نے بصد حسرت و یاس فرمایا "اپنے جوتے تو اسی شہر کی سڑکوں پر گھس گئے۔"

"آپ نے وہ جوتے کیوں نہیں لیے جو مجنوں پہنتا تھا۔ تار تھا اتار دیا جا کر۔" میں نے کہا۔

"مذاق کی بات نہیں ہے کالے خاں!" بھورے ماموں نے کہا "کیا کڑیل جوانی تھی اپنی۔ جیسے سو کا کرارا نوٹ۔ اب تو ایک روپے کے نوٹ جتنی قدر بھی نہیں رہی اور روپیہ بھی وہ جو قمیض کے ساتھ ہی جیب میں دھل گیا ہو۔ اب او رپیدل نہیں چلا جاتا۔ ٹخنوں کے بال بیرنگ بھی چوں چوں کرنے لگے ہیں۔"

سچ تو میں کہہ سکتا تھا کہ وہ جوانی اگر سو کا نوٹ تھی تو نوٹ جعلی تھا یا منسوخ شدہ کہ کبھی کسی نے قبول نہیں کیا لیکن احتراماً میں خاموش رہا۔ میں سوال کر سکتا تھا کہ آخر بس اور ویگن والے آپ کو چڑھنے سے پہلے کیوں اتار دیتے ہیں۔ چشم بددور' آپ کوئی دھماکے سے پھٹنے والی چیز تو نہیں ہیں لیکن اس کے اسباب بھی مجھے معلوم تھے۔ کفایت شعاری بھورے ماموں کی فطرت میں شامل تھی۔ چنانچہ وہ ہمیشہ بغیر ٹکٹ سفر کرتے پائے جاتے تھے اور عموماً یوں اتار دیے جاتے تھے کہ جہاں لینڈ کرتے تھے' وہیں لیٹے رہتے تھے۔ ان کی کنڈول اس معاملے میں شیطان سے زیادہ ہو چکی تھی۔ رکشا اور ٹیکسی کا ذکر میں نے اس لیے نہیں کیا کہ وہ سواری اور اس کی منزل کا انتخاب خود کرتے ہیں۔ کورنگی جانے والے کو اورنگی لے جاتے ہیں ورنہ کہیں نہیں لے جاتے۔

"میرا خیال ہے ماموں کہ آپ کوئی سواری لے لیں۔" میں نے اس مسئلے پر غور کرنے کے بعد کہا۔

"سواری؟" بھورے ماموں نے کہا "اپنی ممانی کی زبان میں بات مت کرو بھانجے! جس کے مطلب تو دس نکلتے ہوں لیکن سمجھ میں ایک بھی نہیں آتا۔ ایک سواری تو وہ تھی جس پر مجھے الٹے رخ بٹھا کر شہر کی سیر کرائی گئی تھی۔ اس طرح کہ مجھے صرف سواری کی دم نظر آتی تھی۔"

"اور دیکھنے والوں کو آپ کا چہرہ جس پر غالباً توے کی سیاہی کا نور تھا۔" میں نے سراہا۔

"وہ کتنی زیادتی کی بات تھی۔ تم تو جانتے ہو کہ میں تاریخ میں ہمیشہ سے کمزور ہوں۔" ماموں نے شرمندہ ہوئے بغیر کہا "میں بھول گیا کہ مہینہ شعبان کا نہیں رمضان کا ہے اور بھولے سے بازار میں ایک کیلا کھا لیا۔"

"سواری سے میری مراد ہرگز یہ نہ تھی ماموں کہ آپ پھر اسی طرح پھریں۔" میں نے ندامت سے کہا۔

"سواری ٹرین بھی ہے۔" ماموں نے کہا "لیکن ابھی تو ریلوے والے اتنے خسارے کے باوجود میں گے نہیں۔ جو چیز نہ اپنے فائدے کی ہو نہ پبلک کے فائدے کی' اسے رکھنے سے کیا فائدہ۔ انجن دھکے

Urdu Books, English Books and Old pdf books download

http://www.Mypdfsite.com

سے بھی اسٹارٹ نہیں ہوتے اور ٹرین وقت پر پہنچے تو پتا چلتا ہے کہ چوبیس گھنٹے لیٹ ہے۔ ویسے تم بات کر کے دیکھو۔ اگر وہ دو چار ہزار میں ایک انجن اور دو بوگیاں دے دیں تو ٹھیک ہے۔ انجن تم چلانا۔ ایک بوگی تمہاری ممانی کے وزن کے لیے۔ دوسری میرے لیے یا ایمرجنسی کے لیے۔"

"ماموں! یہ سب تو شاید کم میں ہی مل جائے۔" میں نے ان کو ٹوکا "لیکن سب سڑکیں ٹوٹ جائیں گی اگر۔۔۔"

بھورے ماموں کو چھینک آئی جو دراصل ان کی ہنسی تھی "ارے بھانجے! سڑکیں اب سلامت ہیں کیا؟"

"پھر بھی میرا مطلب کچھ اور تھا۔" میں نے کہا "آپ کوئی گاڑی لے لیں۔"

"کیسی گاڑی؟ گدھا گاڑی، بیل گاڑی یا اونٹ گاڑی؟" ماموں نے غصے سے مجھے گھورا "کالے خاں! اس سے تو بہتر ہے میں صرف گاڑی لے لوں اور آگے تم کو جوت دوں۔ تم میں ان سب کی صفات ہیں۔ اونٹ، گدھے اور بیل کی۔ تم احمق ہو۔ کاہل ہو اور دو من کے ہو۔"

"بھورے ماموں! میں کار کی بات کر رہا تھا۔" میں نے ان کا غصہ ٹھنڈا کرنے کے لیے کہا۔

"اچھا۔" ماموں کا غصہ فلم انڈسٹری کی طرح بیٹھ گیا "پہلے ہی بتا دیتے نا۔ خیر یہ بتاؤ کس کی کار چرائی ہے؟ اور ہے کیسی۔ یہ تم نے اچھا کیا کہ کار ڈیلر بن گئے۔ جیب کاٹنے میں اتنا فائدہ نہیں۔"

"لاحول ولا قوۃ۔ میں نے اپنا پیشہ نہیں بدلا ہے ماموں!" میں نے کہا "میں تو چاہتا تھا آپ بازار سے کوئی کار خرید لیں۔"

بھورے ماموں نے مجھے یوں دیکھا، جیسے ایک پاگل دوسرے پاگل کو دیکھتا ہے "کون سی؟ چابی والی؟ سو پچاس کی تو کوئی بات نہیں بھانجے! لیکن کیا اس سے تمہاری ممانی کھیلتی اچھی لگیں گی؟"

"میں اصلی کار کی بات کر رہا ہوں۔" میں نے اپنا سر پکڑ کر کہا "ابھی آپ دو چار ہزار میں ٹرین خرید رہے تھے۔ اتنی رقم میں اگر کار مل جائے آپ کو؟"

"لیکن کالے خاں! ٹرین اگر دو چار ہزار کی ہو تو کار زیادہ سے زیادہ دو چار سو کی ہونی چاہیے۔ دیکھو نا، ایک انجن اور دو بوگیاں کہاں۔۔۔" ماموں نے کہا "اور اتنی مختصر سی کار کہاں۔"

اس کے بعد میرے اور ماموں کے درمیان ایک مباحثہ ہوا جس میں خاصے دلائل دینے کے بعد میں نے بھورے ماموں پر کار کا مالک ہونے کے سارے فوائد گنوا دیے۔ یہ بتا دیا کہ اس سے پڑھا لکھا آدمی بھی کتنا معزز ہو جاتا ہے۔ مثلاً شاعر، ادیب یا یونیورسٹی کا پروفیسر کار نہ ہو تو سلام بھی کرتا ہے کوئی

ہے؟ الٹا ویگن کا کنڈیکٹر ڈیڑھ روپے میں ذلیل کر کے جہاں چاہتا ہے اتار دیتا ہے اور یہ کہ اس میں آدمی کتنی جلدی یہاں سے وہاں پہنچ جاتا ہے۔" غلطی سے میں نے اشارہ نیچے سے اوپر کر دیا تھا مگر ماموں نے نوٹ نہیں کیا۔ تصور میں وہ اپنی کار چلا رہے تھے اور نہ جانے کہاں پہنچ چکے تھے۔ عدم آباد یا اسلام آباد۔

"اب دیکھیں نا ماموں! کار سے تو لوگوں نے اتنا فائدہ اٹھایا ہے کہ راتوں رات لکھ پتی ہو گئے ہیں۔" میں نے اپنے دلائل جاری رکھے "آج کا اخبار دیکھیں۔ کچھ لوگ چار لاکھ لے کر صاف نکل گئے۔ پیدل نکل سکتے تھے وہ؟"

"خبر میں یہ بھی ہے بھانجے کہ ان کے پاس اسٹین گن بھی تھی۔" ماموں نے مجھے یاد دلایا۔

"ہاں۔۔۔ وہ تو ہے۔۔۔ لیکن اور بھی بہت فائدے ہیں کار رکھنے میں۔" میں نے کہا "مثلاً وقت بہت بچ جاتا ہے جو خدمت خلق کے لیے وقف کیا جا سکتا ہے۔"

خدمت خلق کا میری اور ماموں کی لغت میں ایک مخصوص مطلب ہے۔ مثلاً میں بس یا بازار میں کسی کی جیب ہلکی کر دیتا ہوں اور اسے معاشی تفکرات سے، فضول خرچی سے، جوا کھیلنے سے بچا لیتا ہوں تو یہ خدمت خلق ہے۔ پیسہ تمام برائیوں کی جڑ ہے اور ظاہر ہے جیب خالی ہو جائے تو آدمی سب برائیوں سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ اچھن مرزا ایم سی پی (مواکبوتر باز) جب چھت پر چڑھ کے کبوتروں کو خلائی پرواز پر روانہ کرتا ہے تو یہ بھی خدمت خلق ہے۔ اس کا خیال ہے کہ انہیں آزاد ہوا میں اڑتا دیکھ کر آدمی کو آزادی کا احساس ہوتا ہے اور انہیں اشاروں کے مطابق اڑتا دیکھنے سے نظم و ضبط آتا ہے۔ آدمی اگر چاہے تو کبوتروں سے کیا گدھوں سے بھی بہت کچھ سیکھ سکتا ہے۔ اچھن مرزا کی خبطی مزاج بیوی کی الٹی کھوپڑی میں یہ بات بیٹھ گئی ہے کہ چھت پر سیٹیاں بجا کے وہ صرف کبوتروں کو متوجہ نہیں کرتا، تو اس میں اچھن مرزا کا کیا قصور۔ خود بھورے ماموں جب بزنس کرتے ہیں تو مقصد صرف خدمت خلق ہوتا ہے لیکن ممانی کی عقل ممانی سے بہت زیادہ موٹی ہے۔ چنانچہ وہ ہر بزنس کا مقصد فراڈ سمجھتی ہیں اور اپنے مجازی خدا کے بجائے دنیا کی مان کر اپنی عاقبت خراب کرتی ہیں۔

"تم نے مجھے قائل کر لیا ہے، کالے خاں!" ماموں نے بالآخر مراقبے سے سر اٹھایا "اب یہ بتاؤ کہ تمہاری نظر میں کوئی اچھی سی کار ہے؟ ایسی کہ فرض کرو میرا سسر اس کے نیچے آ جائے تو پھر نہ اٹھے۔"

"نظر میں تو ایک سے ایک اچھی کار ہے ماموں!" میں نے کہا "لیکن۔۔۔ ہم خرید نہیں سکتے۔ ہمارے بجٹ سے ان کی ایک سیٹ کی قیمت ہی زیادہ ہو گی لیکن میں نے خود اپنی آنکھوں سے تین ہزار

Urdu Books, English Books and Old pdf books download

http://www.Mypdfsite.com

اور چار ہزار کی کاریں فروخت ہوتے دیکھی ہیں جو ہوا سے باتیں کرتی تھیں۔"

"ہر وقت باتیں ہی کرتی رہتی تھیں' تمہاری ممانی کی طرح یا کچھ اُڑتی چلتی بھی تھیں؟"

"میں نے محاورہ استعمال کیا تھا۔" میں نے کہا "اس وقت آپ کا نقد سرمایہ کتنا ہے؟ فرض کیجئے' میں اور آپ پارٹنرشپ کے کار خرید لیتے ہیں۔ مشترکہ سرمائے سے' اور اسے دونوں چلاتے ہیں۔"

"ایک ساتھ؟ کار میں تو غالباً ایک ہی اسٹیئرنگ وہیل اور گیئر وغیرہ ہوتے ہیں؟" ماموں نے اعتراض اٹھایا۔

"میرا مطلب تھا جسے ضرورت پڑے وہ لے جائے۔ یا ہم طے کر لیں کہ آدھا وقت آپ اسے استعمال کریں گے' آدھا وقت وہ میرے پاس رہے گی۔" میں نے کہا۔

"یہ بالکل ٹھیک ہے۔" بھورے ماموں نے کہا "رات کے دس بجے سے صبح کے دس بجے تک وہ تمہاری۔ صبح کے دس سے رات کے دس تک میری۔" پھر انہوں نے بڑے اہتمام کے ساتھ اپنی ہر جیب سے کچھ سکے اور نوٹ برآمد کیے۔ مجموعی طور پر یہ چودہ روپے آٹھ آنے کی رقم تھی۔

"یہ کیا ماموں؟ چودہ روپے آٹھ آنے۔" میں نے مایوسی سے کہا "اس سے تو اسپارک پلگ بھی نہیں خریدا جا سکتا۔ باقی رقم کا کیا ہو گا؟"

"وہ... بات دراصل یہ ہے بھانجے!" بھورے ماموں نے اپنی خود کو بلند رکھا "کہ تمہاری ممانی کے پاس تقریباً سوا تین ہزار محفوظ پڑے ہیں۔ خود میں نے رکھوا دیے تھے۔"

یہ سراسر جھوٹ تھا۔ اپنی مرضی سے وہ کچھ کر سکتے تو ممانی کو بھینس کالونی بھیج دیتے۔ رقم خود انہوں نے ماموں سے زبردستی رکھوائی ہو گی۔ "اب واپس کیسے لیں گے آپ وہ رقم۔ اسٹین گن کے بغیر؟" میں نے کہا۔

"وہ مل جائے گی بعد میں۔ تم عورت کی نفسیات کو نہیں سمجھتے کیونکہ ابھی تک غیر شادی شدہ ہو۔ تمہاری ممانی جب کار میں فٹ ہو کر نکلے گی تو خوشی سے اور پھول جائے گی۔ اس کے بعد وہ پھنس جائے گی۔"

"یا پھٹ جائے گی۔" میں نے کہا "دونوں صورتوں میں آپ کو موقع ملے گا عقد ثانی کا۔"

"بری بات منہ سے نہیں نکالنا چاہیے۔" بھورے ماموں نے کہا "اگر وہ پھٹ گئی تو کار کہاں رہے گی؟ میرا مطلب تھا کہ پھر وہ خوشی سے سوا تین ہزار روپے دے گی۔ ابھی تم کچھ انتظام کر لو۔"

"میں؟ میرے پاس اتنی رقم کہاں ماموں؟" میں نے محتاط ہو کے کہا "میں تو ہارے وزیر سے زیادہ

غریب ہوں۔"

"کالے خاں! ابھی تم برابر کے شریک بن رہے تھے۔" بھورے ماموں نے کہا "اس کے علاوہ تمہارا کیا ہے۔ یہاں سے ٹاور تک جاؤ گے تو انتظام کر لو گے۔ بس ادھار سمجھو اسے۔ آج نہیں تو کل مل جائے گا۔"

"دھندا اگر مندا نہ ہوتا تو میں پروا نہ کرتا۔" میں نے کہا "لیکن جب سے مڈل ایسٹ جانے والے لوٹنے لگے ہیں' دس میں سے نو کی جیب میں سے امیتابھ کی تصویر نکلتی ہے۔"

"اچھا' کسی کی جیب سے ریکھا یا زینت امان کی تصویر نہیں نکلتی؟" ماموں نے تشویش سے کہا۔

"وہ میری جیب میں ہیں۔" میں نے بھنا کے کہا "اس کے سوا کچھ نہیں۔"

لیکن بھورے ماموں کی معنی خیز جھنجھلی مسکراہٹ ظاہر کرتی تھی کہ انہیں بھی میرے جھوٹ کا پتا چل گیا ہے۔ دلی را ولی می شناسد۔ بات جب جامہ تلاشی تک پہنچی تو میں نے مجبوراً تین ہزار سات سو پچاس روپے آٹھ آنے ان کے سامنے رکھ دیے۔ مجموعی رقم تین ہزار سات سو چونسٹھ ہو گئی اور ماموں نے خیال ظاہر کیا کہ اگر یہ سب دے کر ہمیں ایک چلتی پھرتی کار مل جائے جو ایک سال میں ایک لاکھ کلومیٹر طے کرے تو یہ گھاٹے کا سودا نہیں۔ اس سے جوتے صاف بچ جائیں گے اور پھر کار اتنی ہی رقم میں فروخت ہو جائے تو جوتوں کی قیمت منافع شمار ہو گی۔ بھورے ماموں کے حساب سے یہ نتیجہ غلط نہیں تھا لیکن انہوں نے کچھ اعداد و شمار حذف کر دیے تھے۔ مثلاً پٹرول کا خرچ' سالانہ ٹیکس' مرمت کے اخراجات اور چالان کے جرمانے کی رقم وغیرہ مگر خوشی کے اس موقع پر میں ان کی حوصلہ شکنی نہیں چاہتا تھا۔ کاریں ہر سڑک پر انسانوں سے زیادہ تعداد میں دوڑ رہی تھیں اور ہر شوروم میں خریداروں کے لیے صف بستہ تھیں مگر میں اور بھورے ماموں پیدل چلتے گئے۔ ہماری خودی کا گراف زیرو سے نیچے تھا کیونکہ بیشتر کاریں ہماری قوت خرید سے دس گنا دور تھیں۔

"کالے خاں!" بالآخر بھورے ماموں نے ایک بینچ پر قیام کرتے ہوئے کہا "میرے دوسرے جوتے کے تلے میں بھی سوراخ ہو گیا ہے۔ آخر وہ کار کہاں ہے جسے ہم خریدنے نکلے تھے؟"

"کہیں نہ کہیں ضرور ہو گی ماموں!" میں نے بشاشت سے کہا "ڈھونڈنے سے تو رشتہ بھی مل جاتا ہے۔"

Urdu Books, English Books and Old pdf books download

http://www.Mypdfsite.com

"میں نکاح کے وقت نہیں کہوں گا۔" میں نے کہا "اور بھاگ جاؤں گا۔ آپ میں ہمت ہوتی تو آپ بھی یہی کرتے۔ اب تک کسی شوروم میں مجھے تین ہزار سات سو پینسٹھ روپے والی گاڑی نظر نہیں آئی۔"

"دکان دار اچھی چیزوں کو چھپا کے بھی رکھتے ہیں۔" ماموں نے خیال ظاہر کیا "قدر دانوں کے لیے لیکن تم میں جرأت نہیں ہے شاہین بچے۔ تم بزدل ہو فارسی میں بز کہتے ہیں بکری کو۔"

ان کی باتوں سے مشتعل ہو کے میں اٹھا اور اس شوروم میں گھس گیا جو سب سے پہلے نظر آیا۔ وہاں ایک انتہائی خطرناک اور بدتمیز شخص بیٹھا تھا۔ اس نے نہایت مشتبہ نظروں سے ہم دونوں کی صورت کو دیکھا جیسے کہہ رہا ہو کہ یہ منہ اور مسور کی دال پھر اس نے غلط اور بے مقصد سوالات کیے۔ مثلاً یہ کہ ہم کس کے گھریلو ملازم ہیں اور کیا مالک خود تشریف نہیں لا سکتے تھے۔

"گاڑی ہم خرید رہے ہیں۔" بھورے ماموں نے اسے ڈانٹا "ملازم کو میں ساتھ لایا ہوں۔" انہوں نے میری طرف اشارہ کیا۔ میں خون کے گھونٹ پی کر خاموش رہا۔

"اچھا اچھا۔ کون سی گاڑی لیں گے آپ؟" وہ بولا "کون سا ماڈل؟"

بھورے ماموں نے میرے کان میں کہا "کون سا نام لوں؟ ملت کا؟"

"خدا کے واسطے ماموں؟ وہ پنکھے اور ریفریجریٹر بناتے ہیں۔"

"اچھا۔ تو تمہاری ممانی کے پرنانا کے پاس وہ کار تھی۔ رولز رائس۔" بھورے ماموں نے کہا۔

"وہ کمپنی اب جہازوں کے انجن بناتی ہے۔" میں نے آہستگی سے کہا۔ ہمارے مشورے سے منیجر نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ ہم کسی نتیجے پر نہیں پہنچ سکے۔ اس نے ہمیں اپنے ملازم کے سپرد کیا جو ماموں کا ہم زاد یا ہمزاد لگتا تھا۔ اس کی آواز اتنی باریک تھی کہ سوئی کے ناکے میں سے گزر سکتی تھی۔ شاید وہ خود بھی گزر جاتا۔ اس نے بڑی توہین آمیز انداز میں ہمیں چند گاڑیاں دکھائیں "یہ ہنڈا اکارڈ ہے۔ نیا ماڈل۔"

"ہنڈا؟ بھلا یہ کیا نام ہوا۔ بالکل لنڈا بازار یاد آتا ہے۔" بھورے ماموں نے اسے مسترد کر دیا۔

"تو یہ مٹسوبشی لانسر دیکھ لیں۔" اس نے کہا "یا کم قیمت چاہیے تو شیراڈ مل جائے گی کوئی ایک لاکھ میں۔" میں نے بڑی مشکل سے اسے سمجھایا کہ ہم پرانی اور سستی کار چاہتے ہیں۔

"پھر بھی کتنے تک کی؟" وہ بولا "بجٹ کتنا ہے آپ کا؟"

"تین ہزار سات سو پینسٹھ روپے۔" بھورے ماموں نے متانت سے کہا۔

وہ کچھ دیر سوچتا رہا "ایک گاڑی ہے تو سہی۔" وہ بولا "اس سے بھی سستی مل جائے گی۔ آپ دونوں آگے پیچھے بیٹھ سکیں گے۔ تیسری سواری کے لیے پھر بھی آگے گنجائش ہو گی۔"

"کالے خاں!" ماموں نے مسرت سے کہا "ہم بھی تو تین ہی ہیں تمہاری ممانی سمیت۔"

"چلانے میں بہترین اور پٹرول کا کوئی خرچ ہی نہیں۔" ماموں کا ہمزاد بولا "بالکل نئی لیں گے آپ تب بھی کچھ پیسے بچ جائیں گے۔ بس پیڈے دو کم ہوں گے۔ سائیکل کہتے ہیں اسے۔"

ماموں نے اسے وہ گالی دی جو انہوں نے کسی قرض خواہ کو بھی کبھی نہ دی تھی حالانکہ ان میں سے بیشتر نے بھورے ماموں کو پاش پاش کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔ جواب میں اس نے جو گالی دی اس پر نقص امن کی واردات کا مقدمہ بن سکتا تھا۔ چنانچہ میں نے ضبط سے کام لیا اور ماموں کے ساتھ چل پڑا۔ دوسرا شوروم چند قدم کے فاصلے پر آ گیا اور میں نے یہ ظاہر کرنے کے لیے کہ میرا دل بکری کا نہیں ہے اندر قدم رکھ دیا۔ وہاں کا مالک قدرے شائستہ زبان استعمال کرتا تھا۔

"تشریف رکھیے۔" اس نے ائرکنڈیشنڈ آفس میں پڑی ہوئی کرسیوں کی طرف اشارہ کیا "کتنی قیمت تک کی کار چاہیے آپ کو؟ ہر قسم کی گاڑی ہے ہمارے پاس۔" اسی وقت فون کی گھنٹی بجنے لگی۔

"تین ہزار سات سو پینسٹھ روپے تک کی۔" بھورے ماموں نے کہا۔

"ہاں جی۔" منیجر فون پر گفتگو سے فارغ ہو کے بولا "تین ہزار سات سو پینسٹھ ڈالر کی؟ گویا فارن ایکس چینج اکاؤنٹ ہے آپ کا؟ ویری گڈ۔"

"میں نے روپے کہا تھا۔" بھورے ماموں نے نتائج کی پروا کیے بغیر کہا۔

منیجر کے رویے میں زبردست انقلاب آیا۔ اس انقلاب کے نتیجے میں ایک منٹ بعد ہی میں نے خود کو اس ٹھنڈے کمرے کی آرام دہ نشست کے بجائے تارکول کی گرم سڑک پر لیٹا ہوا پایا۔ مجھے کپڑے جھاڑ کر اور ہڈیاں سہلا کر اٹھنے پر وہ دونوں کالے ولن تو نظر آئے جو کوڑا کرکٹ کے بجائے شرفا کو پھینکنے پر مامور تھے لیکن بھورے ماموں کہیں دکھائی نہ دیے۔ چشم تصور سے میں نے دیکھا کہ وہ کسی ضرب کلیم کی تاب نہ لا کے اسی ائرکنڈیشنڈ کمرے میں ٹھنڈے ہو گئے ہیں لیکن اسی وقت گٹر میں سے آدمی نما کوئی مخلوق برآمد ہوئی جس پر گاڑھی سیاہ کولڈ کریم کی اتنی ہی موٹی تہہ تھی جتنی ممانی پر چربی کی تہہ تھی۔ میں نے اسے غور کیا "کون ہو تم؟ اور گٹر تو صاف کر دیا تم نے؟ تمہیں کون صاف کرے گا؟"

"بھانجے!" ایک عجیب سی غرغراہٹ سنائی دی "تم کو زیادہ چوٹ تو نہیں آئی؟"

"بھورے ماموں!" میں چلایا "یہ آپ ہیں؟ میں تو سمجھا تھا اب میرا کوئی ماموں نہیں رہا۔"

Urdu Books, English Books and Old pdf books download

http://www.Mypdfsite.com

"ہاں برخوردار!" ماموں نے ہاتھ سے چہرے کی سیاہ نقاب ہٹائی "میں بھی تم کو گٹر میں تلاش کر رہا تھا اور میرا خیال تھا، تم بہہ گئے۔ میرا مطلب ہے تمہاری لاش۔" انہوں نے اوپر اور نیچے ہاتھ ڈال کے دو تالروبچ برآمد کیے۔ رنگ و روغن ٹیک ہونے کی وجہ سے یہ طے کرنا مشکل تھا کہ اوپر قمیص ہے ' شیروانی ہے یا کچھ بھی نہیں ہے۔ ادھر ادھر جمع ہو کے ہنسنے والے بد تمیز لوگوں کی طرف دیکھے بغیر میں نے وہاں سے کھسک جانا بہتر سمجھا۔ ان سب کی متفقہ رائے یہی تھی کہ ہم محکمہ حفظان صحت والے ہیں' اور ہمارا یہی پیشہ ہے۔ ادھر ڈوبے ادھر نکلے۔ ادھر نکلے ادھر ڈوبے۔"

ایک فرلانگ کے بعد مجھے سڑک کے وسط میں کارپوریشن کا ٹرک نظر آیا جو کچھوے کی چال سے آگے بڑھ رہا تھا مگر کچھوا پیچھے تھا۔ اس کے ہاتھ میں ماموں کی ٹانگ سے موٹا پائپ تھا۔ وہ درمیان میں لگے ہوئے پودوں کو پانی سے مار رہا تھا۔

"تھوڑا سا پانی یہاں بھی ڈال دو۔" میں نے ماموں کو بیچ میں رکھ کر کہا۔

"یہ کون سا پودا ہے؟" کچھوے نے بھورے ماموں کو غور سے دیکھا لیکن وہ دل کا اچھا آدمی تھا۔ ثبوت کے بغیر اس نے مان لیا کہ وہ میرے ماموں ہیں جو نظر کمزور ہونے کی وجہ سے گٹر میں اتر گئے تھے اور اچانک زبردست پریشر والے پائپ کا رخ ماموں کی طرف کر دیا۔ بھورے ماموں اس سیلاب کے ریلے سے لوٹے کی طرح لڑھک گئے۔ لیکن جب اٹھے تو ویسے ہی تھے' جیسے ڈالر اور روپے کا فرق واضح کرنے سے پہلے تھے۔ بس ان کے دانت یوں بج رہے تھے کہ آپس میں ٹکرا کے ٹوٹ سکتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے شکریے کے جو الفاظ کہے' ان کا مطلب کچھوے کی سمجھ میں نہیں آیا۔

"گالی دیتا ہے پھونس کا بچہ۔" اس نے بھورے ماموں کو پھر بہا دیا اور آگے بڑھ گیا۔

"مردود... فرشتہ اجل۔" ماموں نے بید مجنوں کی طرح کانپنا شروع کیا جو غصے کا نہیں سردی کا اثر تھا "یہ قاتلانہ حملے کی واردات ہے بھانجے! مجھے کم سے کم ڈبل نمونیہ ہو گیا ہے۔"

میرا پہلا خیال یہ تھا کہ ماموں کو کسی بیکری میں لے جاؤں جہاں ایک خاصے بڑے تنور نما کمرے میں آٹا ڈالا جاتا ہے تو ڈبل روٹی بن کے نکلتا ہے لیکن اس طریقہ علاج میں خطرہ بھی تھا۔ خدا نخواستہ بھورے ماموں کو اندر ڈالا جاتا لیکن باہر ایک جلا ہوا کریم رول آتا تو میں ممانی کو کیسے یقین دلاتا کہ یہی ان کے سرتاج ہیں۔ آسان طریقہ یہ تھا کہ میں ان کو اسی طرح خشک کراؤں جیسے توے پر روٹی کو الٹ پلٹ کے حرارت فراہم کی جاتی ہے۔ توے کی جگہ میں نے تارکول کی کالی سڑک کو استعمال کیا اور بھورے ماموں کو ہر طرف سے روسٹ کر کے پیروں پر کھڑا کر دیا۔ ذرا کلین ہو جانے کے بعد میں نے

انہیں ڈبل چائے کے ساتھ اسپرین دی۔ اور ممانی کی بیوگی کا فوری خطرہ ٹل گیا۔ ماموں نے شدت جذبات سے مغلوب ہو کے بہت سی تجاویز پیش کیں مثلاً یہ کہ ہم اس شوروم کو ایٹم بم سے اڑا دیں۔ سب کے خلاف قانون کی ہر دفعہ کے تحت مقدمات دائر کر دیں۔ ہتک عزت ' مارپیٹ' اقدام قتل وغیرہ۔ جس کے بعد ان سب کا تختہ دار تک پہنچنا یقینی ہو جائے لیکن میں نے بھورے ماموں کے سامنے ایک غیر جذباتی خطبہ دیا جس میں عفو و درگزر کی تلقین تھی اور یہ درس تھا کہ ان ظالموں سے میدان حشر میں نمٹ لیں گے۔

بھورے ماموں کے حوصلے میں اتنی ہی کمی آگئی تھی جتنی ملک میں بجلی کی پیداوار میں' اور وہ مایوسی کے اندھیرے میں اسی طرح بیٹھے تھے جیسے لوڈ شیڈنگ کے وقت ٹی وی کے ناظرین بیٹھے رہ جاتے ہیں۔ میں نے ان کو امید کی ٹارچ لائٹ دی اور بالآخر قائل کیا کہ کوشش جاری رکھنے میں کوئی حرج نہیں۔ عزت آنی جانی چیز ہے اور جب کار آئے گی تو عزت خود لوٹ آئے گی پھر یہ ہوا کہ اگلے شوروم میں کامیابی نے ہمارے قدم چومے۔

"ایک گاڑی ہے تو سہی۔" شوروم کے ایک فرشتہ سیرت خادم نے سر کھجا کے کہا اور اپنے آس پاس کھڑی ہوئی بہت سی نئی نویلی دلہن جیسی حسین اور سبک خرام گاڑیوں پر نگاہ ڈالی۔ میرا دل دھڑکنے لگا۔ کیا یہ ممکن ہے کہ اسی سرمائے میں ایسی ہی کوئی گاڑی مل جائے۔ ان میں جو پرانی تھیں' وہ بھی عقل کو خیرہ اور نگاہوں کو خیرہ کرتی تھیں۔

"میں نے ڈالر نہیں کہا تھا۔" بھورے ماموں نے ایک قدم پیچھے ہو کر کہا۔

"ہمارے پاس تین ہزار سات سو پینسٹھ روپے ہیں۔" میں نے آستین چڑھا کے تصدیق کی کیونکہ واحد متکلم جسمانی طور پر پورا تیجل سائز کا تھا لیکن وہ اسی طرح نظریں گھماتا رہا "اوئے نمونے۔" وہ اچانک چلایا۔

جواب اگر فوراً نہ آتا تو میں بھورے ماموں کو نمونہ کہنے پر اس شریف آدمی کو بغل میں دبا کے سوئے گٹر لے جاتا لیکن نمونہ درحقیقت اس کا ایک ماتحت تھا جو کاروں کے بیچ میں سے بلڈوزر کی طرح نکلا "کیا ہے نمارُ چاچا؟" نمونے نے کہا۔

"نمارُ تیرا باپ' نمارُ تیرا دادا' نمارُ..." اس نے بجنا شروع کیا۔

"اچھا اچھا۔ منہ سے نکل گیا نمارُ... کام بتاؤ۔" نمونہ کھی کھی ہنسنے لگا۔

"پھر نمارُ..." اس نے مزید گالیاں دے کر کہا "وہ گاڑی کہاں ہے سیٹھ رستم جی کی۔"

Urdu Books, English Books and Old pdf books download

http://www.Mypdfsite.com

"وہ تو چاچا انھوں نے مرنے سے سات سال پہلے رکھوائی تھی۔" نمونہ بولا "چار سال سامنے کھڑی رہی پھر مالک نے پیچھے رکھوا دی۔ مرغیاں پال رکھی ہیں اس میں 'میں نے۔"

"او مرغی کے بچے گاہک کھڑے ہیں اس گاڑی کے۔" وہ بولا "ان کو دکھاؤ وہ گاڑی۔"

"آئیں جی میرے ساتھ۔" نمونہ بولا۔ ہم اس کے نقش قدم پر عقبی حصے میں پہنچے۔

"گاڑی چلتی ہے نا؟" میں نے احتیاطاً پوچھ لیا۔

"کوجی چلے گی کیسے نہیں۔ چلتی نہ تو نام گاڑی کیسے ہوتا۔" نمونہ بولا "یہ دیکھ لیں۔"

"میں نے پہلے مشرق کی طرف اور پھر مغرب میں دیکھا۔ بھورے ماموں نے بھی یہی عمل دہرایا لیکن وہاں کوڑے کے ایک ڈھیر کے سوا کچھ نہیں تھا "کیا دیکھ لوں؟" میں نے آنکھیں مل کے کہا۔

"گاڑی۔ یہ آپ کے سامنے ہے۔" نمونہ بولا اور اپنے ہاتھوں سے کوڑا ہٹانے لگا۔ ایک گاڑی کی چھت صاف نظر آنے لگی۔ مزید صفائی پر سامنے کا انجن والا حصہ اور پیچھے کی ڈکی بھی نمایاں ہو گئے۔ نمونے کا ایک ہاتھ کھلی کھڑکی سے اندر گیا۔ کڑکڑ کی آواز آئی اور دو مرغیاں باہر آ گئیں۔ مزید جستجو پر مرغا بھی نکل آیا "بیڈ روم تھا ان کا۔" نمونہ بولا۔

"مگر یہ چیز کیا ہے۔" میں نے کہا "یہ گاڑی کیسے چل سکتی ہے۔"

"ٹماٹر چاچا!" اس نے بھونپو کی طرح آواز لگائی۔ جواب میں بالکل نئی گالیاں آئیں پھر چاچا آ گئے۔

"ابھی اس کو نکال لیتے ہیں۔" ٹماٹر چاچا نے چٹکی بجا کے کہا "او نمونے 'بلا لے سب کو۔ زور لگا کے نکلوا لے۔ شاباش 'زیادہ گہرائی نہیں ہے۔"

"چاچا 'بیلچہ چاہیے۔ پہیے آدھے اندر ہیں۔" نمونہ بولا۔

"وہ دیکھ۔ ادھر۔ وہ ایک مزدور جا رہا ہے۔ اسے کہہ دس روپے دیں گے۔" چاچا نے کہا۔

"لاحول ولا قوۃ۔" بھورے ماموں نے بے بسی سے کہا "ٹھگنا چاہتے ہو ہمیں۔ یہ گاڑی گیارہ سال سے کھڑی ہے۔ چلنا تک بھول گئی ہو گی۔ بارش اور دھوپ میں گل گئی ہے۔"

"ارے نہیں صاحب!" چاچا نے کہا "ابھی آپ دیکھیں کیسے کوئی ہوتی ہے۔ پرانی چیز ہے۔ آج کل کا کھلونا نہیں ہے۔"

"مگر اس میں ہے کیا۔" میں نے کہا "اس مرغی خانے کو کار کہتے ہو۔"

"جی نہیں۔ بس ایک بار یہ نکل آئے پھر ہم بھریں گے ہولے۔" چاچا نے کہا۔ نمونہ اتنی دیر میں مزدور کو پکڑ لایا تھا۔ اس نے چاروں پہیوں کے آس پاس جمع ہونے والی مٹی 'خودرو گھاس اور کوڑے کو

ہٹانا شروع کیا۔ چاچا نے مزید کمک طلب کی۔ چار افراد اور آ گئے۔

"ہاں... اب لگاؤ زور۔ شاباش۔" چاچا نے کہا "سب مل کے اٹھاؤ۔ اور... ہاں... اٹھی ہے۔ شاباش... بس نکل آئی... اٹھاؤ اوپر... ادھر... ہاں بس ادھر رکھ دو۔" اس نے فخر و مسرت سے ہماری طرف دیکھا "دیکھا آپ نے جناب! اتفاق میں برکت ہے۔ اب کام ہو گیا آپ کا۔ ہوا بھرتے ہی ہم اس کی سروس کرتے ہیں۔ اوئے نمونے 'جا' پانی کا ڈول بھر کے لا۔ ہاں جی۔ اس کے بعد لگائیں گے بیٹری۔ پھر ڈالیں گے پیٹرول۔ اس کی سیٹیں کہاں ہیں نمونے؟ دیکھ اندر ہی ہوں گی۔ خیر جی 'اس کے بعد اگر ایک سیلف میں اسٹارٹ نہ ہو جائے تو نام..."

"چاچا ٹماٹر نہیں۔" میں نے خستہ حال ڈھانچے پر نگاہ ڈالی اور بھورے ماموں کا ہاتھ پکڑ کے روانہ ہو گیا۔ بھورے ماموں نے روانہ ہوتے وقت مزید اشتعال انگیزی کی اور کہا کہ آج وہ اسی پر سبزی منڈی جائے اور ایک من ٹماٹر بھر لے جائے اور دوٹ کر کھا جائے۔ جواب میں اس نے بہت کچھ کہا مگر ہم نے نہیں سنا۔ ٹماٹر اس کی چڑ تھی۔ اس نے ہمیں کباڑی سے بھی کم تر سمجھا تھا۔ چنانچہ ہم نے اسے ٹماٹر کہا۔ ٹماٹر ولد ٹماٹر کہا اور پیش گوئی کی کہ اس کی آئندہ سات نسلوں میں صرف ٹماٹر پیدا ہوں گے۔ ہم اس شور و غل میں نکل جاتے لیکن نمونہ دوڑتا ہوا آیا اور ہماری راہ میں حائل ہو گیا "مزدوری تو دے جاؤ۔" وہ بولا "مو نجو ڈرو سے گاڑی کھود کر نکالی تھی۔ خریدنا نہیں تھی تو ہمیں تکلیف کیوں دی؟"

"ہمیں کار خریدنا تھی۔ کوئی ثابت کر دے کہ یہ کار ہے تو ہم لے لیں گے۔" میں نے کہا۔

"گویا تم انکار کر رہے ہو؟" اس نے قاتل لہجے میں کہا اور وہ سب نفری ہاتھ کے اشارے سے طلب کر لی جو گاڑی کو اس کے مرقد سے نکالنے کے لیے جمع کی گئی تھی۔ بیلچے والا مزدور سب سے آگے تھا۔ یہ اسلحہ اس نے نمونے کو پکڑا دیا۔

"اب بولو۔" نمونہ بولا "اسے گاڑی ثابت کریں یا تمہارے ساتھ وہ کریں کہ خود تم ثابت نہ رہو۔"

میں اور ماموں اس غزل بیابانی کو جان کا صدقہ دے کر بھاگے۔ پچاس روپے نہ دیتے تو وہ مجموعی طور پر ہماری پچاس ہڈیاں ضرور توڑ دیتے۔ پچاس قدم دور جا کے ہم نے دیکھا تو وہ گاڑی کو پھر مرقد میں اتار رہے تھے اور نمونہ دونوں مرغیوں کو ان کے سرتاج سمیت واپس بیڈ روم میں پہنچا رہا تھا۔

"بدمعاش۔" بھورے ماموں نے ایک بینچ پر بیٹھنے کے بعد کہا۔ اس طرح ہر روز نہ جانے کتنے لوگوں سے زبردستی سو پچاس وصول کرتے ہوں گے۔"

Urdu Books, English Books and Old pdf books download

http://www.Mypdfsite.com

"اور اب تک اصل قیمت سے زیادہ گاڑی کو اٹھا کے پھر رکھنے کا لے چکے ہوں گے۔" میں نے برابر بیٹھتے ہوئے تائید کی۔

"حالانکہ وہ گاڑی عجائب خانے والے خرید سکتے ہیں اچھے خاصے معاوضے پر۔" بھورے ماموں نے کہا "تم نے دیکھا تھا بھانجے! اس پر لکھا تھا' تین سو تیس ق م۔ اور پیچھے لکھا تھا مقدر کا سکندر۔"

"تین سو تیس سال قبل مسیح۔" میں نے کہا "غالباً سکندر اعظم نے بھی اسی زمانے میں حملہ کیا تھا۔"

"اس سے تو ثابت ہو گیا کہ سکندر اعظم نے اسی گاڑی میں فوج کی کمان کی تھی۔" بھورے ماموں نے کہا "خیر۔ ہمیں کون سا ہند پر حملہ کرنا تھا۔ کرنا ہو گا تو ٹیکسی خرید لیں گے۔ فائدہ بس ایک تھا۔ اگر تمہاری ممانی بھی دھکا لگاتی رہتی تو اس کی چربی خاصی کم ہو جاتی۔" ہم کار خریدنے کے ارادے سے تائب ہو چکے تھے۔

لیکن دنیا میں معجزے کہاں نہیں ہوتے۔ خود میں ایک بار ایسی ٹیکسی میں بیٹھا تھا جس کے میٹر نے بالکل صحیح کرایہ بتایا تھا۔ ایک تھانے دار نے شکایت لے کر جانے والے کے بجائے سچ مچ مجھے جیب تراشی کے الزام میں بند کر دیا تھا۔ بھورے ماموں حلفیہ بیان کرتے تھے کہ جس ٹرین سے ممانی میکے سے لوٹی تھیں' وہ ٹائم ٹیبل میں درج وقت کے مطابق آئی تھی۔ ایک منٹ بھی لیٹ نہیں تھی۔ ایسے واقعات پر یقین کوئی نہیں کرتا۔ بالکل اسی طرح جیسے اخبارات میں جنس بدلنے کے واقعات پر یا فی دی کے خبرنامے پر لیکن اتنی بڑی دنیا میں سب ہوتا ہے۔ خواہ ہزاروں سال میں ایک بار ہو۔ ایسا ہی ہمارے ساتھ بھی اس وقت ہوا۔ جب ہم گلیوں میں جوتیاں چٹخاتے خیر سے گھر لوٹ کر آ رہے تھے۔ سب سے پہلے بھورے ماموں نے دیکھا۔

"بھانجے!" انہوں نے میرا کندھا پکڑ کے ہلایا کیونکہ میں منہ اوپر اٹھائے ایک کھلی کھڑکی میں کار سے زیادہ خوب صورت چیز دیکھ رہا تھا "یہ کار دیکھو۔ اس پر کیا لکھا ہے۔"

میں نے غور سے دیکھا تو مجھے بھی وہ ہر پہلو سے کار نظر آئی۔ کار اگر زیادہ نئی نہیں تھی تو بہت پرانی بھی نہیں تھی۔ اس پر کاغذ کی ایک سلپ چپکا دی گئی تھی اور اس پر لکھا تھا "برائے فروخت۔ قیمت صرف تین ہزار۔ گھنٹی بجا کے مالک سے بات کریں۔" گھنٹی کار کے بہت قریب دروازے پر موجود تھی۔

"مل گئی بھورے ماموں!" میں نے مسرت سے چلا کے کہا "میں نے کہا تھا کے ملے گی ضرور۔"

"ابھی نظر آئی ہے بھانجے!" بھورے ماموں نے کہا "ممکن ہے اب تک بک گئی ہو۔ صرف سلپ

تھی رہ گئی ہو یا مالک نے ارادہ بدل دیا ہو۔ معلوم کر لو فوراً۔"

میں نے کانپتے ہاتھوں سے بٹن کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ اندر سے گھنٹی کی آواز بعد میں آئی' وہ آواز پہلے آئی جو کرنٹ لگنے سے میں نے نکالی تھی۔ دروازہ کھلا اور ایک شخص نمودار ہوا جو نیچے سے اوپر تک بلیک اینڈ وائٹ تھا۔ مثلاً خود کالا تھا مگر اس کے بال کچھ سفید تھے۔ قمیص اس نے سفید پہن رکھی تھی تو پتلون سیاہ۔ جوتوں میں دونوں رنگ تھے یعنی تو سفید تھے اور اپر سیاہ تھا "جی؟" اس نے کہا۔

"ہم یہ کار خریدنا چاہتے تھے۔" میں نے کہا "بشرطیکہ یہ چلتی ہو۔"

"صبح سے نہ جانے کتنے لوگ یہ بات کہہ چکے ہیں۔ اب آپ بھی اطمینان کر لیں۔" وہ بولا اور چابی لے کر آگے بڑھا۔ میں نے خوشی سے چیخ مارنے کی خواہش پر بڑی مشکل سے قابو پایا اور بھورے ماموں نے خوشی سے بے ہوش ہونا ملتوی کیا۔ کیونکہ وہ دروازہ کھول چکا تھا "ڈرائیونگ آتی ہے آپ کو؟" وہ بولا۔

"نہیں۔ ہم ساتھ بیٹھ جاتے ہیں فی الحال۔" بھورے ماموں نے کہا "یہ میرا بھانجا کالے خاں پہلے اچھا ڈرائیور تھا۔ گروہ کو کلے والا کالا انجن چلاتا تھا۔ تب سے یہی نام پڑ گیا۔"

میں نے بھورے ماموں کو گھور کے دیکھا۔ سارا شجرہ نسب بتانے کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔ میں نہ گھورتا تو وہ اپنی رو میں یہ بھی بتا جاتے کہ آج کل میں کیا کرتا ہوں۔

"یہ کار آپ کی ہے؟" بھورے ماموں نے ایک فضول سوال کیا۔

"آپ کا کیا خیال ہے' آپ کے باپ کی ہے۔" مالک کار اسٹارٹ کرتے کرتے پلٹ کر بولا "چوری کی ہے میں نے؟"

"میرا مطلب... یہ تھا کہ آپ کیوں بیچ رہے ہیں... اور اتنی کم قیمت میں؟" میں نے کہا۔

"میری مرضی۔ میں ایک روپے میں بیچ دوں۔ آپ کو لینی ہے یا نہیں؟" وہ سخت برا مان کے بولا اور میں نے بہت مہذب لہجے میں "سوری" کہا۔ ورنہ اندیشہ لاحق تھا کہ وہ نیچے اتر کے ہم سے کہے گا "گیٹ آؤٹ" اور خود اندر ہو جائے گا۔ کار کو برق رفتاری سے دوڑتے موڑ کاٹتے دیکھ کر میں دم بخود رہ گیا۔ اس قیمت میں اس سے اچھی کار کا تصور بھی محال تھا۔ ایک راؤنڈ لگا کے اس نے گاڑی کو پھر وہیں لا کھڑا کیا۔ بھورے ماموں کے دل کی حالت مجھ سے بہتر نہیں تھی۔ میں نے ان کو کہنی ماری تو بھورے ماموں "ہائے" کر کے اچھلے لیکن فوراً میرا اشارہ سمجھ گئے "کیا خیال ہے اب؟" کار کے مالک نے کہا۔

"سودا ہو گیا جی۔" میں نے کہا "آپ رسید لکھیں اور کاغذات ہمارے حوالے کریں۔"

Urdu Books, English Books and Old pdf books download

http://www.Mypdfsite.com

اس نے سر ہلایا "برائے فروخت" والی سلپ ہٹائی اور کار بند کر کے اتر گیا "اندر آجائیں آپ لوگ۔"

ہم ایک خوب صورتی سے آراستہ ڈرائنگ روم میں جا بیٹھے۔ وہ اندر چائے کو کہنے گیا اور چند منٹ میں لوٹ آیا۔

"کار آپ کو کل ملے گی۔" وہ بولا "آپ لوگ بیعانہ دے جائیں۔ میں رسید بنا دیتا ہوں۔"

"ابھی۔ اسی وقت لے لیں آپ سب رقم۔" بھورے ماموں نے کہا "ویر کیسی۔"

"کل تک مجھے اپنے لیے دوسری گاڑی بھی خریدنا ہے۔" وہ بولا "میں رکشا ٹیکسی میں خوار نہیں ہو سکتا۔ اگر آپ کو منظور ہو تو کل بارہ بجے آ کے باقی رقم دیں اور کار لے جائیں۔"

کار ملنے کی خوشی پل بھر کے لیے مایوسی میں بدل گئی۔ کل کا کیا بھروسا۔ یہ بات پہلی بار سچ لگی مگر یہ شرط منظور کیے بغیر سودا نہیں بنتا تھا۔ وہ چائے لینے اندر گیا تو بھورے ماموں نے مجھ سے مشورہ کیا۔

"بھانجے! رقم ڈوب تو نہیں جائے گی؟" ماموں نے کہا "کتنا بیعانہ دیں؟"

"پانچ سو دس دے دیتے ہیں۔ گھر بار' بیوی بچوں والا اور معزز آدمی ہے۔" میں نے کہا "پانچ سو کی خاطر ہماری طرح..... میرا مطلب ہے۔" اسی وقت وہ واپس آگیا۔ ہم نے چائے پی' بیعانے کی رقم دی اور رسید لے کر اس کو حسرت سے دیکھتے ہوئے چل پڑے۔ ہماری ذہنی کیفیت اس شخص سے مختلف نہ تھی جس کا صرف نکاح ہوا ہو اور جو رخصتی سے قبل بیوی کو اس طرح دیکھ سکتا ہو' جیسے دوسرے سب دیکھتے ہوں۔ بھورے ماموں نے مجھے یہ خبر ممانی کو سنانے سے منع کیا "یہ نہ ہو اس کا ہارٹ فیل ہو جائے۔"

"صدمے سے یا خوشی سے؟" میں نے کہا "ویسے آپ کو کیا فرق پڑتا ہے ماموں؟"

"فرق پڑتا ہے بھانجے! ذرا کفن سائز کفن اور اسپیشل سائز قبر کا اندازہ کرو۔" بھورے ماموں نے کہا "اتنے اخراجات برداشت کر سکتا ہوں میں اور اس کے علاوہ تم کو اس سے سوا تین ہزار بھی لینے ہیں۔ اس کی روح تو تمہیں دینے سے رہی۔ میں خود بتا دوں گا ایسے کہ گاڑی میت گاڑی بن کے نہ آئے۔"

دو چوبیس گھنٹے میں نے اس محبتوں کی طرح گزارے جسے صحرا میں خبر ملے کہ لیلیٰ کے باپ نے اس کا رشتہ منظور کر لیا ہے اور اسے اگلے دن بارہ بجے عقد کے لیے طلب کیا ہے۔ جو حرکات میں نے سوتے جاگتے فرمائیں' وہ میں سرعام کرتا تو خود بھورے ماموں مجھے پاگل خانے چھوڑ آتے۔ میں سوچ رہا تھا کہ

بھورے ماموں کی یہی کیفیت ہوئی تو ممانی کیا کریں گی۔ مرچوں کی دھونی دیں گی یا اپنے تھانے دار بھائی کو ہمراہ پاپوش نمبر تیرہ طلب کریں گی کہ اپنے جیجا جی کے سر عزیز کی سرسامی کیفیت دور کر دے۔

اگلے دن بارہ بجے ہم پھر کار کے روبرو تھے لیکن وہاں اب ایک نہیں دو کاریں کھڑی تھیں۔ بالکل ایک جیسی جیسے جڑواں بہنیں۔ دونوں میں سرمو فرق نہیں۔ دونوں کا رنگ لال تھا۔ دونوں ایک ہی سال کا ماڈل تھیں۔ اندر باہر دونوں کی ہر چیز ایک تھی۔ تاہم یہ کوئی غیر معمولی بات نہیں تھی۔

"بھانجے' میری عقل دریائے حیرت میں غوطہ زن ہے۔" بھورے ماموں نے کہا۔

"ڈوبنے دیں اسے وہیں۔ آپ کے کون سی کام آتی تھی۔" میں نے کہا "ہماری کار یہ ہے۔ میں نے اس کا نمبر کل ہی نوٹ کر لیا تھا۔ شہر میں تو ایک جیسی سیکڑوں کاریں ہوتی ہیں۔"

"کبھی کبھی مجھے اپنے آپ پر فخر ہوتا ہے کہ میرا بھانجا مجھ سے کم نہیں۔" بھورے ماموں نے کہا اور بکلی کا جھٹکا کھا کے اچھلے تو جملے کا آخری لفظ "ہے" لمبا ہو کے ہائے بن گیا۔ انہوں نے کال بیل بجائی تھی۔

"آ گئے آپ لوگ۔" کار کے مالک نے ہمیں دیکھتے ہی کہا اور اندر لے گیا۔ باقی رقم دینے اور رسید وغیرہ لینے کی کاغذی کارروائی فوراً مکمل ہو گئی۔ اس نے چابی ہمارے حوالے کر دی جسے میں نے فوراً جھپٹ لیا۔

"آپ برا نہ مانیں تو ایک بات پوچھوں؟" بھورے ماموں نے کہا۔

"اگر آپ یہ پوچھیں گے کہ میں نے ایک گاڑی بیچ کے ویسی ہی دوسری گاڑی کیوں لی تو میں یقیناً برا مانوں گا۔" وہ بولا "میں ایسی ہی دو نہیں دس گاڑیاں لے لوں تو اس میں کون سی غیر قانونی یا غیر اخلاقی بات ہے۔ میں شہر کی ساری ایک جیسی گاڑیوں کی لائن لگانا چاہوں اپنے گھر کے سامنے....."

میں نے بھورے ماموں کو گھسیٹ لیا۔ تمام معاملات خوش اسلوبی سے طے ہو جانے کے بعد اس تلخی کا کوئی جواز نہ تھا۔ ہمارے باہر آتے ہی اس نے دروازہ بند کر دیا۔ اس کا رویہ ایک دم بدل گیا تھا۔

"آپ ہم اسے لے کر کیسے جائیں گے بھانجے؟" ماموں نے پیار سے کار پر تھپکی دی۔

"وہ..... دراصل..... میرا خیال ہے ہماری گاڑی وہ ہے۔" میں نے کاغذات دیکھ کر کہا "پیچھے والی۔"

"لیکن کل تم نے نمبر نوٹ کیا تھا۔" بھورے ماموں نے مجھے شرمندہ کرنے کے لیے طنز کیا۔

میں نے دروازے پر دستک دی۔ کار کا سابقہ مالک فوراً نمودار ہو گیا جیسے وہ دروازے کے پیچھے ہی کھڑا تھا۔

Urdu Books, English Books and Old pdf books download

http://www.Mypdfsite.com

"آپ کی بہت مہربانی ہوگی۔" میں نے کہا "اگر آپ گاڑی ہمارے گھر تک چھوڑ آئیں۔"

"سوری۔ وقت نہیں ہے میرے پاس۔ گاڑی اب آپ کی ہے۔ جیسے چاہیں لے جائیں۔" وہ دروازہ دھڑ سے بند کرکے بولا۔ میں نے اور بھورے ماموں نے خفت سے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ یہ نکتہ ابھی تک ہم دونوں میں سے کسی کے ذہن میں نہیں آیا تھا کہ گاڑی کے ساتھ اسے چلانا بھی آنا چاہیے۔

"میں ڈرائیونگ سیکھ لوں گا بہت جلد۔" میں نے کہا "کل پرسوں تک۔"

"سوال ابھی کا ہے بھانجے!" بھورے ماموں نے کہا "کیا ہم اسے سر پر اٹھا کے لے جائیں گے۔"

ہم اسے ایک گدھا گاڑی کے پیچھے باندھ کر لے گئے۔ سات سو پینسٹھ روپے میں سے پچاس ہم پہلے انہیں دے چکے تھے جنہوں نے گیارہ سال بعد کار کا گڑا مردہ اکھاڑا تھا۔ مزید پچاس ہم نے گدھا گاڑی والے کو پیش کیے۔ بھورے ماموں کے مشورے پر ہم کار میں یوں گھر تک پہنچے کہ اندر ڈرائیونگ سیٹ پر بھورے ماموں بڑے کروفر سے بیٹھے تھے۔ اسٹیئرنگ اور بریک استعمال کر رہے تھے اور آگے گدھا بیک وقت دو گاڑیوں کو کھینچ رہا تھا۔ شام تک سو روپے مٹھائی تقسیم کرنے میں صرف ہوئے۔ پچاس ممانی کے لیے شربت مفرح قلب اور دیگر ٹانک لانے پر۔ سارا محلہ انہیں مبارک باد دینے آتا رہا اور میں نے گاڑی کو دھو کر چمکا دیا۔ اتنے عزت دار ماموں پہلے کبھی نہ ہوئے تھے۔

پیدل چلنے والے حشرات الارض سے ایک جست میں کار والوں کی صف میں شامل ہو جانا' میری زندگی کا سب سے خوشگوار' انقلاب آفریں اور سنسنی خیز تجربہ تھا۔ مشترکہ سرمائے سے خریدی جانے والی کار کے استعمال کا فارمولا بھورے ماموں نے بہت چالاکی سے پیش کیا تھا۔ ان کا خیال تھا کہ وہ تو دن بھر شان سے پھریں گے۔ رات دس بجے کے بعد میں کہاں جاؤں گا لیکن کار نے میرے لیے مستقبل میں کامیابی کے نئے دروازے کھول دیے تھے۔ جیب کاٹنا بہت سے پیشوں کے مقابلے میں زیادہ معزز تھا۔ مثلاً کسی کا گلا کاٹنا' منشیات فروخت کرنا یا اسمگلنگ اور بردہ فروشی بہت مذموم کاروبار تھے لیکن اب میں سوچ رہا تھا کہ رات کو گاڑی کی مدد سے میں بہت سے منافع بخش کام کر سکتا تھا مثلاً گاڑیوں کے غیر ضروری پارٹس کا بزنس۔ کچھ لوگ کاروں میں ریڈیو اور ٹیپ ریکارڈر لگا کے بہت سے غلط کام کرتے ہیں۔ رومانی فلمی گانوں سے صاف ستھرے معاشرے کا اخلاق خراب کرتے ہیں۔ دھیان موسیقی کی طرف ہو تو خود کسی ٹرک کے نیچے سے اور دنیا سے گزر جاتے ہیں یا کسی بے ضرر آدمی پر سے گزار دیتے ہیں۔ جو شرافت سے سڑک کے وسط میں چل رہا ہو اور صاف نظر آتا ہو۔ ایسی خطرناک چیز کو نکالنا

خدمت خلق قرار دیا جا سکتا ہے اور رات کو جب گاڑیوں کے مالک خواب شیریں میں ہوں (فریادو والی یا کسی بھی شیریں کے ساتھ) تو خدمت خلق کے بہترین مواقع ملتے ہیں۔ کوئی بھولا بھٹکا چوکیدار یا قانون کا رکھوالا آنکلے تو کوئی بات نہیں۔ اپنی کار کو دیکھنے لگو جیسے کوئی خرابی ہو گئی ہے۔

صبح ہم نے ایک اور گدھا گاڑی والا پکڑا اور پھر کار کو گدھے کی مدد سے ڈرائیو کر کے ایک میدان تک لے گئے جہاں اس وقت کوئی نہ تھا۔ سوائے ایک اور شخص کے جو خود بھی ہماری طرح ڈرائیونگ سیکھنے آیا تھا۔ گدھا گاڑی والا رخصت ہو گیا تو میں نے ماموں کو ساتھ بٹھا لیا۔ جیسے پائلٹ اپنے ساتھ کو پائلٹ کو بٹھاتا ہے اور انجن کو اسٹارٹ کرنے کے لیے چابی گھمائی۔ انجن میں سے کوئی آواز نہ آئی۔ میں نے متعدد بار کوشش کی لیکن کار کا سکوت برقرار رہا۔

"پٹرول تو ہے بھانجے؟" ماموں نے مجھے یاد دلایا۔ میں نے آگے جا کے پٹرول ٹینک میں جھانکا اور اس کی تہ میں پٹرول کو متحرک پایا۔ تھوڑی سی جستجو کے بعد مجھے ایک خشک ٹہنی مل گئی۔ اسے ٹینک میں ڈال کے میں نے پٹرول کی مقدار کا صحیح اندازہ کیا اور پھر اپنی جگہ آ بیٹھا۔

"پٹرول تو ہے ماموں!" میں نے کہا "کل یہی کار فوراً اسٹارٹ ہو گئی تھی۔"

"بھانجے! کیا یہ نہیں ہو سکتا کہ۔۔۔ تمہارے ہاتھوں کا قصور ہو۔" بھورے ماموں نے کہا "جیسے کچھ لوگ سبز قدم ہوتے ہیں۔"

"تو آپ اپنے مبارک ہاتھوں سے کوشش کریں۔" میں نے بھنا کے کہا اور نیچے اتر گیا۔ ماموں میری جگہ کھسک آئے۔ میں نے تھوڑی بہت شد بد رکھنے کے باعث ماموں کو کار کے ان اعضا سے متعارف کرایا جو اسے رواں کرتے ہیں۔ مثلاً کلچ' گیئر اور ایکسیلیٹر وغیرہ لیکن اس سے کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ کار گل محمد کی طرح کھڑی رہی۔ زمیں جنبد نہ جنبد گل محمد۔

"اس کی بیٹری کمزور ہو سکتی ہے۔" بھورے ماموں نے خفت سے کہا۔

"کل یہ ایک دفعہ میں اسٹارٹ ہو گئی تھی۔" میں نے کہا "اس کے بعد بھی چلتی رہی ہے۔ بیٹری چارج ہوئی ہو گی۔ کمزور کیسے ہو گئی۔"

"تو اس خبیث نے بیٹری بدل دی ہو گی۔" بھورے ماموں نے کہا اور مجھے ان سے اتفاق کرنا پڑا لیکن اتفاق میں برکت یہ ہوئی کہ مجھے گاڑی کو دھکا لگانے کے لیے نیچے اترنا پڑا۔ گاڑی کو دس گز چلا کے میں یوں ہانپنے لگا جیسے ماؤنٹ ایورسٹ تک دوڑ لگا کے آیا ہوں۔ دھوپ بہت تیز تھی۔ چنانچہ اندر میرا مغز بھی بھاپ فرائی ہو رہا تھا اور باہر میرے جسم کا سارا پانی بہہ رہا تھا۔ میں نے سنا تھا کہ آدمی کے جسم میں

Urdu Books, English Books and Old pdf books download

http://www.Mypdfsite.com

ننانوے فی صد پانی ہے اور یہ کبھی نہ سمجھ پایا تھا کہ باقی ایک فی صد کو آدمی کیسے مانا جائے لیکن وہ بات بیچ تھی تو میرا نوے فی صد پانی خارج ہو گیا تھا مگر گاڑی کا انجن بالکل مردہ تھا پھر میری مدد کے لیے غیب سے دو فرشتے نمودار ہوئے۔ وہ دونوں موٹر سائیکل پر آئے تھے۔ ایک استاد تھا اور دوسرا زیر تربیت ڈرائیور۔ ان دونوں نے مل کر میرے ساتھ گاڑی کو گراؤنڈ کے گرد خاصی رفتار سے آدھا راؤنڈ دیا لیکن انجن تو اسٹارٹ ہونا ہی بھول گیا تھا۔ دوسری کار کا ڈرائیور جو بڑی کامیابی سے مشق میں مصروف تھا' دھکا لگانے والوں میں شامل ہو گیا اور میں نے بھورے ماموں کو اپنی جگہ زور آزمائی کا موقع فراہم کیا۔ میرا خیال تھا کہ بھورے ماموں اناڑی پن کے باعث گاڑی اسٹارٹ نہیں کر پا رہے ہیں لیکن گراؤنڈ کا راؤنڈ ختم ہوا تو دھکا لگانے والے بھی ختم ہونے کے قریب تھے اور کار ہنوز بے کار تھی۔

"میں.... انجن.... کو دیکھتا ہوں۔" اس شخص نے ہانپتے ہوئے کہا جو شامت اعمال کے باعث اپنی کار میں ڈرائیونگ کی پریکٹس چھوڑ کے خدمت خلق کرنے آ گیا تھا۔ اس نے آگے سے بونٹ کھولا۔

"یہاں تو انجن ہی نہیں ہے۔" اس نے بونٹ کو دھڑ سے مارا۔

"اس میں انجن پیچھے ہوتا ہے۔" میں نے کہا "میرا خیال تھا تمہیں معلوم ہو گا۔"

اس نے پیچھے کا بونٹ اٹھایا "انجن یہاں بھی نہیں ہے۔" وہ چلایا اور بونٹ کو پھر دے مارا۔

پہلے مجھے اپنے کانوں پر یقین نہیں آیا لیکن میں نے خود اتر کے دیکھا تو مجھے اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آیا۔ انجن آگے پیچھے' اوپر نیچے درمیان' کہیں نہیں تھا۔ ہم بغیر انجن کی کار اسٹارٹ کرنے کی احمقانہ کوشش میں مصروف تھے۔ صورت حال کی سنگینی کے باوجود ہمارے معاون و مددگار ہنس ہنس کے دہرے ہو گئے۔

"پاگل کے بچے' خالی ڈبا چلانا چاہتے تھے۔" کار کے ڈرائیور نے جاتے جاتے کہا۔

"انجن کہاں گیا چاچا؟" ایک موٹر سائیکل والا بولا "بخارات بن کے اڑ گیا۔"

"اب تم میں سے ایک انجن کی جگہ بیٹھ جائے۔" دوسرے نے مشورہ دیا۔

شرمندگی کا وقفہ گزر گیا تو ہم دونوں غصے سے تھر تھر کانپنے لگے۔ ہمارے ساتھ بہت بڑا فراڈ ہوا تھا۔ ہماری سخت سبکی ہوئی تھی اور اپنی نظر میں ہم دنیا کے سب سے بڑے احمق بن گئے تھے۔ پہلے بھورے ماموں نے اور پھر میں نے اپنی اپنی لغت کی ہر منتخب گالی اس شخص کو دی جس نے تین ہزار میں بغیر انجن کی گاڑی ہمیں فروخت کی تھی پھر اتفاق رائے سے ہم نے طے کیا کہ وہ شخص جہنمی اور واجب القتل ہے۔ ہمیں اسے قیمہ کرنے کی مشین میں یا روڈ رولر کے سامنے ڈال دینا چاہیے۔ رائفل پر بٹھا کے فائر

کر دینا چاہیے' کولھو میں پلوا دینا چاہیے۔ دوسرے دور میں ہم نے الزام ایک دوسرے پر رکھنے کی کوشش کی اور خون کا رشتہ منقطع ہوتے ہوتے رہ گیا۔ کیسا ماموں اور کہاں کا بھانجا۔ ہم سکندر اور پورس کی طرح ایک دوسرے کے مقابل صف آرا ہو گئے تھے لیکن میری طبعی شرافت اور سعادت مندی نے بروقت مجھے روک لیا۔ میں نے اور ماموں نے اس ڈبے کو ایک ایک لات ماری اور لنگڑاتے ہوئے چل پڑے۔

"اس خطرناک شخص کے پاس مسلح ہو کے جانا چاہیے بھانجے!" بھورے ماموں نے کہا "اس کا کیا بھروسا۔ طپنچہ نکالے اور ڈز کر دے۔"

"طپنچہ کہاں سے لاؤں میں۔" میں نے کہا "آپ کے پاس تو پھر بھی بھنگیوں کی توپ ہے۔"

"تمہاری ممانی توپ ضرور ہے۔" بھورے ماموں نے برا مان کے کہا "لیکن اس کا شجرہ نسب....!"

"مجھے معلوم ہے' وہ اکبر اعظم کی پڑپوتی کی پڑپوتی ہے۔" میں نے دہاڑ کر کہا "مگر وہ اسلحہ نہیں ہے۔" اچانک میری نظر ایک قصاب کی دکان پر گئی جو بڑے انہماک سے گوشت کا قیمہ کر رہا تھا۔

"بھائی صاحب!" میں نے خود کو محفوظ رکھتے ہوئے کہا "مجھے یہ خریدنا تھا۔"

"قیمہ؟ بولو کتنا چاہیے۔ یہی دے دوں یا تمہارا قیمہ الگ بناؤں؟" وہ بولا۔

"مجھے یہ.... چاہیے.... جس سے قیمہ بنا رہے ہو۔" میں نے پچاس کا نوٹ لہرایا۔

"یہ؟ اور خود سارا دن کیا کروں گا؟" وہ ہاتھ روک کے بولا "اپنے سر سے بناؤں گا قیمہ؟"

میں نے رقم دگنی کر دی "تم نوٹ لے سے دوسرا منگوا لو۔ میرے پاس وقت کم ہے۔"

"جورو کو قتل کرنا ہے؟" وہ رازداری سے بولا اور بگڑا مجھے تھما دیا "پھر ایسے ہی لے جاؤ۔ قسم اللہ کی بڑے کام کی چیز ہے۔ خود میں نے قیمہ کر دیا ہے سالی کا۔ آنکھ مٹکا کرتی تھی۔"

اس کے ایثار نے مجھے دم بخود کر دیا۔ وہ خطرناک بھاری بھرکم چھرا لہراتا ماموں کی طرف دوڑتا آیا تو ماموں کو کچھ غلط فہمی ہو گئی۔ وہ "بچاؤ بچاؤ" کرتے بھاگے لیکن میں نے انہیں معاملہ بڑھنے سے قبل ہی خاموش کر دیا۔ مطلب یہ کہ اصل بات سمجھا دی۔

"چلو کچھ تو ہوا۔" ماموں نے اطمینان کا سانس لے کر کہا "اب مجھے بھی لا دو کچھ۔"

"وہ سامنے ایک دکان ہے۔" میں نے کہا "چٹائی اور بانس وغیرہ کی۔ چٹائی تو صرف میت اٹھانے کے کام آتی ہے۔ بانس ٹھیک رہے گا۔ اس کی رینج کافی ہوتی ہے۔ آپ بیس فٹ دور سے وار کر سکتے ہیں۔ اس خبیث کے سر پر مارنا۔ وہ تیورا کے گرے گا تو میں یوں گردن الگ کر دوں گا۔ کھٹ۔" میں نے

Urdu Books, English Books and Old pdf books download

http://www.Mypdfsite.com

بگڈالرایا۔

ہاتھ لگا کے کرنٹ سے محفوظ ہونے کے بجائے ماموں نے بانس کی نوک چھو کر بٹن کو دبایا اور خود بانس کے دوسرے سرے پر سولہ فٹ دور کھڑے رہے۔ وہ فوراً دروازہ کھولنے آیا۔ ہمیں خوں خوار موڈ میں دیکھا اور فوراً دروازہ بند کر کے غائب ہو گیا۔ ماموں نے اور میں نے بانس کو شمشیر کی طرح آگے پیچھے سے بغل میں دبایا۔ یوں کہ اگلا حصہ تین فٹ آگے رہا پھر ہم دونوں گلی کے دوسرے کنارے سے دوڑتے ہوئے آئے۔ ہم نے فلموں میں دیکھا تھا کہ قلعے کے دروازے اسی طرح توڑے جاتے ہیں۔ دروازے تک پہنچتے پہنچتے ہم آواز سے زیادہ تیز رفتار اختیار کر چکے تھے اور اگر اس پر سانک اسپیڈ کے ساتھ بانس دروازے پر مارتے تو شاید دیوار تک گر جاتی لیکن ہوا یہ کہ اس شیطان نے عین وقت پر دروازہ کھول دیا اور ہم سیدھے گزر کے ڈرائنگ روم میں منہ کے بل گرے۔ معلوم نہیں وہ ہر وقت دروازے سے لگا کیسے کھڑا رہتا تھا۔ میں بگڈے کو شمشیر بے نیام کی طرح اڑا رہا تھا اور نعرۂ تکبیر بلند کر رہا تھا۔ تاہم مجھے یاد ہے کہ پھر میں سینٹر ٹیبل کے اوپر سے گزر کے صوفے پر گرا تھا اور اچھل کے نیچے آیا تھا تو میرے سر پر ایک پیڈسٹل لیمپ گر گیا تھا۔ جو اونیکس پتھر کا بنا ہوا تھا۔ مجھے بعد میں معلوم ہوا کہ ماموں قالین میں الجھ کے گرے تھے تو وہی بانس ان کے سر پر لگا تھا' جو وہ دشمن کے سر پر مارنے آئے تھے۔ میرا بگڈا صوفے کے پیچھے جا پڑا تھا۔ چند منٹ بعد جب کمرے کی گردش رک گئی تو میں اور ماموں اٹھے۔

وہ چند انچ کا ریوالور لیے ہمارے سامنے کھڑا تھا "یہ کیا حرکت ہے؟" وہ بولا۔

یک لخت میرا غصہ عود کر آیا "حرکت ہم نے کی تھی' شیطان لعین۔ وہ گاڑی تھی جو تو نے ہمیں دی تھی؟"

"اور کیا تھا؟ حقہ یا اون طشتری؟" وہ بولا۔

"جس میں انجن نہ ہو اسے کار کہتے ہیں؟" بھورے ماموں نے کہا "دھوکے باز۔ ناہنجار۔"

"انجن کے بغیر میں نے تم کو چلا کے کیسے دکھا دی تھی؟" وہ بولا۔

میں اور بھورے ماموں اس سوال کے لیے تیار نہ تھے۔ ہم نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔

میں نے کہا "تم نے گاڑی ہمیں بیچ دی۔ اس کا انجن کسی اور کو بیچ دیا۔ اسی لیے تم نے صرف بیعانہ لیا تھا اور چوبیس گھنٹے کی مہلت لی تھی۔"

"فرض کرو ایسا ہی ہوا تھا پھر؟" وہ ہنسا۔

"اور اسی لیے تم نے ہمیں چھوڑ کر آنے سے انکار کر دیا تھا۔" بھورے ماموں نے میز پر مکا مارا اور ہاتھ سہلایا۔

"اسی لیے میں نے پوچھا تھا کہ ڈرائیونگ آتی ہے؟" وہ پھر خباثت سے ہنسا "ان سب سے میں نے کہا تھا کہ گاڑی بک چکی ہے جو ڈرائیونگ جانتے تھے۔"

"ہم تمہارے خلاف پولیس میں رپورٹ کریں گے۔" بھورے ماموں نے بھانگ دہل کہا "یہ صاف چار سو بیس کا کیس ہے۔ تین ہزار وصول کر لیں گے ہم۔"

"ضرور کرو رپورٹ۔ تمہارے پاس رسید ہے تو میرے پاس تمہارا دستخط کیا ہوا ڈیوری لیٹر ہے کہ میں نے فلاں نمبر کی کار تمہارے حوالے کر دی۔ اس میں انجن نمبر اور چیسس نمبر سب ہے۔ اس کے بعد کیا ہوا' یہ میری ذمے داری نہیں۔ کسی نے انجن چرا لیا یا خود تم اسے شیر شاہ جا کر بیچ آئے۔ الزام ہر صورت میں تم پر آئے گا۔ زبردستی گھر میں گھسنے کا' اسلحہ رکھنے کا' قاتلانہ حملے کا۔"

جب ہم خالی ہاتھ لوٹے تو ہماری حالت اس عاشق سے بدتر تھی جو اپنے محبوب اور رقیب روسیاہ کے عقد کی دعوت ولیمہ کھانے گیا ہو اور دھکے دے کر نکال دیا جائے۔ ہم گھر آ کے اس شکست فاش پر سرنگوں' افسردہ اور شرمندہ بیٹھے رہے پھر بھورے ماموں نے کہا۔

"بھانجے کالے خاں! کیا وہ گاڑی اسی میدان میں کھڑی رہے گی؟"

"کھڑی رہے۔" میں نے کہا "ہم نے کل جو گاڑی دیکھی تھی وہ گیارہ سال سے کھڑی ہے۔"

"لیکن اس پر ہم نے تین ہزار روپے خرچ کیے ہیں۔" بھورے ماموں نے کہا۔

"ہم نے نہیں۔ میں نے۔" میں نے دانت پیس کر کہا "میں ممانی کو بیچ دوں گا۔"

"بیچ دینا اگر اچھے پیسے ملیں۔" بھورے ماموں نے کہا "دو ڈھائی من گوشت نکلے گا مگر اس سے تمہارا نقصان پورا نہیں ہو گا۔ میرا کیا ہے' تمہیں دوسری ممانی لا دوں گا۔"

"اس کولا کے بھی ہم کیا کریں گے۔ میرا مطلب ہے اس بغیر انجن کی کار کو۔" میں نے کہا۔

"وہی جو کسی نے ہمارے ساتھ کیا تھا۔" بھورے ماموں نے چٹکی بجائی "دنیا میں ہم دو ہی بے وقوف تو نہیں ہیں بھانجے! ایک ڈھونڈو ہزار ملتے ہیں۔ ممکن ہے تمہیں کچھ منافع ہی ہو جائے۔ کوئی اسے چار ہزار میں لے جائے۔ طریقہ واردات تو سمجھ لیا ہے نا تم نے؟"

ایک بار پھر میں اور ماموں گدھے کی مدد سے کار کو ڈرائیو کر کے گھر لائے۔ یہ خیال ماموں کو راستے میں آیا کہ یہ انتظام تو مستقل بھی کیا جا سکتا ہے۔

Urdu Books, English Books and Old pdf books download

http://www.Mypdfsite.com

"بھانجے!" انہوں نے اچانک کہا "تین دن میں ہم گدھا گاڑی والوں کو ڈیڑھ سو روپے دے چکے ہیں۔ اتنی قیمت میں تو شاید گدھا مل جاتا۔ ہم ہمیشہ کی فکر سے آزاد ہو جاتے۔"

"کیا مطلب؟" میں نے ان کی بات پر غور کیے بغیر کہا۔

"مطلب یہ کالے خاں کہ اس وقت ہم کار میں بیٹھے ہیں۔ دوسرے لوگوں کی طرح۔" بھورے ماموں نے کہا "فرق صرف رفتار کا ہے لیکن باقی لوگ پیٹرول پھونک رہے ہیں اور اس کا خرچ بہت ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ گدھا اس وقت دو گاڑیاں کھینچ رہا ہے۔ اگر وہ صرف کار کھینچنے پر مامور ہو تو رفتار کچھ اور بڑھ جائے گی۔"

میں بھونچکا رہ گیا۔ جیسے نیوٹن کے سر پر سیب کا گرنا ایک حادثہ تھا۔ جس نے بالآخر خلائی دور کا آغاز کیا۔ ایسے ہی یہ خیال بھی انقلاب آفریں تھا۔ ہم واقعی آرام دہ کار میں تھے۔ اسٹیئرنگ ہمارے ہاتھ میں تھا اور پاؤں بریک پر۔ گیارہ بارہ ہارس پاور کے انجن کے بجائے ایک ڈنکی پاور سے چلنے والی کار میں نہ پیٹرول کا خرچ تھا نہ دیکھ بھال اور مرمت کے اخراجات کا۔ میں نے ماموں کے ہاتھ چوم لیے اور انہیں اس سال کا نوبل پرائز برائے سائنس دلوانے کا وعدہ کیا۔ ہم نے مزید اختراع یہ کی کہ سامنے سے ونڈ اسکرین ہٹا دیا اور گدھے کی لگام "کوپائلٹ" کے ہاتھ میں آگئی۔ اب ایک شخص اسٹیئرنگ سنبھالتا تھا اور دوسرا گدھے کی لگام۔ ہم پندرہ منٹ کا فاصلہ ایک گھنٹے میں طے کرتے تھے اور بیشتر لوگ ہم پر ہنستے تھے مگر ہوتی آئی ہے کہ اچھوں کو برا کہتے ہیں۔

گزرا اس روز ہوئی جب ایک معروف شاہراہ پر ہمیں ٹریفک سارجنٹ نے روک لیا "یہ گدھا گاڑی لے کر تم اس سڑک پر نہیں جا سکتے۔" وہ چالان بک نکالتے ہوئے بولا۔

"یہ گدھا گاڑی نہیں ہے۔" ماموں نے اسے چیلنج کیا "یہ گدھا کار ہے۔"

"اگر یہ کار ہے تو اس کا ٹیکس کیوں نہیں ادا کیا گیا۔" اس نے چالان نمبر دو کاٹنا شروع کیا۔

"جس میں انجن نہ ہو وہ موٹر وہیکل نہیں۔" میں نے کہا "ٹیکس کا کیا سوال۔"

"تمہارے پاس ڈرائیونگ لائسنس نہیں ہے۔" اس نے ہماری سنے بغیر تیسرا چالان کاٹا۔

"ڈرائیونگ لائسنس موٹر سائیکل یا موٹر کے لیے ضروری ہے۔ اس میں کوئی موٹر نہیں۔" بھورے ماموں نے واویلا مچایا "گدھا کار پر اس کا اطلاق کیسے ہو گیا۔ ٹریفک کے قاعدے دکھاؤ۔"

بھورے ماموں نے ملک کے سب سے بڑے اخبار کو ایک خط لکھا ہے جس میں خود کو گدھا کار کے عظیم موجد کی حیثیت سے متعارف کرانے کے بعد اس ایجاد کے فوائد پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ انہوں نے

لکھا ہے۔

"جناب! ہمارا ملک قیمتی اور بڑی کاروں کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ ہم کروڑوں، اربوں روپے کا زر مبادلہ پیٹرول پر صرف کرتے ہیں اور اس میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے۔ گدھا کار میں پیٹرول کی ضرورت نہیں ہوگی۔ پیٹرول ٹینک کا استعمال اس طرح کیا جا سکتا ہے کہ گدھے کی غلاظت سڑک پر نہ گرے اور سیدھی ٹینک میں جائے۔ اس کے علاوہ جناب! جب پیٹرول نہیں ہوگا تو فضا کی آلودگی کا مسئلہ بھی نہیں رہے گا۔ کاربن اور دیگر مضر صحت گیسوں سے پاک ہوا میں سانس لینے والے شہری صحت مند ہوں گے۔ حکومت کے محکمہ صحت کا سالانہ خرچ کم ہوگا۔ تیز رفتاری جس طرح اعصاب کو متاثر کرتی ہے، اس کا بھی سدباب ہو جائے گا لیکن سب سے بڑی بات ہے یہ جناب کہ ہمیں کسی ملک سے کاریں درآمد کرنے کی ضرورت نہیں رہے گی۔ ایسی آرام دہ کشن والی باڈی ہم خود بھی بنا سکتے ہیں۔ جیسی کہ کار کی ہوتی ہے۔ اس سے ملکی صنعت کو فروغ ہوگا۔ کار مع انجن منگوانے کی اجازت صرف حکومت دے اور وہ بھی اسپتالوں یا ڈاکٹروں، فائر بریگیڈ جیسے ہنگامی ضرورت کے اداروں کو۔ پولیس کو نہیں۔ وہ گاڑیاں ہونے کے باوجود بدستور تاخیر سے پہنچتے رہیں گے۔ مجرموں کا تعاقب کرنے کے بجائے کاریں تفریح کے لیے استعمال کرتے رہیں گے اور ان کی کارکردگی میں اس خرچ سے فرق نہیں پڑے گا... وغیرہ وغیرہ۔"

بھورے ماموں کو یقین کامل ہے کہ جواب ضرور آئے گا اور اس صدی کے اواخر تک ہر طرف گدھا، گھوڑا کاریں نظر آئیں گی۔ پیٹرول کے ذخائر ویسے بھی تیزی سے ختم ہو رہے ہیں کیونکہ بیسویں صدی کی وہ عظیم ایجاد کئی سال سے عدالت کے احاطے میں کھڑی ہے۔ سنا ہے گدھا فاقوں سے اللہ کو پیارا ہو چکا ہے۔ جب تک گدھا کار کے مقدمات کا فیصلہ نہ ہو (اور متعلقہ ٹریفک رولز میں ترمیم نہ ہونے تک فیصلہ ہونے کا امکان نہیں) میں اور بھورے ماموں حسب سابق اس شہر کی سڑکوں پر جوتیاں چٹخاتے رہیں گے۔

○☆○

KHAN BOOKS
STATIONARY AND LIBRARY
F/890/4 NISHTAR ROAD BHABRA BAZAR
RAWALPINDI PH:5556532
PROP:ALI KHAN

Urdu Books, English Books and Old pdf books download

http://www.Mypdfsite.com

ریڈیو، طوطا اور عمران

یہ بتانا مشکل ہے کہ بھورے ماموں کی پراسرار بیماری کا ذمے دار کون تھا۔ عمران خان، طوطا..... یا ان کا ریڈیو.....!

خرابی کا آغاز اس روز ہوا جب بھورے ماموں نے فیصلہ کیا کہ چار دن کی زندگی میں ان کو کم سے کم ایک پانچ روزہ ٹیسٹ میچ تو دیکھ ہی لینا چاہیے "ریڈیو پر کمنٹری اب سمجھ میں نہیں آتی کالے خاں" انہوں نے فرمایا "اماں میاں کو جہیز میں ملنے والا ریڈیو بہت ضعیف ہو گیا ہے۔ آواز میں رعشہ بھی ہے اور لکنت بھی۔"

"امی کی شادی تو تقسیم سے قبل ہوئی تھی ماموں!" کالے خان نے سر کھجا کے کہا "اس زمانے میں ٹرانسسٹر ریڈیو کہاں ہوتے تھے۔ یہ تو شاید انہوں نے کسی تھانے دار کے گھر سے..."

"کالے خان! شرم آنی چاہیے تم کو.... اب کیا انہیں بعد از مرگ چوری کے الزام میں جیل بھیجنا ہے" بھورے ماموں نے کہا "آیا کہیں سے ہو مگر ریڈیو بہت مظلوم ہے۔ جب تمہاری ممانی کے گلے کا لاؤڈ اسپیکر آن ہوتا ہے تو کمنٹری کرنے والوں کی آواز تک نہیں نکلتی۔ اوسان خطا ہو جاتے ہیں۔ ابھی پچھلی بار افتخار احمد بوکھلا کے کہنے لگا کہ لیجیے ناظرین.... عمران نے چھ گول کر دیے حالانکہ اس نے چھکا مارا تھا۔ اس کے علاوہ مجھے بھی وہ چین سے کہاں بیٹھنے دیتی ہے۔ اس میچ میں پہلے دال لینے دوڑایا۔ واپس آیا تو مدثر آؤٹ..... پھر بھگایا ہری مرچ کے لیے... لوٹا تو ظہیر آؤٹ... لہسن لینے گیا تو محسن آؤٹ... ٹیم کی شکست کی ذمے دار تمہاری ممانی تھی بھانجے۔ اس نے مجھے جم کر بیٹھنے دیا ہوتا تو کھلاڑی جم کر کھیلتے مگر اس نے دس بار مجھے گھر سے آؤٹ کیا اور ہو گئے دس کھلاڑی آؤٹ۔ اب کی بار اسٹیڈیم

میں دری کی جگہ سیمنٹ بچھا کے بیٹھنا ہے، تم دو ٹکٹ مار لاؤ۔"

کالے خان کو بھورے ماموں کے دلائل نے قائل کر لیا تھا کہ ٹیم کی خاطر انہیں اتنا تو کرنا ہی چاہیے مگر پانچ دن تک سیمنٹ لگا کے بیٹھنا اگر مشکل تھا تو پھر اٹھنا ناممکن۔ چنانچہ اس نے ایک روزہ میچ کے ٹکٹ حاصل کیے۔ ایک بزرگوار کی جیب سے، جو بینک کی قطار سے دو ٹکٹ لے کر نکلے تھے اور بس میں کالے خان سے بغلگیر ہو کر کھڑے ہو گئے تھے۔ اسی بس میں دوسرے ہم سفر کی جیب سے میچ کے دیگر اخراجات پورے ہو گئے، اللہ بڑا مسبب الاسباب ہے۔ کالے خان نے شام سے پہلے پہلے ایک دوربین اور ایک تھرماس کا بندوبست بھی کر لیا۔ اگلے دن صبح وہ اس شان سے میچ دیکھنے کے لیے روانہ ہوئے کہ کالے خان کے ایک ہاتھ میں شلوار تھی اور دوسرے ہاتھ میں تھرماس۔ دوربین ماموں کے گلے میں جھول رہی تھی۔ شلوار کا آئیڈیا ممانی کی ایجاد تھا۔ انہوں نے تھیلے نہ ہونے کی مشکل کا حل یہ نکالا تھا کہ ماموں کی ایک پرانی شلوار کا ازاربند کس کے باندھ دیا تھا۔ پھر ایک پائنچے کو کینو اور مالٹوں سے بھر کے اسپورٹس میگزین یعنی کھیل کا اسلحہ خانہ بنا دیا تھا۔ ماموں اور بھانجے میں اتفاق رائے تھا کہ جو مزہ ان اشیا کو پولیس باؤنڈری کے فیلڈر یا پبلک پر مارنے میں ہے وہ انہیں کھانے میں نہیں ہے۔ شلوار کے دوسرے پائنچے میں آلو کے پراٹھے، شامی کباب اور حلوا تھا۔ شلوار کے دونوں سیکشن الگ تھے اور پائنچوں کو اوپر سے باندھنے کے بعد اس "تو اِن ون" بیگ کو کندھے پر لٹکانا بہت آسان ہو گیا تھا۔ ضعیفی کا عذر پیش کر کے بھورے ماموں نے یہ بوجھ کالے خان پر لاد دیا تھا۔

صبح سویرے نکلنے کے باوجود انہیں کسی بس میں جگہ نہ ملی۔ بھورے ماموں نے لفٹ حاصل کرنے کے لیے کئی بار کار والوں کو انگوٹھا دکھایا مگر بیشتر لوگوں کی نظر کمزور تھی۔ انہیں بھورے ماموں کا انگوٹھا کیا، بھورے ماموں ہی نظر نہ آسکے۔ ایک شخص نے جواب میں انگوٹھا دکھایا اور دوسرا زیادہ بدتمیز تھا کہ ہاتھ سے خاصا اشتعال انگیز اشارہ کر کے گزر گیا۔ تاہم ماموں نے اپنی خوشگوار صبح کا موڈ برقرار رکھا۔

"شرط لگاتے ہو بھانجے؟" انہوں نے پیدل چلتے ہوئے کہا "اگر پاکستان جیت گیا تو میں تم سے دو سو روپے لوں گا۔ ہار جائے تو تم مجھے دو سو دے دینا۔"

"ویسے تو کرکٹ بائی چانس ہوتی ہے، ماموں" کالے خان نے سوچ کر کہا "لیکن آج کل چانس، امپائر اپنے پاس رکھتے ہیں۔"

"اچھا یوں کرتے ہیں اس نجومی سے پوچھ لیتے ہیں" بھورے ماموں نے فٹ پاتھ کی طرف اشارہ کیا۔ اب تک وہ دونوں سڑک کے درمیان میں چل رہے تھے جو نسبتاً محفوظ جگہ تھی۔ یہیں اکثر فٹ

Urdu Books, English Books and Old pdf books download

http://www.Mypdfsite.com

پاتھ پر چڑھ جاتی تھیں۔

فٹ پاتھ پر ریٹائرڈ کلرک سے زیادہ خستہ حال طوطا' سابق سیاست داں سے زیادہ کسمپرسی کے شکار نجومی کے ہمراہ پڑا تھا۔ نجومی کا سر اس طبلے کی طرح تھا جس کو بجانے والا ریلوے میں بھاڑ جھونکنے پر ملازم ہو گیا ہو۔ تاہم اس کے سائن بورڈ پر عجیب و غریب ڈگریوں کی مدد سے نجومی کو عالم غیب ثابت کیا گیا تھا۔

"آگیا... آگیا... ایک اُلو کا پٹھا آگیا..." طوطے نے ماموں کے فٹ پاتھ پر بیٹھتے ہی چلانا شروع کیا۔

"آگیا... کدھر ہے؟" اونگھتے ہوئے نجومی نے چونک کر کہا اور ادھر ادھر ہاتھ مار کے بالآخر عینک پکڑنے میں کامیاب ہوا۔ ماموں کو دیکھتے ہی اس کی باچھیں کھل گئیں۔ طوطے نے صحیح اطلاع دی تھی۔ کم سے کم کالے خان کا یہی خیال تھا۔ طوطا اتنا عمر رسیدہ تھا کہ نجومی کا باپ لگتا تھا اور اس کا پنجرہ بھی تو وراثت میں سے تھا۔ غالباً وہ دونوں اکٹھے موہنجوڈرو سے برآمد ہوئے تھے۔

"بہت بدتمیز جانور ہے" بھورے ماموں نے خفا ہو کے کہا "یہ سکھایا ہے تم نے اس الو کو؟"

"اس نے سمجھا تھا کہ تھانے سے بھتہ لینے والا سپاہی آگیا۔" نجومی نے کہا "کبھی کبھی غلطی کر جاتا ہے آدمی کو پہچاننے میں' جیسے تم نے جانور کو پہچاننے میں غلطی کی ہے۔ یہ الو نہیں طوطا ہے۔"

"آگیا... آگیا... دوسرا الو کا پٹھا آگیا۔" طوطے نے روئے سخن کالے خان کی طرف کر لیا۔ وہ ہر گاہک کے بارے میں حقیقت پر مبنی یہ بلیٹن اسی طرح جاری کرنے کا عادی تھا۔ اس کے استاد مکرم نے پنجرے پر ہاتھ مارا۔ طوطا بے وقت بجنے والے الارم کی طرح چپ ہو گیا۔

"اپنی تقدیر کا لکھا پڑھنا چاہتے ہو؟" نجومی نے کہا۔ "ہم بتا سکتے ہیں کل کیا ہو گا۔"

بھورے ماموں نے نفی میں سر ہلایا "ہمیں تو یہ پوچھنا تھا کہ آج کیا ہو گا... جیت بھارت کی ہو گی یا پاکستان کی؟"

"یا میرے مولا..." نجومی تھر تھر کانپنے لگا "کیا پھر جنگ شروع ہو گئی۔ اب کدھر جاؤں میں۔ اودھر ایران میں جنگ... افغانستان میں جنگ... کیا سمندر میں کود جاؤں؟"

بھورے ماموں نے تسلی دی کہ سوال کا تعلق نیشنل اسٹیڈیم کے میدان کارزار سے ہے۔ نجومی نے طوطے کے ذریعے ایک سوال کا جواب دینے کے دس روپے مانگے اور سوا روپے پر سودا کر لیا۔ بھورے ماموں نے اسے وہ امام ضامن پیش کیا جو ممانی نے گھر سے روانہ ہوتے وقت ان کے بازو پر

باندھ دیا تھا کہ اللہ ہنگامے سے محفوظ رکھے اور خیریت سے گھر آئے۔ ریموٹ کنٹرول طوطے نے سگنل پاتے ہی ایک کارڈ کو چونچ میں پکڑ کے نکال لیا۔ نجومی اتنی دیر میں امام ضامن کھول چکا تھا۔ اس میں سے جو نوٹ برآمد ہوا اس کی حالت روڈ ٹرانسپورٹ کارپوریشن کی بس میں سفر کر کے اترنے والے مسافر سے بدتر تھی۔ ممانی نے اس کے اجزا کو ٹیپ لگا کے یوں جوڑا تھا کہ ایک کا نوٹ سوا کا ہو گیا تھا۔ اس پر چار آنے کا ٹیپ لگا ہوا تھا۔ چونی بھی گھس کر تین آنے کی رہ گئی تھی۔ نجومی کے حلق سے ایک پرسوز آواز نکلی اور اس نے طوطے سے کارڈ اچک لیا۔

"اس میں لکھا ہے کہ آج تیرے سر پر پہاڑ ٹوٹے گا' آسمان گرے گا' کوئی مصیبت نازل ہو گی اور تجھے دن میں تارے نظر آجائیں گے" نجومی نے کارڈ واپس لفافے میں رکھا "اب بھاگ جاؤ یہاں سے ورنہ تمہارے ساتھ میں بھی برباد ہو جاؤں گا" اس نے ریموٹ کنٹرول طوطے کو پھر کوئی سگنل دیا۔

"اب تم کون سے آباد ہو" بھورے ماموں نے اٹھتے ہوئے کہا "اس بار جنگ میں ایٹم بم گرے گا تمہارے سر پر" اسی وقت طوطے نے الوداعی خطبہ شروع کیا۔ اگر وہ نجومی نہ ہوتا' ایڈیٹر ہوتا تو اس فصاحت پر طوطے کا ڈیکلریشن یقیناً منسوخ ہو جاتا۔ طوطے کے بیشتر کلمات کو اصطلاحاً "نیلے کلمات" کہا جا سکتا تھا۔

انہوں نے گراؤنڈ میں داخل ہونے کے لیے ایک دروازے کا رخ کیا ہی تھا کہ ایک شخص لٹھ لے کر ان کی طرف دوڑا "اوئے کدھر جاتا ہے اونٹ کی طرح منہ اٹھا کے؟"

ماموں نے افسوس سے سر ہلایا "آج ادھر امتحانی مقابلہ ہے' انہوں نے ٹیسٹ میچ کا اردو ترجمہ کیا تاکہ وہ ابوجہل سمجھ جائے۔ "ایک روزہ کا۔"

"پھر چلو ادھر سے۔ امتحان دینا ہے تو اسکول جاؤ" وہ بولا۔ پھر اس نے لٹھ کو بیٹ کی طرح گھمایا اور ماموں کو چھکا مار کے گراؤنڈ سے باہر پھینکنے کی کوشش کی۔ ماموں نے وکٹ کیپر کی طرح ڈائیو مار کے خود کو قتل ہونے سے بچایا لیکن اس عمل میں فرش خاک پر منہ کے بل گرے' دوربین کے شیشے چکنا چور ہو گئے۔

"کالے خان! اس جلاد سے کہو کہ ہم کرکٹ کا میچ دیکھنے آئے ہیں" ماموں نے اٹھ کر چہرے سے دھول جھاڑی۔ چوکیدار ہنس پڑا "کرکٹ دیکھنا ہے تو ادھر کیوں پھرتا ہے گر گٹ کا بچہ۔ یہ وی آئی پی گیٹ ہے۔ ادھر سے جاؤ جدھر پولیس بس کو اندر کرتا ہے' ڈنڈا مار کے۔"

"غلطی ہماری تھی ماموں" کالے خان نے کہا "ہم اپنی اوقات بھول گئے تھے۔ چوکیدار کا کیا

Urdu Books, English Books and Old pdf books download

http://www.Mypdfsite.com

قصور۔"

"نہیں کالے خان!" بھورے ماموں نے غصے میں کانپتے ہوئے کہا "مجھے تو یہ کرکٹ بورڈ یا سلیکشن کمیٹی کا رکن یا چیئرمین لگتا ہے' اس کا رویہ بالکل ایسا ہی ہے کہ لوگ کرکٹ دیکھنا چھوڑ دیں۔"

میچ شروع ہونے تک ماموں کا ٹمپریچر نارمل ہو گیا تھا مگر بعد میں انہوں نے کمنٹری شروع کی تو حالات ناموافق ہونے لگے "یہ کیا گڑبڑ ہے بھانجے؟" انہوں نے کچھ دیر میچ دیکھنے کے بعد کہا "یہ عمران خان بھارت کی ٹیم کا وکٹ کیپر کیسے ہو گیا؟" اور بغیر عدسے کی دوربین لگا کے دیکھتے رہے' دوربین اب دو نلکیوں کا مجموعہ تھی جس کو الٹا سیدھا پکڑنے سے کوئی فرق نہیں پڑتا تھا۔

"وہ کرمانی ہے ماموں!" کالے خان نے گھبرا کے ادھر ادھر دیکھا "اس کا سر تو دیکھیں' بالکل آپ کے سر کی طرح چمک رہا ہے۔ اگر مکھی بھی بیٹھ جائے تو پھسل کر نیچے گر پڑے۔ آپ کو بغیر شیشوں والی دوربین سے خاک نظر آئے گا۔"

"اوہ۔ یہ تو میں نے غور ہی نہیں کیا تھا" ماموں نے چشمے کے شیشے قمیص کے دامن سے رگڑنے شروع کیے۔

"لاحول ولا قوۃ" ماموں کے ایک ہمسائے نے جھٹکا دے کر اپنی دھوتی کا پلو چھڑایا "کیوں سرعام شرمندہ کرنا چاہتے ہو مجھے؟ میاں میں بھی لحاظ نہیں کروں گا۔ یہ مت سمجھنا کہ پتلون پہن رکھی ہے تم نے تو۔" کچھ شرپسندوں نے مولے کو شہباز سے عملاً لڑانا چاہا تھا مگر کالے خاں نے ماموں پر اپنی قمیص کے دامن اور پرائی دھوتی کے پلو کا فرق واضح کیا اور پبلک کو مایوسی ہوئی جو کرکٹ میچ کے ساتھ یہ تماشا مفت دیکھنا چاہتی تھی۔ دس منٹ بعد بھورے ماموں نے پھر واویلا مچایا۔

"ارے بھانجے! یہ سنیل گواسکر کو پاکستان کی طرف سے باؤلنگ کرنے کی اجازت کس نے دی؟"

"کیسی باتیں کرتے ہیں آپ ماموں!" کالے خاں نے گستاخی سے کہا کیونکہ بے لحاظ قسم کے لوگ دانت نکال رہے تھے اور ماموں بھانجے کے لیے ایک جیسے القاب استعمال کر رہے تھے "یہ عمران خان ہے۔ آپ کو گلی ڈنڈے کا فرق بھی محسوس نہیں ہوتا۔"

"وہ... دراصل بھانجے... جلدی میں تمہاری ممانی کا چشمہ لے آیا تھا میں" بھورے ماموں نے کہا "ان کو اب کچھ نظر آتے ہیں یا کچھ... مثلاً فلم اسٹار ندیم ہی کو لے لو' بس کیمرا ٹرک سے اچھا لگتا ہے۔ ورنہ میری جوانی کی فوٹو سامنے رکھ کے مقابلہ کرلو۔ لیکن تمہاری ممانی ہے کہ اسے ہیرو سمجھتی ہے تو مجھے ولن۔ حالانکہ اس کا مجازی خدا میں ہوں۔"

اصل گڑبڑ اس وقت شروع ہوئی جب پانی کا وقفہ ہوا۔ ماموں کو کچھ یوں لگا جیسے بیٹسمین کریز چھوڑ کے روانہ ہو گیا ہے۔ وہ ایک دم اچھلے اور کھڑے ہو کر "آؤٹ' آؤٹ" چلانے لگے۔ کالے خان نے ہاتھ پکڑ کے انہیں کھینچا مگر اس وقت تک ہنس ہنس کر بے حال ہونے والے کسی ستم ظریف نے ان کے تربوز جیسے سر پر سڑا ہوا کینو مار دیا تھا جو واٹر بال کی طرح پھٹ گیا۔ اس کے دھارے ہر طرف بہ نکلے' ایک دھارا بھورے ماموں کی ناک پر سے قطرہ قطرہ ٹپکنے لگا۔ دوسرا بائیں کان میں داخل ہو گیا اور تیسرا گردن سے کمر پر ہوتا ہوا جائے تشریف کی سمت بڑھا۔ "کالے خان..!" ماموں نے چلا کر کہا "نکال اسلحہ..."

کالے خان نے بڑی پھرتی سے شلوار کھولی اور میگزین سیکشن میں سے ماموں کو ایک کینو تھمایا... دوسرا کینو اس نے خود فائر کیا... بھورے ماموں نے عظیم حفیظ کی طرح بائیں ہاتھ سے کینو گھمایا تھا مگر وہ وائڈ بال ہو گیا اور ایک بزرگوار کے سینے پر جا لگا جو کچھ اونگھنے لگے تھے۔ انہوں نے چونک کر آنکھیں کھولیں۔ لہٰذا وہ امن پسند تھے۔ انہوں نے نیوٹن کی طرح یہ غور کرنا بھی بے سود سمجھا کہ کینو کہاں سے گرا اور کیوں گرا۔ الحمدللہ کہہ کے انہوں نے کینو کو چھیلنا شروع کیا۔ کالے خاں کا ارسال کردہ کینو تیسری صف میں ایک پہلوان ٹائپ شخص کی توند سے ٹکرایا۔ اس نے کھڑے ہو کر لاؤڈ اسپیکر کی طرح ماموں اور بھانجے کے شجرہ نسب کو ادھر سے ادھر کرنا شروع کیا۔ پھر غدر برپا ہو گیا۔ ایک کیلے کا چھلکا اڑتا ہوا آیا اور بھورے ماموں کے سر پر چپک گیا۔ تماشائی دو متحارب گروپوں میں بٹ گئے۔ لفضا میں کینو' کیلے کے چھلکے اور پانی سے بھرے ہوئے لفافے یوں چلنے لگے جیسے میدان جنگ میں گولیاں اور گولے چلتے ہیں۔ کالے خاں نے ایک ابلا ہوا انڈا چھلکے سمیت بھورے ماموں کی ناک پر ٹوٹتے دیکھا۔ ماموں ہائے کر کے بیٹھ گئے' باقی لوگ جو حسب توفیق گالیاں نچھاور کر رہے تھے' کھڑے ہو کر ایک دوسرے کو بیٹھ جانے کی تلقین کرنے لگے۔ قانون نافذ کرنے والے ادارے کے متعدد ارکان امن وامان بحال کرنے آ پہنچے۔

"کس نے شروع کیا تھا وہ فساد...؟" منحنی آواز والے ایک ضخیم نا یک نے چلا کر کہا۔

"اس گنجے نے... اور اس کے ساتھ جو کدو بیٹھا ہے۔" کسی نے پیچھے سے کہا۔

"گنجا تو یہ حوالدار بھی ہے..." کسی اور نے کہا "اور کدو بھی ہے" اس کے ساتھ نایک پر چند چھلکے پڑے۔ مشتعل ہو کے اس نے بھورے ماموں اور کالے خاں کو پکڑ لیا۔ پبلک کے احتجاج کے باوجود وہ انہیں باہر لے گیا۔ ماموں کی شلوار کے لنچ سیکشن میں سے آلو کے پراٹھے' کباب اور حلوا نوش فرماتے وقت حوالدار نے ماموں کے ساتھ بھانجے کو بھی مرغا بنائے رکھا۔ بھورے ماموں نے اس کے حرام

Urdu Books, English Books and Old pdf books download

http://www.Mypdfsite.com

کھانے کا منظر اپنی ٹانگوں میں سے دیکھا اور کالے خاں پر اس یقین کا اظہار کیا کہ اتنا کھا جانے کے بعد نائیک مذکور کی موت پیٹنے سے ہوگی لیکن اس کی اچھی صحت کا راز یہ تھا کہ وہ اپنی بھوک اور پیٹ کا حجم بڑھانے پر قادر تھا۔ کالے خاں نے دیکھا کہ شلوار کے دوسرے سیکشن میں بھی کیلے اور کیلے ختم ہوتے جارہے ہیں۔ لنچ سے فراغت کے بعد اس نے خالی شلوار جھاڑ کے بھورے ماموں کو واپس کی۔ اور انہیں ایک ایک لات مار کے رخصت کردیا۔

لنچ کے بعد کا کھیل انہوں نے دوسری جگہ بھوکے بیٹھ کر دیکھا۔ بھورے ماموں کی حالت 'غصے' ذلت و رسوائی اور اقانونیت کے خلاف جذبات کے باعث غیر تھی۔ پیٹ میں جب بھوک سے چوہے سو میٹر کی دوڑ لگا رہے ہوں تو کرکٹ کی گیند کیا فٹ بال تک نظر نہیں آتی۔ انہوں نے کالے خاں کی جوانی کو باعث شرم بھی قرار دیا جو ایک معمولی حوالدار کا مقابلہ نہ کر سکا۔ جوانی میں بقول ان کے تیغ کیا چیز ہے ہم توپ سے لڑجاتے تھے۔ غالباً ان کا اشارہ ممانی کی طرف تھا۔ کالے خاں نے جواب میں سخت شبے کا اظہار کیا کہ بھورے ماموں پر کبھی جوانی آئی تھی۔ بچپن سے ان کی زندگی کی گاڑی نان اسٹاپ چلی تو بڑھاپے کے جنکشن پر آکے رکی۔ اس خانہ جنگی سے غیر متعلقہ افراد بہت محظوظ ہو رہے تھے چنانچہ بھورے ماموں نے خون کے رشتے کو ٹوٹنے سے بچانے کی خاطر واپسی کی تجویز پیش کی۔ لعنت اس دن ڈے پر۔ ان کی بلا سے دونوں ہار جائیں۔ اگر وہ اسی طرح بھوکے لڑتے رہے تو جنے کی ضرورت پڑ جائے گی۔

کالے خاں کے لیے بھی گھر لوٹ کے خالی پیٹ کو بھرنے کا تصور بڑا پر کشش تھا۔ وہ اور بھورے ماموں ایک ساتھ اٹھے اور عین اسی لمحے وہ ہوا جس کی پیش گوئی نجومی نے کردی تھی یعنی بھورے ماموں کے سر پر پہاڑ ٹوٹا' آسمان گرا اور انہیں دن میں تارے نظر آگئے۔ عمران خان نے ایک زبردست چھکا لگایا اور بال باؤنڈری پار کرنے کے بعد جہاں گری' وہاں نمایاں ماموں کا سر تھا۔ ٹوپیاں اور جوتیاں اچھالنے والوں' گلا پھاڑنے والوں اور تالیاں پیٹنے والوں کے شور میں ماموں کی آخری دلخراش ہائے کسی نے بھی نہیں سنی۔ گیند ان کے سر پر لینڈ کرنے کے بعد کسی تماشائی نے کیچ کرلی۔ بھورے ماموں کو بھانجے کالے خان نے کیچ کیا' ورنہ وہ آخری سیڑھی تک لڑھکتے اور شاید عالم فانی کی باؤنڈری پار کرجاتے۔ ماموں کا سر نہ فولاد کا بنا ہوا تھا اور نہ اندر سے بھرا ہوا تھا۔ بقول ممانی کے اس میں بھوسا تھا۔ کالے خان کے خیال میں خالی تھا اور بقول ماموں کے اس میں عقل اتنی ہی تھی جتنا دنیا کے سمندر میں خشکی۔ چنانچہ سر پر کئی سو فٹ کا سفر طے کرکے آنے والی بال نے ان کے بے بال سر کا وہی حشر کیا جس کی پیشگی اطلاع طوطا دے چکا تھا' مگر چھکا عمران خان کا تھا۔

بھورے ماموں کی صحت اس جوانی میں بھی قابل رشک رہی جس کا حوالہ دیتے ہوئے وہ ذرا بھی نہیں شرماتے تھے۔ دنیا کے بیشتر امراض ان کو لاحق تھے یا رہ چکے تھے۔ باقی کے بارے میں بھورے ماموں بہت پرامید رہتے تھے کہ بشرط زندگی کبھی تو ہوں گے' اسی کا نتیجہ تھا کہ ایک بار قبرستان میں ان کے ساتھ خاصا ناخوشگوار واقعہ پیش آیا۔ وہ کالے خاں کے ساتھ اپنے سسر کی قبر پر فاتحہ پڑھنے گئے تھے۔ ممانی ان کو ہر برسی پر زبردستی بھیجتی تھیں کہ سال میں ایک بار تو ان کی مغفرت کے لیے دعا کرنی چاہیے جس کی نیکی اور سخاوت کے باعث پاکٹ سائز ماموں کو کنگ سائز ممانی ملی۔ ماموں دعا تو کرتے تھے مگر یہ کہ اللہ میرے خسر کو اس ظلم پر معاف فرما جو اس نے ناوانستگی میں میری جان ناتواں پر کیا۔ اس روز بھی وہ ہمیشہ کی طرح مدفن شریف کو بھول گئے تھے۔ (شریف ان کے سسر کا نام تھا جیسے ماموں کے ان پڑھ سالے کا نام فاضل خاں تھا) انہوں نے کالے خاں سے ہمیشہ کی طرح کہا کہ دعا کسی بھی بے نشاں مدفن پر مانگی جاسکتی ہے۔ ہوگی تو اسی کے لیے جو نام کا شریف تھا۔ اچانک گورکن آدھمکا۔

"ایسے کیا قبریں جھانکتے پھرتے ہو۔ کفن چراتے ہو کہ کتبے؟" اس نے ڈانٹ کر کہا۔ صدمے اور غصے نے بھورے ماموں کو مفلوج کردیا "اے گور خر! شرفا پر یہ تہمت ... قتل ہوجائے گا تو۔"

"بھورے ماموں! یہ خود کرتا ہوگا ایسے ہی کام" کالے خاں نے معاملہ رفع دفع کرنے کے لیے کہا۔

"یہ پرانے اور گھٹیا کام ہیں" گورکن بولا "میں ڈھانچے بیچتا ہوں۔ اس کا ڈھانچا بیچو گے؟" اس نے بھورے ماموں کی طرف اشارہ کیا "میڈیکل کالج والے چار پانچ ہزار دیتے ہیں۔"

"ہمیں ڈھانچا کہتا ہے؟ کالے خان ... سنا تم نے؟ یہ چار ہزار میں بیچنا چاہتا ہے ہمیں؟"

"خفا کیوں ہوتے ہو" گورکن بولا "چلتے پھرتے ڈھانچے ہو۔ میرے ساتھ پارٹنر شپ کرلو۔ لوگ رات کو آتے ہیں۔ بس تم تازہ کھدی ہوئی قبر میں لیٹ جانا۔ اگلے دن موقع ملتے ہی واپس.... روز کے چار پانچ ہزار..... اگر گورکن کدال سے مسلح اور بلحاظ صحت تارزن نہ ہوتا تو اس روز یقیناً اپنی ہی کھودی ہوئی قبر میں دفن ہوتا تاہم اس واقعے کے بعد بھورے ماموں نے قبرستان جانا چھوڑ دیا۔ ان کی صحت اب بھی ویسی ہی تھی بلکہ بدتر تھی اور اس سے زیادہ خراب ہو بھی نہیں سکتی تھی۔

سر پر چھکا پڑنے سے ذہنی صحت میں خرابی کے آثار ٹھیک چوبیس گھنٹے بعد نمودار ہوئے۔ کالے خاں کو ممانی کا الیب اوالیس بہت دیر سے ملا۔ جب وہ پہنچا تو ماموں آلتی پالتی مارے فرش پر تکیہ پیٹ اور مہاتما بدھ سنے بیٹھے تھے۔ ان کی نظریں چھت پر تھیں۔ انہوں نے ایک لمبا سانس لیا' جس سے ان کا

Urdu Books, English Books and Old pdf books download

http://www.Mypdfsite.com

پیٹ تقریباً غائب ہو گیا۔ جب انہوں نے سانس کو خارج کیا تو ان کے حلق سے ایسی آواز نکلی جیسے بوئنگ کے لینڈ کرتے وقت سنائی دیتی ہے پھر انہوں نے بیک فائر کیا اور تھوڑا سا پٹاخے کی طرح اچھل کے ساکت ہو گئے۔

"بھورے ماموں..." کالے خاں نے جھک کر تشویش سے کہا "کیا ہو گیا ہے آپ کو؟"

"چھکا۔ کالے کوے" بھورے ماموں چلائے اور ہاتھ کو بلے کی طرح گھمایا۔ کالے خاں رکوع سے سجدے میں چلا گیا۔

"کب سے ہے ان کی یہ حالت؟" کالے خاں نے اٹھ کر ناک کو بلایا اور بتیسی بجا کے دیکھی مگر چھے سے ٹوٹ پھوٹ نہیں ہوئی تھی۔ احتیاطاً کالے خان نے یہ سوال خاصے محفوظ فاصلے سے کیا۔

"تیرا ستیاناس ہو کالے خاں!" ممانی نے اس کی کمر پر دوہتڑ مارا "تو ہی لے گیا تھا اپنے ماموں کو۔ کیا کھلا دیا انہیں؟ صبح اٹھنے کے بعد سے ایسی ہی باتیں کر رہے ہیں۔"

دوہتڑ نے کالے خاں کے قدم اکھاڑ دیے۔ اگر اسے بلڈوزر یا ہاتھی ٹکر مارتا تب بھی یہی ہوتا۔ وہ پھر ماموں کے پاس جا گرا۔

"چھکا!" ماموں نے اس کے ایک لات رسید کر کے نعرہ لگایا۔ کالے خاں دونوں بزرگوں سے دور دروازے میں جا کھڑا ہوا۔ ماموں کی بیماری اس کی سمجھ میں آ گئی تھی۔

"ان کی تو حالت بگڑتی جا رہی ہے۔ صبح مجھ سے کہہ رہے تھے کہ تم مرغی ہو' تمہارا چرغا بنا کے کھاؤں گا۔ پڑوسن سے کہنے لگے تم امن کی فاختہ ہو اور تمہارا میاں لنگور کی دم ہے... بھائی جان کو دیکھ کر غٹرغوں کرنے لگے اور ان کو کبوتر کی اولاد کہا جیسے تمہیں کالا کوا کہا۔ پھر ناچ رہے تھے کہ میں مور ہوں۔"

"اچھا... اس کا مطلب ہے یہ گھر ان کو چڑیا گھر نظر آتا ہے" کالے خاں نے ایک نفسیاتی نکتہ اخذ کیا "آپ نے کسی کو بلایا ہے' مثلاً پاگل خانے والوں کو؟"

"پہلے کسی حکیم یا ڈاکٹر کو لا۔ پتا چلے اثر عارضی ہے یا مستقل۔ کسی سیانے کو بلا" ممانی نے دہائی دی۔

کالے خاں بڑی افراتفری میں روانہ ہوا... سب سے پہلے حکیم نیم جاں کا مطب تھا۔ حکیم نیم جاں اسم بامسمی تھے اور ہر طرح سے ان کا نام یہی بنتا تھا۔ ایک تو ان کا اصل نام نعیم تھا جو نعیم حکیم سے بگڑ کر نیم حکیم ہو گیا۔ ان کے بیشتر مریض نعیم کے عین کو حلق کی گہرائی سے قرأت کے ساتھ ادا کرتے

تھے تو گلے کی سوزش کا شکار ہو جاتے تھے۔ آسانی کی خاطر انہیں نیم حکیم کہا گیا' انہوں نے خود کو نیم حکیم ثابت کر کے بھی دکھایا۔ ان کا مطب ایک نیم کے درخت کے نیچے تھا اور بیشتر امراض کا علاج وہ نیم کی چھال کا عرق پلا کے یا نیم کے پتے کھلا کے کرتے تھے۔ جراثیم کے ساتھ مریض کا دماغ بھی درست ہو جاتا تھا اور ایک بار علاج کے بعد وہ بستر سمجھتا تھا کہ شفایاب ہو جائے۔ ان کا تخلص نیم جاں تھا اور وہ دیکھنے والوں کو ہر وقت نیم جاں نظر آتے تھے۔ اکثر مریض ان کے مقابلے میں زیادہ صحت مند تھے۔ مشہور تھا کہ حکیم نیم جاں کے لیے کارپوریشن الگ قبرستان بنا رہی ہے۔

"علامات تو واضح ہیں" حکیم نیم جاں نے کالے خاں سے ساری روداد سن کر کہا "بے بال کا سر پر بال کے تصادم کی ضرب شدید سے صدمہ براہ راست مرکز اعصاب رئیسہ کو پہنچا اور حواس خمسہ کے خلفشار سے جگر کا فعل اور نظام اخراج متاثر ہوئے۔ حرارت غریزی کا اعتدال مفقود ہو گیا۔" کالے خاں کی خاک سمجھ میں نہ آیا۔

"آپ خود چل کے دیکھیں۔ اور جو دوا دینی ہو وہ بھی لے چلیں..." کالے خان نے کہا۔

"ہوں" حکیم نیم جاں نے سوچ کر کہا "ہے یہ جان جوکھوں کا کام۔ سر سے کفن باندھ کے جانا ہو گا۔ اے خنجر شاہ... بنجر شاہ! چلو مریض کو دیکھنے گھر جانا ہے" خنجر شاہ کا اصل نام نزاکت علی خاں تھا اور بنجر شاہ کا اولاد علی مگر حکیم صاحب کی صحبت میں نام بھی بدل گئے۔ دونوں ان کے شاگرد ان عزیز اور کمپاؤڈر تھے۔ کل وقتی خادم تھے اور جزوقتی مصاحب۔ نزاکت علی کو اس وقت خنجر کھینچ بلایا جاتا تھا جب کوئی مریض نسخے کے مطابق آدھا کلو نیم کے پتے آدھا لیٹر عرق نیم کے ساتھ کھانے سے انکار کر دیتا تھا۔ بنجر شاہ اس کار خیر میں صرف نسخہ شفا کی تیاری کی حد تک شریک رہتا تھا۔ شرعی حدود میں چار دو عقد فرمانے کے باوجود وہ صاحب اولاد نہ ہوا تھا چنانچہ دونوں نے جس نام سے شہرت پائی' وہ خنجر بیگ اور بنجر بیگ تھے۔

"تم دونوں یہیں ٹھہرو" حکیم نیم جاں نے اپنے معاونین خصوصی کو باہر کے کمرے میں روک دیا "پہلے میں مرض کی تشخیص کر لوں" اور کالے خان کے ہمراہ اس کمرے میں پہنچے جہاں بھورے ماموں بدستور مہاتما بدھ بنے فرش خاک پر براجمان تھے۔

"آگیا... آگیا... ایک الو کا پٹھا آگیا" انہوں نے قہقہہ مار کے کہا۔ کالے خاں سے غلطی یہ ہوئی کہ اس نے حکیم نیم جاں کو بھورے ماموں کے قریب جانے کے خطرات سے آگاہ نہیں کیا۔ بھورے ماموں سخت فارم میں تھے اور چھکے پہ چھکا لگا رہے تھے۔ حکیم نیم جاں نے "ہوالشافی" کہہ کے ان کی نبض

Urdu Books, English Books and Old pdf books download

http://www.Mypdfsite.com

پہ ہاتھ رکھنا چاہا اور بھورے ماموں نے ایک چھکا مارا۔ حکیم نیم جاں اسی گیند کی طرح اڑتے ہوئے گئے جس نے ماموں کا یہ حال کیا تھا۔ دروازے کے قریب گرتے ہی وہ بگولے کی طرح اٹھے اور انہوں نے اپنی ٹاسک فورس کو طلب کیا۔ خنجر شاہ، بجر شاہ کو دیکھتے ہی بھورے ماموں پر چودہ طبق روشن ہو گئے
"ابے کالے خاں! مروا دیا خبیث!" انہوں نے چیخ کر کہا اور فرار ہونے کی ناکام کوشش کی۔ ذرا سی دیر میں خنجر شاہ نے اپنا خنجر آبدار نکال لیا اور بھورے ماموں کی گردن پر رکھ دیا۔ ماموں کی سٹی گم ہو گئی اور ان کے حلق سے نکلنے والی آواز بند ہو گئی۔

"حکیم صاحب کو نبض دکھاؤ" خنجر شاہ نے حکم دیا۔ بھورے ماموں نے تعمیل کی اور ہاتھ آگے بڑھا دیا۔

"ہوں... ہماری تشخیص غلط نہیں تھی..." حکیم نیم جاں نے کہا "بجر شاہ نسخہ تیار ہے؟"
بجر شاہ نے ٹین کا صندوق زمین پر رکھا اور اس میں سے چار لیٹر کا موبل آئل کا ڈبا نکالا۔ دوسرا ڈھکن والا ڈبا تھا۔ تقریباً ایک فٹ اونچا اور آٹھ انچ قطر کا... پھر نائلون کی ایک رسی برآمد کی... کھوکھلے بانس کی دو فٹ لمبی نلکی۔ زمبور قسم کا ایک آلہ جو منہ کھولنے کے کام آتا ہے۔ منہ کھلا رکھنے کے لیے دانتوں کے درمیان فٹ ہونے والا لکڑی کا بلاک... لمبی سی ڈنڈی والا ہاکی جیسا ایک چمچ... ناک کے دونوں سوراخوں میں فٹ ہونے والا کارک تاکہ مریض منہ سے سانس لینے پر مجبور ہو اور دوا کو اندر کھینچ سکے... اور ایک قیف۔

"خدا سے ڈرو بھانجے... میرا خون تمہاری گردن پر ہو گا۔" بھورے ماموں نے آخری بار فریاد کی
"یہ حکیم نہیں، جلاد ہے۔"
"آپ ٹھیک ہو جائیں گے ماموں!" کالے خان نے دلاسا دیا... "یہ عمران خان کے چھکے کی خرابی ہے۔"

"تو یہ سب عمران خان کے لیے ہونا چاہیے..." بھورے ماموں چلائے مگر خنجر شاہ نے اڑنگی مار کے ان کو فرش پر گرا دیا "بھانجے!" ماموں ذبح ہونے والے بکرے کی طرح بلبلائے۔
"یہ دوا کھاتے وقت ایسے شور کرتے ہیں حکیم صاحب!" دروازے کی اوٹ سے ممانی نے کہا۔
پھر نہ جانے کیا ہوا۔ ماموں میں اتنی طاقت آ گئی کہ انہوں نے خنجر شاہ کو گرا دیا اور بجلی کی طرح اٹھ کے حکیم نیم جاں کے ٹکر مار دی... حکیم صاحب نے کالے خاں کو چت کیا اور عین اس وقت جب بھورے ماموں دروازے سے نکلنے والے تھے کالے خان کا وجود ان کی راہ میں حائل ہو گیا۔ وہ منہ کے

بل گرے اور خنجر شاہ نے ٹانگ پکڑ کے انہیں پیچھے گھسیٹ لیا۔ اٹھنے نہ پائے تھے کہ گرفتار ہو گئے۔ دوسری بار حکیم نیم جاں کے مددگاروں نے بڑی پھرتی دکھائی اور دو منٹ میں بھورے ماموں کی گٹھڑی بنا دی۔ باقی کام حکیم نیم جاں نے کیا۔ اس نے پلاس اور زنبور سے ملتا جلتا آلہ لے کر ماموں کا منہ اتنا کھول دیا کہ ان کے حلق کی سرنگ صاف نظر آنے لگی۔ دانتوں کے درمیان لکڑی کا بلاک رکھ کے اس نے ناک کے ہر سوراخ میں خاصے بڑے کارک یوں فٹ کیے کہ ناک ایئر ٹائٹ ہو گئی۔ بھورے ماموں اب کتے کی طرح زبان نکالے ہانپ رہے تھے اور تصویر عبرت بنے پڑے تھے لیکن اس مصیبت کے نزول کی پیشین گوئی طوطے نے بہت پہلے کر دی تھی اور عمران کا چھکا اس کا بہانہ بن گیا۔
"بجر شاہ! حکیم نیم جاں نے آپریشن تھیٹر کے ڈاکٹر کی طرح ہاتھ بڑھایا "دو نمبر کا ساشے اور ایک نمبر کا چمچ..." بجر شاہ نے بانس کی نلکی آگے بڑھائی اور موبل آئل کے ٹین کا ڈھکنا کھولا۔
"ہوالشافی" کہہ کر حکیم نیم جاں نے معجون برگ نیم کا ڈبا کھولا اور لمبے ڈنڈے والا ہاکی ٹائپ چمچہ بھر کے نکالا۔ چمچہ سیدھا بھورے ماموں کے حلق تک پہنچا اور خالی ہو گیا۔ کالے خان کو معجون بھورے ماموں کے حلق میں اٹکی ہوئی نظر آئی۔ بظاہر تو ان کا دم بھی آنکھوں میں اٹکا ہوا تھا۔ پھر حکیم نیم جاں نے بانس کی نلکی منہ میں فٹ کی۔ نلکی کی ایک سرے پر قیف۔ نمائی اور عرق پوست نیم دو آتشہ کر کے والا اس میں یوں انڈیلا کہ ایک قطرہ باہر نہیں گرا۔ موبل آئل کا ڈبا سیدھا کر کے حکیم نیم جاں نے توقف کیا۔ بھورے ماموں کو ایک ہچکی سی آئی جو آخری ہچکی لگتی تھی۔ مگر حکیم نیم جاں نے فاتحانہ نظروں سے حاضرین کو دیکھا۔ دوا کی پہلی خوراک مریض کے پیٹ میں پہنچ چکی تھی۔ ایک گھنٹے کے مسلسل عمل کے بعد آدھا کلو معجون ایک لیٹر عرق کے ہمراہ کامیابی سے نیچے اتاری جا چکی تھی۔ بھورے ماموں پر غشی طاری تھی۔ جو بقول حکیم نیم جاں 'شفا کی پہلی علامت' تھی۔ اس نے تمام آلات و اسباب کو بھورے ماموں کے ناک منہ سے نکالا اور اپنے میڈیکل بیگ میں منتقل کیا۔ بجر شاہ نے میڈیکل بیگ سر پر اٹھایا۔ اور کالے خان نے سو روپیہ معائنہ فیس۔ گھر پر دیکھنے کا خصوصی خرچ' آمد و رفت پچاس روپے اور دوا کی قیمت پچاس روپے ادا کیے کیونکہ ممانی نے طبی اخراجات کا ذمے دار کالے خان کو ٹھہرایا تھا۔
"تو ہی لے گیا تھا اپنے ماموں کو نامراد۔ تو نے ہی بٹھایا تھا ان کو وہاں" ممانی نے کہا اور کالے خان نے مجبوراً اپنا اخلاقی فرض ادا کیا۔ اسے خیال ضرور آیا تھا کہ بل عمران خان کو بھیج دے کیونکہ چھکا بہرحال اس نے مارا تھا مگر کالے خان کو معلوم تھا کہ عمران خان بھی یہی کہے گا کہ تمہارے بھورے ماموں کو گیند کے نیچے سر رکھنے کی کیا ضرورت تھی۔ آخر اسٹیڈیم میں اتنے لوگ اور بھی تو بیٹھے تھے۔ یہ

Urdu Books, English Books and Old pdf books download

http://www.Mypdfsite.com

حماقت کسی نے نہیں کی۔

کالے خاں آدھے گھنٹے بعد حکیم نیم جاں کو نیم کلینک تک چھوڑ کے لوٹا تو بھورے ماموں کے دروازے پر بہت سے لوگ جمع نظر آئے' اُسے پہلا خیال یہی آیا کہ بھورے ماموں کے سارے روگ ختم ہوگئے۔ (جن میں ممانی سب سے بڑا روگ تھیں) علاج پر خرچ ہونے والی رقم حرام گئی اور اب تجہیز و تکفین کے اخراجات کا بار ممانی پھر اس پر ڈالیں گی حالانکہ سارا قصور اس چھکے کا تھا جو عمران خان نے مارا تھا' کالے خاں نے نہیں۔ اندر ممانی ایک کونے میں کھڑی یوں کانپ رہی تھیں کہ معلوم ہوتا تھا پہاڑ پر زلزلہ آرہا ہے اور بند کمرے میں شور مچا ہوا تھا۔ ممانی نے کالے خاں کی کمر پر ایک دھموکا دیا۔ ان کے گرز جیسے ہاتھوں کی ضرب سے کالے خاں دوہرا ہوگیا۔

"موئے خدائی خوار! کیا دشمنی تھی تجھے اپنے ماموں سے" ممانی نے آہ و بکا کرتے ہوئے کہا "کہاں لے گیا تھا انہیں؟ دستور دے دیا ہے کہ جادو ٹونا کرا دیا ہے۔ دوا کا الٹا اثر ہو رہا ہے۔"

"کچھ بتاؤ کہ اب کیا کیفیت ہے؟" کالے خاں نے شور سے تنگ آکے کہا۔ اور دروازے سے کان لگا دیئے اندر سے بپھرے بیلوں کی لڑنے کی آواز آرہی جو خر خر کر رہی تھیں۔ پھر یوں محسوس ہوا جیسے گارڈ نے ٹرین کی روانگی کے لیے وسل دی ہو۔ پرانے کالے انجن نے شوں سے بھاپ خارج کی۔ آہ' ہائے... اور مرگیا کی آوازیں الگ تھیں جو بلاشبہ بھورے ماموں نکال رہے تھے۔ کالے خان نے دروازہ کھول کے اندر قدم رکھا اور بھورے ماموں کو دیکھ کر بھونچکا رہ گیا۔ وہ کمرے کے اندر دوڑ رہے تھے۔ ان کی بغل میں' بچے یا ڈھنڈورے کی طرح پانچ کلو چینی کا ڈبا تھا... "اوف..." انہوں نے مٹھی بھر چینی پھانک کے آواز نکالی۔ ڈبا رکھ کے ایک قلابازی کھائی۔ حلق سے خر خر کی صدا بلند کی۔ بالٹی میں منہ ڈال کے پانی پیا اور آسمان کی طرف منہ اٹھا کے حقے کی طرح گڑگڑائے... پھر آہ کی اور چینی کھانے دوڑے... درمیان میں انہیں جب موقع ملا' انہوں نے حکیم نیم جاں کے جدِ امجد تک کے بارے میں وہ زبان استعمال کی جو تھانے دار زیرِ تفتیش مجرموں کے ساتھ بولتے ہیں... یہ عرق پوست نیم دو آتشہ کریلے والا اور معجون برگِ نیم کی تلخی تھی جو پانچ کلو چینی کھانے اور بالٹی بھر پانی پینے' غرارے کرنے اور "اوق اوق" کرکے اس تیزاب کو خارج کرنے کی کوشش کے باوجود ختم نہیں ہو رہی تھی۔

کالے خان کو دیکھتے ہی بھورے ماموں کی حالت متغیر ہوگئی "ابے کالے خاں!... یہ سب تیرا کیا ہوا ہے (گالی)... بلالیا! اپنے باپ کو (گالی)... اور وہ خنجر شاہ (گالی)... اس کا تو میں قیمہ کروں گا... تیرا دادا خنجر شاہ (گالی)... اسے میں پورا نیم کا درخت کھلا دوں گا... پھر ایک من کریلے کھلاؤں گا... تجھے

(گالی)... آج... اوف... چینی... پانی۔ گالی... وہ کالے خاں پر حملہ آور ہوئے۔ کالے خاں نے کمرے میں آگے آگے دوڑ لگانی شروع کی... وہ دونوں دو خلائی سیاروں کی طرح ایک ہی مدار میں گردش کر رہے تھے۔

"ماموں... بھورے ماموں... قسم خدا کی... میرا کیا قصور ہے" کالے خاں نے کہا "ماموں نے پیچھے سے میزائل کی طرح جوتا پھینکا جو تڑسے کالے خاں کی کمر پر لگا "میری سنیں تو سہی" کالے خاں بلبلایا۔

"میں تجھے ایک بیلی کو نین کا مکسچر پلاؤں گا (گالی)..." ماموں نے دوسرا میزائل چلایا "اس نے تلکی فٹ کی تھی میرے منہ میں۔ میں تیرے حلق میں پائپ لائن بچھاؤں گا۔ کریلے کا عرق چھوڑوں گا پورے پریشر سے" انہوں نے پھر پہلے والا جوتا اٹھالیا۔ کمرے کے اندر تیسرے راؤنڈ میں بھی ماموں بھانجے کے درمیان وہی فرق تھا' جب کالے خان کے تیسرا جوتا پڑا اور یہ سب عمران خان کے چھکے کی وجہ سے ہوا تھا۔

کالے خاں کے چوتھا جوتا پڑنے سے پہلے دروازہ کھلا اور ممانی کے برادرِ خورد اپنے ہی جیسے جوکر کے ہمراہ وارد ہوئے "فاضل بھائی..." کالے خاں نے چیخ مار کے ان کے پیچھے پناہ لی "آپ بڑے وقت پر آئے۔ کسی ڈاکٹر کو لائیے۔ ماموں کی حالت خراب ہے" فاضل خاں نے پرائمری درجہ اول کے بعد اسکول سے ہی نہیں عقل و فہم سے بھی سارے رشتے توڑ لیے تھے۔ اب پہلوانی کے نام پر بدمعاشی کرتے تھے اور سانڈ کی طرح ڈکراتے پھرتے تھے یا پھر شرفا سے ٹکراتے پھرتے تھے۔ ان کے ساتھ آنے والے جوکر نے برا سامنہ بنایا۔

ہم ڈاکٹر نہیں ہیں تو کیا جوکر ہیں؟" وہ ڈانٹ کر بولا "مریض کون ہے فاضل خاں؟"

"آپ ان کو دیکھیں ڈاکٹر جلاد بیگ!" فاضل خاں نے بھورے ماموں کو دبوچ لیا جو اپنی حالت دیوانوں سے بدتر بنا چکے تھے۔ ایک جوتا ان کے پاؤں میں تھا۔ دوڑ لگانے سے ان کی سانس پھولی ہوئی تھی اور نیکر وہاں نہیں رہی تھی جہاں اسے ہونا چاہیے تھا۔ ان کے منہ پر چینی کے دانے چپکے ہوئے تھے۔ باقی چینی پسینے میں شیرہ بن کے چمک رہی تھی۔

"نامعقول... پھر ڈاکٹر جلاد بیگ..." جوکر آپے سے باہر ہوگیا "کتنی بار سمجھا دیا ہے کہ نام جواد بیگ ہے۔ کیوں نام بدنام کرنا چاہتا ہے۔ لوگ کیا سوئی چبھنے آتے ہیں میرے پاس؟" پھر وہ کالے خاں کی طرف بڑھا۔

Urdu Books, English Books and Old pdf books download

http://www.Mypdfsite.com

"معاف کرنا ڈاکٹر صاحب!" فاضل خاں نے ماموں کو دبوچ کر کہا "اصل مریض یہ ہے۔"

"چھوڑ مجھے سالے...!" بھورے ماموں نے بے سود احتجاج اور مزاحمت کی کوشش کی "تیری بہن کا..... سہاگ ہوں میں۔"

"اوہو ہو... بڑا شدید دورہ ہے" ڈاکٹر جو کرنے فوراً اپنا میڈیکل بیگ کھولا "کیا دیا تھا اسے کھانے کو؟"

"حکیم نیم جاں نے اپنا نسخہ دیا تھا" دروازے کے پیچھے سے ممانی نے کہا "کوئی معجون اور عرق بھی..."

"وہ نیم حکیم!" ڈاکٹر جو کرنے حقارت سے کہا "اس کا باپ اس نیم کے نیچے جوتے گانٹھتا تھا۔ بیٹا گدھوں پر حکمت آزماتا ہے۔ آدھا قبرستان بھر دیا ہے اس نے" اس نے ایک سرنج نکال کے کوئی دوا بھرنی شروع کی۔ "خیر، فکر کی کوئی بات نہیں۔ ابھی دو منٹ میں یہ ہمیشہ کی..... میرا مطلب ہے گہری نیند سو جائے گا" دوا کی باقی شیشی اس نے جیب میں رکھ لی۔

"فاضل خاں!" ماموں نے چیختے ہوئے کہا "طلاق دے دوں گا تیری ماں کی..... بیٹی کو..."

مگر فاضل خاں کے شکنجے میں وہ کھوکھلی دھمکیاں دینے کے سوا کچھ نہیں کر سکتے تھے۔ عین اس وقت، جب ڈاکٹر انجکشن کی سرنج بھر چکا تھا اور بھورے ماموں کے جسم میں گھونپنے والا تھا، کالے خاں نے جان ہتھیلی پر رکھ کر مداخلت کی اور سرنج ڈاکٹر کے ہاتھ سے جھپٹ لی۔ دوسرے لمحے کالے خاں نے سوئی فاضل خاں کی کمر کے نیچے فاضل گوشت میں پیوست کر دی۔ فاضل خاں نے بھورے ماموں کو دونوں ہاتھوں میں مضبوطی سے جکڑ رکھا تھا اور یہ سب کچھ اتنے کم وقت میں ہوا کہ ڈاکٹر خالی ہاتھ احمقوں کی طرح کھڑا رہ گیا۔ فاضل خاں کو سرنج کے خالی ہونے پر حیران ہونے کا موقع بھی نہیں ملا۔ فاضل خاں سے پہلے ڈاکٹر نے چلا کر نامعقول کہا۔ پھر فاضل خاں بیل کی طرح ڈکرائے اور دولتی جھاڑ کے پلٹے لیکن اس وقت تک کالے خاں اپنا کام کر چکا تھا۔ گرفت ڈھیلی پڑتے ہی بھورے ماموں نے بھی فائدہ اٹھایا اور ایک لات ڈاکٹر کے ماری۔ وہ پیٹ دبا کے پیچھے گرا تو بھورے ماموں نے دوسری لات اس کے میڈیکل بیگ پر ماری۔

فاضل خاں زخمی شیر کی طرح چیختے دھاڑتے کالے خاں کو اس شیطانی کارروائی پر قتل کرنے دوڑا لیکن کالے خاں سے ان کا مقابلہ گینڈے اور چیتے کا مقابلہ تھا۔ دو بار فاضل خاں اپنے زور میں سیدھے نکل گئے۔ کالے خاں جھکائی دے کر پلٹ گیا اور فاضل خاں دیوار سے بغلگیر ہوئے۔ ان کی قوت کا خزانہ

خالی ہونے لگا تھا۔

"او مائی گاڈ!" ڈاکٹر چلایا "یہاں تو سب ہی کیس ہیں" وہ فرار ہونے ہی والا تھا کہ فاضل خاں نے اسے پکڑ لیا۔ ابھی تک جسم میں پہنچنے والی دوا کا اثر نہیں ہوا تھا۔ وہ دروازے میں دیوار بن کے کھڑے ہو گئے۔

"دوسرا انجکشن نہیں ہے؟" فاضل خاں نے کہا "ہے تو جیجا جی کے لگا دو۔"

ڈاکٹر نے مجبوراً میڈیکل بیگ کے ملبے کو الٹا پلٹا اور دوسری سرنج برآمد کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ دوا اس کی جیب میں تھی۔ بھورے ماموں ایک بار پھر پکڑے گئے اور اس مرتبہ کالے خاں ان کی کوئی مدد نہ کر سکا۔ ان کا سالا اب ڈھیلا پڑ رہا تھا لیکن پھر بھی اس کے قریب جانا کالے خاں کو سوتے ہوئے شیر کو چھیڑنے کے مترادف لگا۔ خود ڈاکٹر بہت زیادہ مستعد تھا کیونکہ اسے اپنی فیس بہرحال وصول کرنی تھی۔ اس نے آدھے منٹ میں بھورے ماموں کو ان کا غفیل کرنے والا انجکشن گھونپ دیا۔

"جلدی سے میری فیس نکالو..... دو سو روپے..." ڈاکٹر نے میڈیکل بیگ کا ملبہ سمیٹتے ہوئے کہا۔

فاضل خاں نے حیرت انگیز حاضر دماغی کا ثبوت دیا اور فوراً لیٹ گئے۔ ڈاکٹر کے پکارنے، ہلانے جلانے سے بھی ان پر کوئی اثر نہیں ہوا۔ دو سو روپے بچانے کے لیے فاضل خاں نے بہتر سمجھا کہ چند منٹ پہلے ہی بے ہوش ہو جائیں۔

"اب میری فیس تم دو گے" ڈاکٹر نے کالے خاں کو مخاطب کیا "یہ تو سو گیا۔"

"کیوں؟ میں تو تمہیں بلا کے نہیں لایا تھا" کالے خاں نے کہا "اور نہ تم نے میرا علاج کیا ہے، تمہارے دونوں مریض ہوش میں آ جائیں تو لے لینا۔"

"مگر جو شخص مجھے لایا تھا، اسے تم نے بے ہوش کیا ہے" ڈاکٹر اپنے سر پر ہاتھ مار کے بولا "انجکشن لگا کے۔"

"ٹھیک ہے، آدھی فیس میں وصول کر لوں گا" کالے خاں نے کہا "کام تو ہم نے برابر ہی کیا ہے۔"

"لیکن میں اتنی دیر تک یہاں نہیں بیٹھ سکتا" ڈاکٹر چلایا۔

"اچھا؟ تو لاؤ ایک انجکشن تمہیں بھی لگا دوں" کالے خاں نے کہا "بیٹھ نہیں سکتے تو لیٹ جاؤ۔ ورنہ جاؤ۔"

"یہ کیا ہنگامہ ہے کالے خاں!" ممانی نے دروازے کے پیچھے سے کہا "ڈاکٹر صاحب...!"

"ڈاکٹر کہاں ممانی، یہ تو قصائی ہے کوئی... اور اندھا ہے..... عقل کا بھی اور آنکھوں کا بھی" کالے

Urdu Books, English Books and Old pdf books download

http://www.Mypdfsite.com

خاں نے چلا کر کہا "پہلے آپ کے بھیا کو انجکشن لگا دیا پھر بھورے ماموں کو۔ اب دونوں بے ہوش پڑے ہیں۔ نزع کے عالم میں ہیں۔"

بیلن بکف ممانی چیختی' دہاڑتی طوفان کی طرح اندر آئیں "ہائے ہائے نامراد.... میرے بھیا کو بھی مار دیا' گھر والے کو بھی مار دیا.... دو بار پھانسی ہو گی تجھے۔" ڈاکٹر کی آواز ان کے شور میں دب گئی اور وہ بمشکل تمام دو بیلن کھا کے اور اپنا بیگ اٹھا کے فرار ہونے میں کامیاب ہو گیا۔ پھر کالے خان نے ممانی کو تسلی دی۔

اسی وقت فاضل خاں اٹھ کھڑے ہوئے "چلا گیا ڈاکٹر؟" وہ جھومتے ہوئے بولے۔ دوا کی جو مقدار ماموں کے مختصر وجود کے لیے سکون کی نیند کا وسیلہ بنی تھی' وہ فاضل خاں کے پہاڑ جیسے جسم پر صرف غنودگی طاری کر سکی تھی۔

"اب میں.... تجھ سے نمٹتا ہوں...." فاضل خاں نے ایک قدم آگے بڑھایا "یہ سب تیرا کیا دھرا ہے۔"

"بھائی فاضل خاں.... قسم خدا کی میں نے کچھ نہیں کیا...." کالے خاں پیچھے ہٹا "سارا قصور عمران خان کا ہے۔"

قسم نے فاضل خاں کو قائل کر لیا "عمران خان؟ وہ کون ہے' میں اس کی ہڈی پسلی توڑ دوں گا۔"

"بہت خطرناک شخص ہے" کالے خاں نے کہا "میدان میں اتر آئے تو گیارہ آدمی کانپنے لگتے ہیں۔"

"مگر.... ہم.... ہم ان گیارہ میں نہیں ہیں" فاضل خاں نے سینے پر ڈرم کی طرح ہاتھ مارا۔

"بالکل صحیح فرمایا۔ آپ تو یار ہوئے' آدمی بھی نہیں ہیں" کالے خاں نے کہا "آپ اس سے نمٹ سکتے ہیں۔ اسی نے بھورے ماموں کے سر پر گیند ماری تھی۔ ذرا لحاظ نہیں کیا ورنہ ربڑ کی گیند ہی مارتا۔"

"میں اس کے سر کی اینٹ سے اینٹ بجا دوں گا" فاضل خاں نے کہا "کہاں ملے گا وہ؟"

"آج.... آج کا تو پتا نہیں.... کل لاہور میں ہو گا" کالے خاں نے سوچ کر کہا "پانچ دن رہے گا لاہور میں۔ آپ وہاں جا کے کسی سے بھی پوچھ لیں۔ اتنے خطرناک آدمی کو سب جانتے ہیں۔"

"اچھا باجی.... میں جا رہا ہوں.... وہ عمران خان ہے تو میں فاضل خاں ہوں" وہ لڑکھڑاتے ہوئے باہر نکل گئے۔ بھورے ماموں بدستور لیٹے رہے۔ کالے خاں کی مدد سے ان کو بستر پر لٹایا گیا۔ ممانی نے شام

تک انتظار کیا پھر بھورے ماموں کی نیند یا بے ہوشی رفتہ رفتہ کم ہونے لگی۔ انہوں نے بڑبڑانا شروع کیا۔ غالباً وہ خواب میں فلموں کے وہ ٹکڑے دیکھ رہے تھے جو سفر بورڈ کے ارکان کاٹ کے رکھ لیتے ہیں۔ آدھے گھنٹے میں انہوں نے متعدد پنجابی فلموں کے ذو معنی ڈائیلاگ بولے۔ دیہات کے پنگھٹ پر ڈسکو کرنے والی تین ڈانسرز کے نام لیے۔ ممانی کو بھینس کہا۔ ایک پڑوسن سے اظہار عشق کیا۔ یہ سب کچھ وہ عالم ہوش میں نہیں کر سکتے تھے مگر اس سے ممانی کو سخت تشویش لاحق ہو گئی۔

"ان پر تو سایہ ہے کسی کالے خاں...." ممانی نے کہا "یہ تیرے ماموں نہیں بول رہے ہیں۔"

"اور کیا شاہ جنات بول رہے ہیں" کالے خاں نے طنز سے کہا مگر ممانی کی مولیٰ عقل طنز کو سمجھنے سے قاصر تھی۔ انہوں نے خیال ظاہر کیا کہ بھورے ماموں کو کسی سیانے کے پاس لے جانا چاہیے۔

"میری نظر میں تو سب سے سیانے خود بھورے ماموں ہیں" کالے خاں نے کہا کیونکہ اس نے بھورے ماموں کو ایک آنکھ کھول کے بند کرتے دیکھ لیا تھا۔ وہ ہوش میں تھے اور مکر کیے پڑے تھے۔

"میں کسی عامل فقیر کی بات کر رہی تھی" ممانی نے کہا۔ "تیرے ماموں کو اصلی پاپوش والے بابا ہی ٹھیک کر سکتے ہیں۔ بڑے بڑے جن اتار دیتے ہیں وہ۔"

کالے خاں کی ایک نہ چلی اور ممانی نے اسے مجبور کر دیا کہ ماموں کو اٹھا لے.... وہ خود شٹل کاک برقع اوڑھ کے ساتھ چل پڑیں۔ کالے خاں بڑی مشکل میں گرفتار ہو گیا۔

"بھانجے کالے خاں!" ماموں نے زیر لب کہا "کم بخت کہاں لے جا رہا ہے مجھے.... واپس چل۔"

"کالے خاں...!" ممانی نے ڈانٹ کر کہا "ابھی سے مرنے لگا ہے۔ دو قدم بھی نہیں چل سکتا میرے ساتھ...."

مجبوراً کالے خاں نے ماموں کی بات کو نظر انداز کیا اور ممانی کے ساتھ ہو گیا۔ اسی وقت ایک ٹیکسی آ گئی اور کالے خاں کا حوصلہ جواب دے گیا "یہ کہاں لے جا رہی ہو مجھے ظالم!" انہوں نے کراہ کے کہا۔ دوا کا اثر ابھی باقی تھا اور ان میں اتنی پھرتی نہیں آئی تھی کہ چلتی ٹیکسی سے کود جائیں "مرے کو مت مارو شاہ مدار کی بچی!"

"تم چپ کرو جی!" ممانی نے ان کو زور بازو سے قابو میں رکھا "یہ موئے حکیم ڈاکٹر کیا جانیں کہ تمہیں کیا روگ ہے۔ بھوت پریت ان کے بس میں نہیں آتے۔ پاپوش والے سائیں...."

"آ ہو بھوت بن کر تو تم چمٹی ہو...." بھورے ماموں نے کہا "سائیں کو پاپوش مارو۔"

"ارے کالے خاں.... سن رہے ہو کیا واہی تباہی بک رہے ہیں...." ممانی نے رو کر کہا "بھیا' ٹیکسی

Urdu Books, English Books and Old pdf books download

http://www.Mypdfsite.com

والے جلدی کر۔"

اصلی پاپوش والے سائیں بابا کے ڈیرے پر چند مرید اس وقت بھی موجود تھے۔

"سائیں بابا سے دم کرانا ہے... میرا گھر والا ہے..." ممانی نے ایک ہٹے کٹے ملنگ سے کہا۔ اس نے ماموں کو ٹانگ پکڑ کے ٹیکسی میں سے گھسیٹ لیا۔ وہ اس روحانی کلینک کے نرسنگ اسٹاف میں شامل تھا۔ کالے خاں نے دیکھا کہ دو ویسے ہی افراد ایک شفایاب ہونے والے شخص کو ہاتھوں اور ٹانگوں سے پکڑ کر کتے کی طرح اٹھا رہے تھے کیونکہ وہ شخص اٹھنے کے قابل نہ رہا تھا۔ اندر والے کمرے سے کسی زیر علاج مریض کے چلانے کی اور سائیں بابا کے گرجنے کی آواز کے ساتھ پٹاخے سے چل رہے تھے۔ ممانی آگے بڑھ کر عقیدت سے سننے لگیں۔

"بھانجے...!" بھورے ماموں نے سرگوشی کی "اپنی ممانی کو سمجھا۔ اور یہاں سے واپس چلنے کی کر۔"

"ابھی مشکل ہے ماموں!" کالے خاں نے آہستہ سے کہا "یہ ایسے ہی دم درود کرتے ہیں۔ گھبرانے کی بات نہیں۔ مگر آخر آپ نے یہ سب ڈراما کیوں کیا۔ آپ تو ٹھیک ٹھاک تھے۔"

"سب خرابی ہے قسمت کی کالے خاں!" بھورے ماموں نے کہا "میں تو سوچ رہا تھا چند دن کسی نفسیاتی کلینک میں آرام سے گزار آؤں گا۔ وہاں کا ماحول بڑا خوش گوار ہوتا ہے۔ ذہنی سکون فراہم کرنے اور مریض کو خوش رکھنے کے سارے اسباب فراہم کیے جاتے ہیں۔ گھر تو جیل کی سی کلاس سے بدتر ہو گیا ہے۔"

"اور کون ہے؟" اندر کے کمرے میں سے ایک غصیلی آواز سنائی دی۔ زیر علاج مریض کو اس کے لواحقین اسٹریچر پر ڈال کے باہر لے گئے۔ بھورے ماموں پر کپکپی طاری ہو گئی۔ لیکن مجاور ٹائپ شخص نے ان کو اندر دھکیل دیا۔ کالے خاں نے ان کے ساتھ ہی رہنا مناسب سمجھا۔ دروازہ پیچھے سے بند ہو گیا۔ کالے خاں نے خود کو ایک خالی کمرے میں پایا۔ چند سیکنڈ بعد بغلی دروازہ کھلا اور سائیں بابا اصلی پاپوش والے اندر آ گئے۔ ہمیشہ کی طرح ان کے ہاتھ میں تیرہ نمبر کا دو فٹ لمبا جوتا تھا جو ان کا ٹریڈ مارک بن گیا تھا اور ان کے لیے وجہ شہرت تھا۔ چھ فٹ قد کے عامل کی لمبی لمبی زلفیں اس کے شانوں تک پہنچ کے داڑھی اور مونچھوں میں مل گئی تھیں۔ اس نے گلے میں موٹے موٹے منکوں کی مالا پہن رکھی تھی اور دوسرے ہاتھ میں دہکتے ہوئے انگاروں والا کڑچھا اٹھا رکھا تھا جس کے تین پیالے تھے "حق اللہ..." عامل نے ایک زبردست نعرہ لگایا اور آگے بڑھا۔

"وہ... سائیں جی... بیمار تو یہ ہے..." کالے خاں نے پیچھے ہٹ کر کہا۔

عامل نے پاپوش مبارک کو تڑ سے زمین پر مارا۔ اس سے پٹاخے کی زبردست آواز پیدا ہوئی "ہم ٹھیک کر دیں گے۔"

"میں... مجھے بھی کچھ نہیں ہے" بھورے ماموں نے اپنا دفاع کیا مگر حالات سے وہ بالکل مجنوں لگتے تھے چنانچہ سائیں کی پیش قدمی جاری رہی۔ "میں بالکل ٹھیک ہوں۔"

"مائی نے بتایا ہے کہ تجھ پر اثر ہے" عامل نے دہاڑ مار کر کہا... ایک بار پھر جوتے نے پٹاخے کا کام کیا "حکیم اور ڈاکٹر دیکھ چکے ہیں ان کو سائیں بابا!" کالے خاں نے کہا "یہ ٹھیک ہیں۔"

"بک بک مت کر..." پاپوش والے سائیں نے جوتے کو زور سے دیوار پر مارا۔ ان کی گرج دار آواز سے خود کالے خاں کا دل دہل گیا۔ اسے یوں محسوس ہوا جیسے دیواریں تک لرزنے لگی ہیں۔ علاوہ بھورے ماموں کے۔

"اس پر اثر ہے ابھی!" عامل نے دہاڑ کے کہا۔ دروازے کے پیچھے موجود ممانی نے بھی یہ بات سنی۔

"اب بچنا مشکل ہے بھانجے... بھورے ماموں نے رو کر کہا "ڈاکٹر حکیم کی دوا سے تو بچ گیا تھا۔"

"یہ لاتوں کا بھوت ہے" عامل نے چیخ کر دو فٹ لمبا جوتا دیوار پر مارا۔ اس سے پٹاخے کی زبردست آواز آئی "ہم جانتے ہیں اسے... یہ شاہ جنات کا پروادا ہے۔ مگر ہم اس کے بھی پروادا ہیں۔" اس نے پھر جوتا دیوار پر مار کے صوتی اثرات دیے اور آگے بڑھتا گیا۔ بھورے ماموں کی گھگھی بندھ گئی تھی اور وہ جوتا ان کے ہاتھ سے گر گیا تھا جو وہ کالے خاں پر دانے والے تھے یا دفاعی ہتھیار کے طور پر استعمال کرنا چاہتے تھے۔

"ارے بھانجے... خدا کے لیے مجھے بچا اس مردود سے۔ کالے خاں... یہ بن مانس مار ڈالے گا مجھے" بھورے ماموں نے پیچھے ہٹتے ہوئے کہا۔ عامل بار بار نعرہ لگاتا تھا اور جوتا فرش پر یا دیوار پر مارتا تھا جس سے بڑی ڈرامائی آواز پیدا ہوتی تھی۔ اس نے اپنا ست رنگہ چغہ اتار کے ایک طرف ڈالا اور کالے خاں نے اس کا کسرتی بدن دیکھا جو اتوار کو ٹی وی پر دکھائی جانے والی کشتی کے پہلوانوں سے زیادہ خطرناک تھا۔ کڑچھا اور جوتا نیچے رکھ کے اس نے پنجابی فلموں کے ولن کی طرح منہ پھاڑ کے "ہاں" کی اور ایک جھٹکے میں گیسوئے تابدار کی جگہ تابدار موتی جیسا سر نمودار ہو گیا۔ پھر اس نے داڑھی مونچھیں ایک کر دیں اور کالے خاں پر لرزہ طاری ہو گیا۔ مگر اب کچھ نہیں ہو سکتا تھا۔ وہ بھورے ماموں کی کوئی

Urdu Books, English Books and Old pdf books download

http://www.Mypdfsite.com

مدد نہیں کر سکتا تھا۔ اس گوریلے کا مقابلہ ناممکن تھا۔

"شاہ صاحب... سائیں جی..." بھورے ماموں نے ہاتھ جوڑ کے کہا "قسم خدا کی میں بالکل ٹھیک ہوں۔ مجھے کچھ نہیں ہوا ہے۔ میں نہیں جانتا کسی شاہ جنات کے پردادا کو..."

"ہاہاہا" بابا پوش والے نے ایک فلک شگاف نعرہ لگایا "مگر ہم جانتے ہیں اس کو... آتی جلدی اتر گیا ہمیں دیکھ کر... ہمارے جاتے ہی پھر آجائے گا... ہم پکا بندوبست کر کے جائیں گے... بیٹھ... بیٹھ جا..." اس نے کونے میں محصور ہو جانے والے بھورے ماموں کو دھپ مار کے نیچے بٹھا دیا۔ تیرہ نمبر کا پہلا جوتا بلند ہوا...

"بھانجے... یہ بدمعاش ہے... فراڈ ہے..." بھورے ماموں نے چلا کر کہا "قتل کر رہا ہے مجھے۔ اپنی ممانی سے کہو... کیوں سہاگ اجاڑتی ہے اپنا... ابے مردود... چھوڑ مجھے... آہ..." ماموں جوتے کی ضرب پر تڑپے۔

"اب کچھ نہیں ہو سکتا ماموں۔ اسے اپنا کام کرنے سے روکنا مشکل ہے" کالے خاں نے کہا "حوصلے سے کام لیں..."

"جائے گا کہ نہیں...؟" عامل نے پھر جوتا اٹھایا۔ ایک اور چٹاخے کی اور پھر بھورے ماموں کے چلانے کی آواز آئی... بھورے ماموں کے سر پہ بال ہوتے تو ایسی آواز ہرگز پیدا نہ ہوتی۔ "بول ناہنجار..." عامل نے تیسری ضرب کاری کے بعد کہا لیکن اس کے بعد ماموں بولنے کے قابل ہی کہاں رہے تھے... تین جوتے کالے خاں کے بھی پڑے تھے مگر فرق صاف ظاہر تھا۔ یہ دگنے نمبر کا جوتا تھا جو ونّی ہارس پاور سے پڑا تھا اور کسی طرح بھی عمران خان کے چھکے سے کم نہ تھا۔ شاہ جنات کے پردادا کے بجائے بھورے ماموں کے ہوش و حواس رخصت ہوئے۔

"مکر کرتا ہے... ہمارے سامنے!" عامل نے گرج کے کہا "ہم ایسی دھونی دیں گے تجھے کہ یاد رکھے گا۔"

مگر اس سے زیادہ ظلم برداشت کرنا کالے خاں کے لیے ناممکن تھا۔ جوتوں کا حساب برابر ہونے کے بعد اس کا دل صاف ہو گیا تھا۔ اس نے میدان عمل میں کودنے کا فیصلہ کیا۔ اس سے پہلے کہ عامل اپنے کڑچھے تک پہنچتا' کالے خاں نے اس کی داڑھی مونچھ اٹھائی اور انگاروں پر رکھ دی۔ عامل اس کے پیچھے دوڑا۔

"او بدبخت... کیوں اپنی شامت کو بلاتا ہے" عامل چلایا مگر کالے خاں کڑچھے سمیت بھاگا۔ اس

نے انگاروں پر پھونک ماری' بال ایک دم جلنے لگے "ارے برباد کر دیا۔ فقیر کا بزنس تو نے..." فقیر اس کے پیچھے لپکا مگر کالے خاں نے بالوں کی وگ بھی آگ میں ڈال دی۔ اصلی بابا پاپوش والے نے اپنا جوتا پھینک کر مارا مگر کالے خاں ڈائیو مار کے بچ گیا... عین اس وقت' جب ہٹا کٹا عامل اس کو پکڑنے ہی والا تھا' کالے خاں نے کڑچھا الٹ کر اس کے سر پہ مارا۔ وہ چکرا کر بیٹھ گیا۔ کالے خاں نے گرم گرم کڑچھے سے دوسرا وار کیا "آہ..." عامل چلایا "ارے ظالم' اب تو بخش دے۔ میرا دھندا چوپٹ کر دیا۔ جان کیوں لیتا ہے؟"

پھر بھورے ماموں اٹھ کھڑے ہوئے۔ انہوں نے لپک کر وہی جوتا اٹھا لیا جو شاہ جنات کے پردادا کے خلاف استعمال ہوا تھا "پردادا کے پردادا" بھورے ماموں نے جوتا بلند کر کے کہا "اب بلا اس شاہ جنات کو" اور جوتا عامل کے سر پر رسید کیا۔ کالے خاں نے محسوس کیا کہ آواز پہلے سے زیادہ آئی ہے۔ "بول' پھر کبھی آئے گا ادھر" اس نے دوسری ضرب کا بدلہ لیا۔ تیسری ضرب کے بعد حساب برابر ہو گیا کیونکہ عامل لمبا لیٹ چکا تھا۔ اس کے سر' داڑھی اور مونچھوں کے سب بال جل چکے تھے اور کمرے میں دھواں ہی دھواں بھر گیا تھا "واہ بھانجے!" بھورے ماموں نے کہا اور عامل کا چغہ زیب تن کر لیا۔

"اب یہاں سے نکلنا کیسے ہو گا بھورے ماموں؟" کالے خاں نے گھبرا کے کہا "اس کے مرید آ گئے تو...؟"

"ہم ادھر سے ہی نکل جاتے ہیں جدھر سے یہ بدمعاش آیا تھا۔" بھورے ماموں نے کہا۔

"اور ممانی...؟ ان کو یہیں چھوڑ جائیں گے؟" کالے خاں نے کہا۔

"بھانجے' وہ تو کمبل ہے... میں اسے چھوڑتا ہوں مگر وہ مجھے کہاں چھوڑے گی..." بھورے ماموں نے کہا "بعد میں آ جائے گی۔ اس کا راستہ کون روک سکتا ہے سوائے فرشتۂ اجل کے۔"

کالے خاں نے دروازہ کھول کے جھانکا۔ ساتھ والا دوسرا کمرا خالی پڑا تھا۔ یہ اصلی پاپوش والے سائیں بابا کا بیڈ روم تھا۔ جس میں رنگین ٹی وی' قالین اور وی سی آر کے علاوہ بھی بہت کچھ تھا۔ وہ دونوں بیڈ روم میں سے آنکھیں بند کر کے گزرے اور باہر نکل آئے' نیکر پہ چغہ پہن کے بھورے ماموں کے لیے دوڑنا مشکل ہو رہا تھا مگر اس کے بغیر دوڑنا زیادہ مشکل تھا۔ کچھ دور جانے کے بعد کالے خاں نے ایک ٹیکسی روک لی۔

"یہ دیکھا تم نے بھانجے!" بھورے ماموں نے اچانک کہا اور مٹھی بھر سو کے نوٹ سامنے کر دیے۔ کالے خاں بھونچکا رہ گیا "یہ... یہ کہاں سے آ گئے؟" اس کے اندازے کے مطابق وہ رقم چار ہزار

Urdu Books, English Books and Old pdf books download

http://www.Mypdfsite.com

سے زائد تھی۔

"آج کا نذرانہ!" بھورے ماموں نے قہقہہ مارا "فقیر کی جیب سے نکلا ہے۔"

"آپ نے تو آج تک کسی کی جیب سے مال نہیں نکالا تھا ماموں۔ یہ حرام ہے آپ پر" کالے خاں نے کہا۔

"تم نے اتنی سختی جھیلی ہے کبھی تھانے میں بھی؟" بھورے ماموں نے کہا "یہ بہت محنت کی کمائی ہے۔"

"آپ کیا کریں گے اتنی رقم کا؟" کالے خاں نے کہا۔ اسے ہاتھ کی صفائی دکھانے میں تاخیر کا ملال ہو رہا تھا۔

"میں ایک نیا ریڈیو خریدوں گا۔ آئندہ جو کرکٹ میچ دیکھنے جائے' اس پر لعنت۔" بھورے ماموں نے کہا۔

"آپ میچ ٹی وی پر بھی دیکھ سکتے ہیں۔ یہ رقم ٹی وی خریدنے کے لیے بھی کافی ہے" کالے خاں نے کہا۔

"نہیں بھانجے' اس عمران خان کا کوئی بھروسا نہیں" بھورے ماموں نے کہا "اتنے زور سے چھکا مارتا ہے۔ کیا پتا گیند ٹی وی سے نکل کر پھر میرے سر پر لگ جائے" انہوں نے ساری رقم دوسری طرف کی جیب میں رکھ لی۔

"اچھا' میرے دو سو تو دے دیں ... جو میں نے حکیم کو دیے تھے" کالے خاں نے مردہ آواز میں کہا۔

"نیچے اتر ..." بھورے ماموں نے ٹیکسی روک کر کہا "اور پیدل آ ... تیری اتنی سزا تو ہونی چاہیے۔"

○☆○

پرائزن اینڈ پبلیکیشنز

کالے خاں نے ایک بار پھر گھٹنے کی ہڈی کو ہلا کے ایک بے حد پرسوز آواز میں کہا "ہائے ... میں مر گیا۔"

بھورے ماموں نے اسے یوں دیکھا جیسے اس پر واقعی نزع کا عالم ہے "کلمہ پڑھ لے بھانجے ... ابھی وقت ہے۔"

"بہت وقت ہے ابھی" کالے خاں خفا ہو کے بولا "اتنا کہ آپ کی ایڈوانس نماز جنازہ بھی پڑھ لوں اور ممانی کی غائبانہ!"

"میرا مقصد تھا کالے خاں ... آخری وقت میں توبہ بھی قبول نہیں ہوتی" بھورے ماموں نے شرمندہ ہوئے بغیر کہا "اور تو بڑا گناہ گار ہے۔"

"آپ سے تو ایک گناہ کم ہی ہے میرا" کالے خاں بولا۔

"یہ تو کس گناہ کی تہمت لگا رہا ہے اپنے اکلوتے ماموں پر بدبخت!" ماموں نے سوچ کے کہا۔

"بہت بڑا گناہ ہے وہ۔ بھینس سے بھی بڑا" کالے خاں نے کہا "اسے میں آپ کی وجہ سے ممانی کہنے پر مجبور ہوں۔"

"یہ تو سچ ہی کہا تو نے" بھورے ماموں نے ایک درد بھری آہ کے ساتھ کہا "مگر تجھے کیا ضرورت تھی اس سے کہنے کی ... کہ آ بھینس مجھے مار۔"

کالے خاں نے گھٹنا سیدھا کرتے ہوئے پھریری لی "میں نے تو صرف یہ کہا تھا کہ ممانی' آپ کے بھائی نے انڈے دیے ہیں۔ کیا تھانے دار انڈے بھی نہیں دے سکتا۔"

Urdu Books, English Books and Old pdf books download

http://www.Mypdfsite.com

"کیوں نہیں دے سکتا" بھورے ماموں نے اپنی ائرکنڈیشنڈ دھوتی سمیت کر مہاتما بدھ کی طرح آسن جمالیا "جیسے جنگل کا بادشاہ شیر اپنی مرضی کا مالک ہوتا ہے' انڈے دے یا بچے۔ تھانے دار شہر کا بادشاہ۔"

"اور کیا... اس کا حکم ہو تو مجال ہے کہ کوئی انڈے دینے سے انکار کر سکے۔ ایک رات تھانے میں رکھے تو بھینس انڈے دینے لگے' دودھ دینا بھول جائے" کالے خاں بولا۔

"اور بھینس کا سرتاج دودھ دینے پر مجبور ہو۔"

"میں نے تو دیکھا ہے کہ تھانے دار صرف حکم دیتا ہے اور گھر' بھر جاتا ہے۔"

بھورے ماموں نے ایک آہ بھری "مجھے تو کچھ بھی نہیں دیا سالے تھانے دار نے' سوائے ایک بلیک اینڈ وائٹ بیوی کے۔ جس میں وائٹ صرف اس کے دانت ہیں۔"

"کبھی کبھی میں سوچتا ہوں ماموں کہ کاش میں آپ کا بھانجا نہ ہوتا" کالے خاں کچھ دیر بعد بولا "الو کا پٹھا ہوتا۔"

"تو اپنا یہ نام بدل سکتا ہے بھانجے!" بھورے ماموں نے برا مانے بغیر کہا "مگر یہ خون کا رشتہ ہے۔"

"ہاں۔ اس میں خون ہمیشہ میرا ہوتا ہے" کالے خاں بولا "میرا آپ سے رشتہ ہی نہ ہوتا تو... تو یہ سب کیوں ہوتا۔"

"مگر کچھ بتا تو سہی کہ ہوا کیا؟"

"ہوا یہ ماموں... کہ وہ جو تمہارا... سالا تھانے دار ہے نا' وہ مجھے مل گیا راستے میں" کالے خاں نے کہا "رعونت سے اس نے مجھے آواز دی۔ انتہائی غیر شریفانہ انداز میں۔"

"اس کا اور تیرا دونوں کا شرافت سے کیا تعلق... گالی ہی دی ہوگی اس نے۔ تیری ممانی نے خود مجھے بتایا ہے کہ وہ تھانے دار کیسے بنا۔ اس نے بولنا ایسے شروع کیا تھا کہ سب سے پہلے اپنے باپ کو گالی دی تھی۔ اسی وقت فیصلہ کر لیا تھا باپ نے کہ اسے پولیس میں بھرتی کرائے گا" بھورے ماموں نے سالے تھانے دار کی کتاب زندگی سے ایک اقتباس ہزارویں بار پیش کیا۔

"بھرے بازار میں چلا کے کہنے لگا۔ ابے او جیب کترے کی اولاد! ادھر آ" کالے خاں نے کہا "یہ کوئی اچھی بات نہیں ہے ماموں! آخر اس کے اور میرے پیشے میں کیا فرق ہے۔ خیر' میں پی گیا۔ اس نے انڈوں کی ایک پیٹی مجھ پر لادی اور بولا کہ جا سیدھا باجی کے پاس۔ میں نے کہا کہ میں تو سب کو باجی کہتا ہوں۔ شبنم کو بھی... زینت امان کو بھی اور انجمن کو بھی۔"

"ہاں کہنے سے کچھ نہیں ہوتا" بھورے ماموں بولے۔

"بس وہ آگیا اپنی فاوری زبان پر" کالے خاں نے اپنا بیان جاری رکھا "کہنے لگا' یہ اپنی ممانی کو دینا اور بتا دینا کہ کس نے دیئے ہیں۔ خبردار' جو ایک انڈا بھی ٹوٹا۔ ایک ہڈی توڑوں گا ایک انڈے کے بدلے۔"

"پیٹی میں تیس درجن انڈے ہوتے ہیں کالے خاں!" بھورے ماموں نے حساب لگا کے کہا "یعنی تین سو ساٹھ۔ اور تیرے جسم میں تو اس کی دو تہائی ہڈیاں بھی نہیں۔"

"بس ماموں۔ اسی لیے تو میں نے بھی یہ کیا کہ آدھی پیٹی نیچے سے خالی کر دی" کالے خاں مسکرایا "اوپر سے بھری ہوئی لگتی تھی۔"

"کیا یہ امانت میں خیانت نہیں بھانجے!" بھورے ماموں نے اسے شرمندہ کرنے کی کوشش کی "باقی انڈے کہاں ہیں؟"

کالے خاں نے دانت نکال کے کہا "میری جیب میں۔"

"جیب میں' پندرہ درجن انڈے!" بھورے ماموں نے مشکوک لہجے میں کہا "چیونٹی کے انڈے تھے یا کھٹمل کے؟"

"میم مرغی کے انڈے تھے ماموں!" کالے خاں بولا "ولایتی مرغی کے۔ وہ جو تمہارے محلے کا انصاری پنساری ہے نا' اس نے کلیرنس سیل میں خرید لیے۔ میں نے تین روپے درجن کا رعایتی نرخ قبول کر لیا۔ پینتالیس روپے میری جیب میں ہیں۔"

بھورے ماموں نے فوراً جیب میں ہاتھ ڈال دیا "ماضی کا صیغہ استعمال کر بھانجے۔ ہیں نہیں' تھے۔ کس جیب میں ہیں؟"

"اس قمیص کی جیب میں جو میں نے نہیں پہن رکھی ہے" کالے خاں کو ماموں کی اتری ہوئی صورت اس دولہا کی شکل جیسی لگی جس نے شب عروسی گھونگھٹ ہٹاتے ہی یہ دیکھ لیا ہو کہ دلہن تو جیتنگی ہے اور اسے نہیں دیوار کو دیکھ کے شرما رہی ہے۔"

"چل عیش کر" بھورے ماموں نے خفت کے باوجود اپنی خودی کو بلند رکھا... "اسے عیدی سمجھ کے رکھ لے اپنے ماموں کی طرف سے۔ عید آنے والی ہے دو چار مہینے میں۔"

کالے خاں نے گھٹنا ہلا کے پھر کہا "ہائے۔ ارے ممانی تو مر جائے۔ دھماکے سے پھٹ جائے۔"

"آمین!" بھورے ماموں نے فوراً کہا "مگر یہ بتا کہ کیا کہا تھا تو نے اسے؟"

Urdu Books, English Books and Old pdf books download

http://www.Mypdfsite.com

"وہی جو تمہارے سامنے تھانے دار نے کھنے کا حکم دیا تھا۔" کالے خاں بولا "یہ کہ تمہارے بھائی نے انڈے دیے ہیں۔ یہ نہیں کہا تھا کہ حرام کے انڈے دیے ہیں۔ مگر انہوں نے تو اٹھا لیے زنانہ آلات حرب۔ ایک ہاتھ میں چمٹا تھا' وہ میرے سر پر بجایا۔ خیر' اس سے کچھ نہیں ہوا۔ مگر دوسرے ہاتھ میں تھا بیلن' جو انہوں نے دیکھے بغیر گھما دیا۔ وہ میری ٹانگ پر لگا۔ پھر چلا تا تو مجھے چاہیے تھا مگر۔"

"مگر اس کا بھونپو بڑا تھا۔ تیری آواز دب گئی؟"

"ہاں' چلانے لگی کہ موئے مسٹنڈے' جیب کترے' قدوائی خوار۔ میرے بھائی کو کیا کہہ رہا ہے تو۔ کیا وہ مرغی ہے؟ آج رات پھر جب تجھے مرغا بنائے گا تو نانی یاد آجائے گی۔ میں نے کہا کہ ہم تو روز مرغا بنتے تھے لیکن جب یوم حساب ہوگا تو وہ کیسے مرغا بنے گا گنبد جیسی توند کے ساتھ۔ جس میں مال حرام اتنا بھرا ہوا ہے کہ وہ لگے گا شتر مرغ۔"

"کالے خاں!" بھورے ماموں نے ڈانٹ کر کہا "جھوٹ مت بول۔ سالے تھانے دار کی بہن کے سامنے یہ سب کہہ سکتا تھا تو؟ کہتا تو یہاں نہ ہوتا' کسی سرکاری اسپتال کے بڑی وارڈ میں لٹکا ہوا نظر آتا۔"

"خیر میں نے دل میں تو کہا تھا" کالے خاں خفت سے بولا "جب میں فرار ہوا تھا مگر وہ مولوی تو پھر مارا گیا' تیسری بار۔"

"وہ بکرے جیسی شکل اور آواز والا؟" ماموں نے مسرت سے کہا "آج وہ کیسے مارا گیا؟"

"ممانی نے بیلن کا میزائل چلایا تھا اور وہ پھر دروازے کے سامنے سے گزر رہا تھا۔ دیکھ رہا تھا اپنی اچھوتی جیسی محبوبہ کو۔ میں تو غوطہ مار کے بچ گیا مگر بیلن اس کے سر پر ٹن سے لگا۔"

"پہلی بار لوٹا لگا تھا" بھورے ماموں نے کہا "جو شاید اس نے مالی کو مارا تھا۔"

"آپ اسے۔۔ ڈی آئی جی بھی کہہ سکتے ہیں۔ اب وہ ڈائریکٹر انٹرنل گارڈن ہے" کالے خاں نے کہا۔

"اور دوسری بار کدو لگا تھا اس کی کمر پر جو تیری ممانی نے اوپر سے اچھن مرزا پر لڑھکایا تھا" بھورے ماموں نے کہا "وہ سچا عاشق ایک قربانی کا بکرا ہے۔ کیا وہ پھر لیٹ گیا تھا؟"

"ہاں۔ اسے تو بہانہ چاہیے وہاں لیٹنے کا اور یہ ظاہر کرنے کا کہ وہ عشق میں جان دے رہا ہے۔" کالے خاں بولا "ہائے!"

یہ ہائے کالے خاں نے پھر گھٹنے کی ہڈی کو ہلا کے نکالی تھی اور ہر ساختہ ہائے کی طرح پر درد تھی۔

"بھانجے! میں تیری یہ تکلیف نہیں دیکھ سکتا" بھورے ماموں نے آواز میں رقت پیدا کی "تیرا علاج ضروری ہے۔ یہ بتا' تیری جیب میں روپے کتنے ہیں؟"

"ویسے تو ماموں جو روپے دوسروں کی جیب میں ہوں' اپنے ہو سکتے ہیں" کالے خاں نے ایک حقیقت پسندانہ جواب دیا "لیکن ایک ٹانگ سے نہیں۔"

"کیا تو ٹانگ سے جیب کاٹتا ہے بھانجے!" بھورے ماموں دم بخود رہ گئے۔

"یہی تو سمجھنے کی بات ہے" کالے خاں نے وضاحت کی "کبھی ایسا ہو جاتا ہے کہ ہاتھ کی صفائی کام نہیں آتی اور ٹانگوں کو استعمال کرنا پڑتا ہے اور ان سے آگے رہنا پڑتا ہے جو پیچھے ہوں۔"

دلیل نے بھورے ماموں کو قائل کیا "اچھا تو پھر چل۔ میں تجھے ایک اسپیشلسٹ کے پاس لے جاتا ہوں۔" وہ اپنی ارکنڈیشنڈ دھوتی کو سنبھال کے اٹھے۔

"کس قسم کا اسپیشلسٹ ہے وہ؟" کالے خاں نے مشکوک لہجے میں کہا۔

"وہ سب کچھ ہے۔ عامل' حکیم' ڈاکٹر' سرجن اور اپنا لنگوٹیا۔" بھورے ماموں نے کہا۔

"ضرور آپ اس سابق ڈنگر ڈاکٹر کی بات کر رہے ہیں" کالے خاں نے سہم کے کہا "جس نے گدھے کی ٹانگیں کاٹ کر گھوڑے اور گھوڑے کی ٹانگیں کسی گدھے میں لگائی تھیں۔"

"بھانجے' کیا تجھے معلوم نہیں' ڈاکٹروں نے ایک گورے کے سینے میں کالے کا دل لگا دیا تھا" بھورے ماموں نے قدرے تامل سے کہا "یہ بھی ایک تجربہ تھا جو ناکام ہو گیا۔"

"گدھا بھی مر گیا اور گھوڑا بھی..."

"لیکن میں تجھے ایک ہزار گھوڑے دکھا سکتا ہوں کالے خاں' جن کی ٹانگ کی حالت بالکل ایسی ہی تھی جیسی تیری ٹانگ کی۔ مگر وہ گھوڑے آج بحر ظلمات کے ریس کورس میں دوڑ رہے ہیں اور وہ گدھے بتا سکتا ہوں جو بہت سے انسانوں سے بہتر ہیں۔ ان کی ٹانگ سابق کابینہ کی طرح ٹوٹ گئی تھی۔ میرا مطلب ہے کسی وجہ کے بغیر۔ اب وہ مائیکل [illegible] کی طرح بریک ڈانس کر سکتے ہیں۔ وہ ایک کامیاب سرجن ہے بھانجے۔" بھورے ماموں نے کہا۔

"ماموں.... کہیں وہ میری ٹانگ نہ بدل دے۔ لگا دے کسی مرغے کی ایک ٹانگ۔" کالے خاں نے مردہ آواز میں کہا مگر بھورے ماموں اپنے بھانجے کو مرمت کے لیے لے جانے پر کمربستہ ہو گئے تھے۔ کالے خاں کو ان کے ساتھ جانا پڑا۔ اسی طرح جیسے قربانی کا بکرا منڈی سے جاتا ہے۔

بے شک بھورے ماموں نے اسے لنگوٹیا قرار دیا تھا مگر وہ شخص طوطا چشم تھا یا ماموں نے تعلقات

Urdu Books, English Books and Old pdf books download

http://www.Mypdfsite.com

سکے بارے میں بیان دیتے ہوئے مبالغے سے کام لیا تھا۔ ڈاکٹر جو درحقیقت خود اپنا ایکس رے نظر آتا تھا' اپنے اوپن ائر کلینک میں اسٹول پر براجمان تھا۔

بھورے ماموں کو دیکھتے ہی اس نے کہا "جاؤ معاف کروبابا۔ ابھی تو بوہنی بھی نہیں ہوئی۔ صبح سے کوئی سور کا بچہ بھی نہیں آیا۔"

بھورے ماموں نے کالے خاں کو آگے کیا "یہ دیکھ' کون آیا ہے اور اسے میں لایا ہوں تیرے پاس' چقندر۔"

وہ شخص ایسے اچھلا جیسے اسٹول کے نیچے سے اس کو شد کی مکھی نے ڈنک مار دیا ہو "کیا کہا... ابے سنکھیا دے دوں۔ چوہے مار گولیاں اتار دوں گا حلق سے" پھر وہ نیچے گرا اور تھر تھر کانپتے ہوئے چلانے لگا۔ "میرے منہ مت لگنا" اس کی مونچھیں جو باریک اور لمبی تھیں' کچھ اس طرح سے ہل رہی تھیں جیسے پرانے کلاک کی سوئیاں ڈھیلی پڑ گئی ہوں۔

"ابے' میں بھورے خاں ہوں۔ چقندر کے بچے!" ماموں نے کہا اور اس کے سامنے آلتی پالتی مار کے بیٹھنے کی کوشش کی۔

"پھر... پھر وہی لفظ" اس نے مکا گھمایا اور بھورے ماموں نوٹے کی طرح لڑھک گئے "میں نہیں جانتا کسی بھورے ویورے کو۔"

بھورے ماموں اپنی ائر کنڈیشنڈ دھوتی کو سنبھالتے ہوئے اٹھ بیٹھے "یار' عینک لگا کے دیکھ اور یاد کر۔ ہم ایک ساتھ پرائمری میں فیل ہوئے تھے۔ مولوی صاحب کی مرغیاں پکڑتے تھے" انہوں نے متعدد شرمناک حوالے دیے "تیری یہ چڑ تھی نا؟ چقندر۔ تو نے ایک بار چقندر چرائے تھے۔ اور سبزی والے نے سب کے سامنے چقندر تیری..."

"اچھا... تو وہ بھورے خاں ہے؟" وہ جلدی سے مسکرا کے بولا تاکہ جملہ مکمل نہ ہو۔ تاہم کالے خاں نے چشم تصور سے بہت کچھ دیکھ لیا۔ جیسے سنسر بورڈ کے ارکان وہ سب دیکھ لیتے ہیں جو دوسرے نہیں دیکھ سکتے۔

دونوں لنگوٹیے اب کوشش کر رہے تھے کہ پرانی تاریخ دہرا کے ایک دوسرے کو شرمندہ کریں۔

"وہ بارہ من کی دھوبن یاد ہے' جس کے ساتھ تو پکڑا گیا تھا' بتا کہاں؟"

"تیرے باپ نے گنجا کرا دیا تھا تجھے... بتا کیوں؟"

"تیرے ابا نے بھی تو تیرا جلوس نکالا تھا۔ منہ کالا کر کے... بتا کیوں؟"

"اور گرم توے پر کون بیٹھا تھا...؟"

"اور ازار بند کس کا ٹوٹا تھا۔ ڈانس کرتے ہوئے..."

غالباً اس کے بعد بھورے ماموں نے مزید سنسنی خیز انکشافات کا مقابلہ یک طرفہ طور پر ختم کر دیا۔ اس سے صرف کالے خاں کی معلومات میں اضافہ ہو رہا تھا اور اس سے کچھ بعید نہ تھا کہ ایسی معلومات کو غلط وقت پر غلط مقاصد کے حصول کے لیے استعمال کرے۔

کالے خاں اتنی دیر میں حکیم چقندر کے کلینک کا جائزہ لے چکا تھا۔ کلینک ایک فٹ پاتھ کے دو حصوں پر پھیلا ہوا تھا جہاں دائیں جانب والی سڑک سبزی منڈی کو جاتی تھی۔ جہاں مویشیوں اور گھوڑوں گدھوں کا چارا ملتا تھا۔ بائیں ہاتھ پر سبزی منڈی تھی جہاں شوہروں کا چارا ملتا تھا۔ مثلاً انڈے' کدو' گھریلو۔ بھورے ماموں کے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے حکیم چقندر نے تسلیم کیا کہ اس کا موبائل کلینک مختلف شہروں کی مختلف سڑکوں پر خاصا کامیاب رہا تھا مگر مالی طور پر یہ جگہ سب سے زیادہ سود مند ثابت ہوئی تھی۔ یہاں سب خوش تھے۔ پولیس کو اس سے سو روپے روز خدمت خلق ٹیکس مل رہا تھا جو ایک نیا ریکارڈ تھا۔ اتنے ہی اسے بیچ جاتے تھے' یہ بھی ایک نیا ریکارڈ تھا۔

"میرے علاج سے علاقے کے ایس ایچ او کو بہت فائدہ ہوا۔ اس نے دوسری شادی کر لی۔"

بھورے ماموں کی دلچسپی ایک دم بڑھ گئی "یار' کوئی ایسی دوا ہے تو بتاؤ۔ تمہاری مشہوری کے لیے کہا سکتا ہوں۔ سوچو' جب یہ بات عام ہو گی تو یہاں لائن لگ جائے گی شوہروں کی۔"

"دوا میں نے تھانے دار کی بیوی کو دی تھی" حکیم چقندر بولا۔

"کیا مطلب... کیا بیماری تھی اسے؟" بھورے ماموں نے حیرانی سے کہا۔

"وہ خود ایک بیماری تھی" حکیم چقندر نے مختصراً کہا "جو کسی سے ٹھیک نہ ہوتی تھی" اس نے اطراف میں پھیلے ہوئے درجنوں مریضوں میں سے ایک اٹھایا "اس کی صرف ایک خوراک کافی ہوئی۔ چنانچہ تھانے دار نے خوش ہو کے اسے یہ جگہ مستقل الاٹ کر دی اور کہا کہ تیسری یا چوتھی شادی کا مسئلہ درپیش ہوا تو وہ پھر آئے گا۔

بھورے ماموں کو اس وضاحت نے خاصا مایوس کیا۔ بہ فرض محال وہ ممانی کو اس مشکل کشا دوا کی ایک خوراک کھلا بھی دیتے تو سالا تھانے دار انہیں دوبارہ پھانسی لگوا تا۔

"مگر ہر شخص تو تھانے دار نہیں ہوتا۔ اور ایک تھانے دار بھی سال میں تین سو پینسٹھ بار دوسری شادی نہیں کر سکتا۔" بھورے ماموں نے کہا "پھر تمہاری خوشحالی کا راز کیا ہے؟ تم ایک ٹریفک کانسٹیبل

Urdu Books, English Books and Old pdf books download

http://www.Mypdfsite.com

سے زیادہ کمارہے ہو؟"

جواب میں حکیم چقندر نے ایک مدلل تقریر کی۔ خلاصہ اس کا یہ تھا کہ عرصہ بیس سال اس نے جو ریسرچ کی اور جو تجربات شہر شرفٹ پاتھ 'فٹ پاتھ' گھوم کے حاصل کیے 'وہ چند بنیادی نتائج کا سبب بنے مثلاً اس نے دریافت کر لیا کہ سب شوہر گدھے نہیں ہوتے۔ جیسے سب گدھے شوہر نہیں ہوتے لیکن ان میں بیشتر صفات مشترک پائی جاتی ہیں۔ مثلاً دونوں محکوم و مجبور ہوتے ہیں۔ دونوں بوجھ اٹھاتے ہیں۔ دونوں گاڑی کھینچتے ہیں۔ ایک گدھا گاڑی کھینچتا ہے تو دوسرا زندگی کی گاڑی۔ دونوں کو جو کچھ بھی ڈالا جائے 'صبر و شکر کرکے کھا لیتے ہیں۔ اس نے چند ناقابل اشاعت صفات کا تذکرہ بھی کیا۔

بھورے ماموں اس تحقیق کے نتائج پر دم بخود رہ گئے۔ خود کالے خاں ابھی تک اس سائن بورڈ کو نہیں سمجھ سکا تھا جس میں کسی عظیم مصور نے ایک طرف گدھے کا سر بنایا تھا اور دوسری جانب ایک دولہا کا جو سرا باندھ چکا تھا۔ درمیان میں ناقابل فہم ڈگریاں بھی بے معنی نہیں تھیں۔ حکیم چقندر نے ڈی سی اے ایچ کو ڈنکی : ن اینڈ ہزبینڈ۔ کا مخفف قرار دیا جو اس کے اسپیشلسٹ ہونے کی سند تھی۔ اس سے بقیہ عبارت کی تشریح بھی ہو جاتی تھی اور یہ ثابت ہو جاتا تھا کہ اشرف المخلوقات کے ساتھ وہ حیوانات و نباتات کے علاج پر بھی قادر ہے۔ خواہ امراض جسمانی ہوں یا روحانی 'قابل بیان ہوں یا ناقابل بیان۔ آخر میں خاص و عام کو مخاطب کرکے کہا گیا تھا۔

"آزمائش شرط ہے۔ رازداری غلط ہے۔"

بھورے ماموں نے کہا "واہ! یہ غالب کا شعر ہے نا؟"

حکیم چقندر نے خفگی سے کہا "غالب کون؟ یہاں ہر چیز میری ہے 'ایجاد کردہ۔"

"مگر اس کا مطلب کیا ہوا 'رازداری غلط ہے" کالے خاں بولا۔

"تم بچے ہو ابھی۔ اس لیے بتا دیتا ہوں" اس نے کالے خاں کو قابل رحم نظروں سے دیکھا۔ "ورنہ مطلب تو صاف ظاہر ہے۔ بھئی 'ہم سے کوئی راز چھپائے گا تو کیا یہ غلطی نہیں ہوگی؟"

بھورے ماموں نے اپنے بھانجے کے دفاع میں کہا "اس کا دماغ کچھ کمزور رہ گیا۔ بچپن میں بہت ذہین تھا۔ تمہاری طرح ریسرچ کا بھی بہت شوق تھا اسے۔ ایک بار گدھے کی دم کے گرد و نواح پر تحقیق کر رہا تھا کہ گدھے نے فلائنگ کک ماری۔ کبھی کبھی بے سر و پا باتیں کرنے لگتا ہے۔"

حکیم چقندر نے سرہلایا "ٹھیک ہو جائے گا۔ نہ ہو تو کوئی بات نہیں۔ سیاست یا پیری فقیری کے پیشے میں ڈال دینا کامیاب رہے گا اور خوشحال بھی۔"

بھورے ماموں نے اچانک ایک شیشی اٹھائی جو درجنوں مرتبانوں اور لال پیلی بوتلوں کے ساتھ صف بستہ تھی "یہ... یہ کیا ہے؟"

"یہ سفوف دافع ٹنڈا ہے" حکیم نے شیشی چھین کر واپس جائے مخصوص پر رکھ دی "دس امراض کا تریاق ہے"

"جو ٹنڈے کھانے والوں کو لاحق ہوتے ہیں؟" بھورے ماموں نے متاثر ہو کے کہا۔

حکیم چقندر نے اثبات میں سر ہلایا "ایک بار یہ دوا میں نے ایک ایسے شخص کو دی جو خودکشی کرنے جا رہا تھا 'اس کی بیوی صبح 'دوپہر 'شام اسے ٹنڈے کھلاتی تھی۔ ٹنڈے گوشت 'ٹنڈوں کا پلاؤ 'ٹنڈوں کی کھیر 'پڈنگ 'سوپ اور حلوہ۔ میں نے اسے ایک ہفتے زیر علاج رکھا۔"

"کسے؟ ظالم کو یا مظلوم کو؟"

"اس نے بیوی کو ہر روز ایک خوراک دی۔ معلوم ہے اس کے بعد کیا ہوا؟"

"وہی جو شوہر چاہتا تھا 'بیوی کا چہلم!"

"نہیں۔ وہ ٹنڈوں سے نفرت کرنے لگی۔ شوہر سے بھی زیادہ۔" حکیم چقندر نے کہا "اور صبح دوپہر شام کریلے پکانے لگی۔ پھر میں نے ایک ہفتے تک معجون دافع کریلا دی۔ اس نے کریلے پکانے چھوڑ دیے اور کدو پر فریفتہ ہو گئی۔"

بھورے ماموں کو سخت مایوسی ہوئی۔ یہ ایک لمبا علاج تھا۔ مرض کدو ٹھیک ہو گا تو بینگن کا عارضہ لاحق ہو جائے گا اور اس کے اثرات زائل ہوں گے تو ایسی ہی دوسری جان لیوا چیزوں سے سبزی منڈی بھری پڑی ہے۔ نانی کو سفوف دافع ٹنڈا دینا بے سود تھا۔

"تمہارا طریقہ علاج" بھورے ماموں نے سر کھجا کے کہا "کچھ عجیب نہیں ہے؟ جیسے کوئی زکام کی دوا کھائے تو ملیریا میں مبتلا ہو جائے۔ ملیریا کا علاج کرے تو نمونیے کا شکار ہو جائے اور نمونیے سے شفا پائے تو گنجا ہو جائے۔"

"نہیں۔ بالآخر میں نے اسے جوہر بریانی دیا" حکیم چقندر نے مسکرا کے کہا "وہ ہر روز بریانی پکانے لگی۔"

بھورے ماموں کا چہرہ کھل اٹھا "شوہر بڑا خوش قسمت رہا۔"

حکیم چقندر نے افسوس کے ساتھ نفی میں سر ہلایا "وہ شوہر رہا ہی نہیں۔ اب وہ ایک بریانی ہاؤس کے ویٹر کی بیوی ہے۔ شوہر کو علاج نے اور پھر بریانی نے قلاش کر دیا تھا لہٰذا قورمہ اور کشتہ کباب دینے کی

Urdu Books, English Books and Old pdf books download

http://www.Mypdfsite.com

نوبت ہی نہیں آئی۔"

حکیم چقندر نے مزید انکشافات یہ کیے کہ وہ ایک ہی نسخہ کیمیا کو اپنی روحانی قوت سے یوں بدل سکتا ہے کہ اثر الٹا ہو جائے۔ مثلاً ٹنڈے کے تریاق کو ایک ممانی ٹائپ عورت نے اپنے پالتو شوہر پر آزمایا اور نتائج سو فیصد اس کے حق میں رہے۔ شوہر جو ٹنڈا دیکھ کے بے ہوش ہو جاتا تھا' اب صرف ٹنڈے کھاتا ہے اور کچھ نہیں کھاتا۔ حکیم چقندر ایک روحانی عامل ہونے کا دعوے بھی رکھتا تھا۔

تاہم بھورے ماموں نے دبے دبے لہجے میں کہا "اور وہ زندہ ہے صرف ٹنڈے کھا کر۔"

"ہاں۔ تم پاگل خانے جا کے تصدیق کر سکتے ہو۔"

بھورے ماموں نے فقط سر ہلایا جس کا مطلب یہ نکالا جا سکتا تھا کہ ہاں' یہ تو ہونا ہی تھا۔ تاہم حکیم چقندر ان پر اپنی سائنسی اور طبی تحقیق کے نتائج سے ثابت کرتا رہا کہ اسے اب تک دس بار نوبل پرائز سے محروم رکھا گیا۔

"یہ مسلمانوں کے خلاف ایک صیہونی سازش لگتی ہے مجھے" اس نے دعویٰ کیا اور سینے پر ہاتھ مارا۔ اس سے جو آواز پیدا ہوئی وہ طبلے کی طرح تھی جس پر کوئی دشمن موسیقی جو تا مار دے۔ خود حکیم چقندر کو جذبات کے اس مظاہرے نے بے دم کر دیا۔ خاصی کوشش کے بعد وہ پھر سانس لینے میں کامیاب ہوا۔

بھورے ماموں نے اس کی تائید کو ضروری خیال کیا "اس میں کیا شک ہے۔ اب دیکھو نا' جراثیم جیسی حقیر اور نظر نہ آنے والی چیز پر ریسرچ کرنے والوں کو نوبل پرائز مل جاتا ہے۔"

"اور ... اور میں نے تو ..." حکیم چقندر ہانپتے ہوئے بولا "بنی نوع شوہران کو کیسی کیسی دنیاوی آفات سے تحفظ فراہم کیا ہے۔ ٹنڈے' کدو' کریلے اور بینگن جیسی مہلک نباتات کا تریاق ایجاد کیا۔ مگر کیا بھی بتاؤں گا میں مگر میرے جیسا عظیم سائنس داں اور موجد کس کے ساتھ بیٹھا ہے اور کہاں بیٹھا ہے۔" اس نے نیولے کی نسل کے ایک جانور کو دیکھا جو دراصل پبلسٹی کا ذریعہ تھا۔ تاہم اس کی صورت کالے خاں کو حکیم چقندر جیسی ہی لگی۔

کالے خاں کے ایک سوال کے جواب میں بھورے ماموں نے اپنی علمیت کا اظہار یوں کیا کہ اس جانور کے بارے میں حیرت انگیز معلومات فراہم کرتے ہوئے اس کا نام بھی بتایا اور کہا کہ بات سائز کی نہیں' بہ لحاظ افادیت بھی سانڈ سے بڑا ہے اور اس کا نام بھی بڑا ہے کیونکہ اس میں آخری حرف تہجی سانڈ سے زیادہ ہے۔

حکیم چقندر کی تحقیق اور ایجادات کے تذکرے میں بھورے ماموں اپنے بھانجے کی بیلن زدہ ٹانگ کو بھی بھولے ہوئے تھے اور ہر سنسنی خیز انکشاف پر تعریفی لہجے میں فخر سے کالے خاں کی طرف دیکھ کر کہتے تھے "تو نے دیکھا بھانجے' یہ شخص کیسا جینئس ہے۔ صرف اس لیے کہ یہ بچپن سے میرا دوست تھا۔ صحبت اچھی ہو تو آدمی کیسا بن جاتا ہے" کالے خاں کے لیے ماموں کے کسی بچپن کے دوست سے ملاقات ایک نیا تجربہ تھا۔ اس سے پہلے سب ان کے بچپن کے دشمن ملے تھے۔

وہ کئی بار دردناک ہائے بلند کر کے بھورے ماموں کو مقصدِ ملاقات یاد دلا چکا تھا مگر ابھی تک ٹانگ کا مسئلہ زیرِ غور ہی نہیں آیا تھا۔

بالآخر اس کی قوت برداشت جواب دے گئی۔ اس نے چلا کر کہا "ماموں! کیا آج کے ایجنڈے میں میری ٹانگ شامل نہیں ہے؟"

بھورے ماموں نے بے صبری کے اس مظاہرے کو ناپسندیدگی سے دیکھا "صبر کا پھل میٹھا ہوتا ہے بھانجے!"

"آپ کھائیں گے یہ پھل!" کالے خاں نے گستاخ لہجے میں اپنی لات ہلا کے کہا۔

بادل ناخواستہ حکیم چقندر اس کی طرف متوجہ ہوا "کلینک کا ٹائم نہیں ہے لیکن تم بھورے خاں کے بھانجے ہو' اس لیے دیکھ لیتا ہوں۔"

کالے خاں نے اپنی ٹانگ کا نصف حصہ پیش کیا "یہ میرا گھٹنا ہے۔"

"اچھا!" حکیم چقندر نے یوں کہا جیسے یہ ایک انکشاف ہو "لگتا تو نہیں کیونکہ دوسرا گھٹنا بہت چھوٹا ہے۔"

"یہ گھٹنا سوج گیا ہے۔" کالے خاں نے کہا۔

"ہوں۔ گویا تم پھر کسی گدھے کی دم کے مضافات پر تحقیق کر رہے تھے؟" حکیم چقندر نے اسے غور سے دیکھا۔

"ہاں۔ میں پی ایچ ڈی کر رہا ہوں۔ گدھے کی دم میرا موضوع ہے" کالے خاں نے دیکھا کہ بھورے ماموں اسے اشاروں کی زبان میں حق گوئی سے باز رکھنا چاہتے ہیں۔ غالباً ممانی کو اقدام قتل کے الزام سے بچانے کے لیے۔ یہ بتانے سے کوئی فرق بھی نہیں پڑتا تھا کہ گھٹنے پر کسی گدھے نے لات ماری ہے یا ممانی نے بیلن مارا ہے۔

"گھٹنے کے والو خراب ہو گئے ہیں" حکیم چقندر نے گھٹنے کو ہر طرف سے ٹھوک بجا کے اور گھما پھرا

Urdu Books, English Books and Old pdf books download

http://www.Mypdfsite.com

کے کہا "دو گراریاں ٹیڑھی ہیں' ایک لیور صحیح کام نہیں کر رہا ہے' ہڈی کی چوڑیاں سلپ کر گئی ہیں۔"

کالے خاں نے کہا "کیا تم موٹر سائیکل کے گیئر باکس کی بات کر رہے ہو؟"

حکیم چقندر نے اس کے جواب میں کالے خاں کو اس کی کم علمی پر شرمندہ کیا اور کہا کہ یہ جدید تحقیق ہے۔ گھنٹوں میں پورا گیئر سسٹم نہ ہوتا تو انسان اور حیوان اپنی رفتار میں کمی بیشی کیسے کرتے۔ نیوٹرل گیئر میں آدمی کھڑا رہتا ہے۔ فرسٹ گیئر میں گھر سے دفتر کے لیے روانہ ہوتا ہے لیکن دفتر سے گھر لوٹتے ہوئے سیکنڈ گیئر میں چلتا ہے۔ اگر کسی کو ملاقات کا وقت دے رکھا ہو اور دیر ہو جائے تو تھرڈ گیئر میں دوڑتا دکھائی دیتا ہے۔ ٹاپ گیئر میں اس وقت چلتا ہے جب پولیس یا پاگل کتا اس کے پیچھے لگ جائے۔

"میں سمجھ گیا۔ چوتھا گیئر اکثر مجھے بچا لیتا ہے" کالے خاں بولا "جب مسئلہ تیز رفتاری کا ہو اور روزگار کے ساتھ آزادی بھی خطرے میں ہو۔"

"بھانجے' تم ایک اسپیشلسٹ پر بھروسا کر سکتے ہو" بھورے ماموں نے پھر فخریہ لہجے میں کہا۔

مذکورہ اسپیشلسٹ نے ایک باکس کھولا جو دیکھنے میں ایسا ہی لگتا تھا جیسا جوتے مرمت کرنے والے اور جوتے سے مرمت کرنے والے تھانے دار اپنے پاس رکھتے ہیں۔ باکس کی قدامت اسے پنڈورا کا باکس ثابت کرتی تھی مگر حکیم چقندر نے بتایا کہ یہ ان کے کسی جدِ امجد نے بقلم خود بنایا تھا۔

اس نے باکس میں سے ایک پرانا ڈبا برآمد کیا جس پر کسی گمنام رستم زماں کی تصویر تھی جو اپنی توند سے بڑا گرز اٹھائے کھڑا تھا۔ یہ مصور کا تصور تھا کہ رستم زماں کی آنکھوں میں دم واپسیں برسرِ راہ نظر آتا تھا۔ اس کے نیچے دو ٹوک الفاظ میں خالص دیسی گھی میں ملاقات ثابت کرنے والے کو ایک ہزار روپے انعام دینے کا اعلان اب بھی پڑھا جا سکتا تھا۔ گھی کے موجد کی تصویر دوسری جانب تھی۔

"یہ تو وہی ہے" کالے خاں نے دوسری تصویر کو دیکھ کے کہا "میں جانتا ہوں اسے۔"

"اسے تم کیسے جانتے ہو؟" حکیم چقندر نے کہا۔

"ایک بار تھانے میں ملاقات ہوئی تھی" کالے خاں بولا "کیونکہ تھانے دار یہ اصلی دیسی گھی کھانے کے بعد دو دن تک سفر کرتا رہا تھا۔ بیڈ روم سے باتھ روم تک۔ اس نے تیرہ نمبر کا جوتا سامنے رکھ کے کہا تھا کہ فیصلہ کر لو۔ اپنا یہ دیسی گھی کھاؤ گے رات بھر یا ایک ہزار چھتر۔ اور صاحب تصویر نے جان بخشی کی درخواست کرتے ہوئے دوسری تجویز کے حق میں فیصلہ دیا تھا۔"

"کیا تم وہاں دعوت کھانے گئے تھے؟" حکیم چقندر نے برا مانتے ہوئے کہا "چلو نکالو پانچ سو

روپے۔"

"وہ کس لیے؟" کالے خاں بولا۔

"یہ ایک کلو کا رعایتی نرخ ہے۔ صرف تمہارے لیے" حکیم بولا۔

"مگر... میں ایک کلو کا پورا ڈبا لے کر کیا کروں گا۔ اس کے علاوہ پانچ سو..."

"چلو چار سو نکالو۔ چھوٹی پیکنگ میں نہیں رکھتا" حکیم چقندر نے ڈبا اس کے ہاتھ میں تھما دیا "تم نقصان میں نہیں رہو گے۔ باقی طلسماتی کریم تم اپنا رنگ گورا کرنے کے لیے بھی استعمال کر سکتے ہو۔ جیسا کہ تم جانتے ہو' اس وقت تم کچھ زیادہ گورے نہیں ہو۔ چالیس دن بعد تم سانڈ لگو گے' رنگت کے اعتبار سے۔ علاوہ ازیں' تم اسے سلائس پر مکھن کی جگہ لگا کے کھا سکتے ہو۔ اسّی سال کے ایک نوجوان نے ایسا کیا۔ اب وہ نئے ماڈل کی چار بیویوں کا اکلوتا شوہر ہے جن کی مجموعی عمر اسّی سال ہے۔ چنانچہ سارا محلہ خوش ہے۔"

اس آخری بات نے بھورے ماموں کو متاثر کیا تھا۔ انہوں نے کہا "کوئی بات نہیں بھانجے۔ جو بچ جائے وہ مجھے دے دینا۔"

"مگر میرے پاس تو صرف پینتالیس..." کالے خاں کے منہ سے نکل گیا۔ یہ خیال اسے دیر سے آیا کہ انڈوں کی فروخت سے حاصل ہونے والی رقم کے بارے میں وہ پہلے کیا بیان دے چکا ہے۔

حکیم چقندر کا منہ چقندر کی طرح ہو گیا "صرف پینتالیس' اس حیرت انگیز طلسماتی کریم کے؟"

اس نے ایک طویل بیان دیا جس میں اپنی کثیر المقاصد طلسماتی کریم کی تیاری کے مختلف مراحل بیان کرنے کے بعد حکیم چقندر نے اس کے اجزائے ترکیبی پر سرچ لائٹ ڈالی اور انکشاف کیا کہ اس میں افریقہ کے لال منہ والے بندر کی دم کی چربی سے لے کر مچھلی کے دودھ تک ہر چیز حاصل کرنے کے لیے وہ کتنی بار موت کے منہ میں گیا۔ عرق گاؤ زبان تازہ حاصل کرنے کی کوشش میں ایک تیز مزاج گائے نے اس کے ساتھ کیا سلوک کیا اور عرق شیر زبان تو بس اس لیے مل گیا کہ جسے اللہ رکھے اسے کون چکھے۔

بھورے ماموں بھونچکے رہ گئے "تم نے شیر کی زبان کا عرق نکال لیا اور فوت نہیں ہوئے۔ کیا وہ سبزی خور شیر تھا؟"

"نہیں... تھا تو اصلی ببر شیر۔ سب قسمت کی بات ہے کہ شیر پنکچر ہو گیا تھا۔ میں نے بانس میں ایک ٹوٹا باندھا اور دور سے عرق جمع کر لیا۔"

Urdu Books, English Books and Old pdf books download

http://www.Mypdfsite.com

کالے خاں نے طلسماتی کریم کا ڈبا واپس اس کے سامنے رکھ دیا۔ "یہ تم خود لگاؤ یا کھاؤ۔ سر پر ملو یا منہ پر۔ میرے گھٹنے کا درد ٹھیک ہو گیا ہے۔"

"میں تم سے پینتالیس روپے بھی لے لوں گا۔ کیونکہ بہرحال تم بھورے خاں کے بھانجے ہو" حکیم چقندر نے مایوسی سے کہا۔

"اور میں اب پینتالیس پیسے بھی نہیں دوں گا۔" کالے خاں اٹھ کھڑا ہوا "کیونکہ تم بھورے ماموں کے دوست ہو" اس نے غصے میں حکیم چقندر کو حکیم فراڈ عرف خبیث افریقی جادوگر بھی کہا اور پھر اپنی جان بچانے کے لیے بھاگا کیونکہ حکیم چقندر نے وہی ایک کلو خالص دیسی گھی والا طلسماتی کریم سے بھرا ہوا ڈبا اس کی طرف پھینکا تھا۔

ایک گھٹنے کا گیئر باکس خراب ہونے کے باوجود کالے خاں نے ہائی جمپ لگا کے ان دونوں کو عبور کر لیا تھا مگر خود بھورے ماموں نے اٹھنے کی غلطی کی۔ بے شک ان کے مقاصد نیک تھے اور وہ جنگ بندی کرانا چاہتے تھے لیکن انہیں دہرا نقصان ہوا۔ ایک تو اوپر سے گزرتے ہوئے کالے خاں کی لات ان کے سر پر لگی۔ کالے خاں منہ کے بل گرا پھر کالے خاں پر فائر کیا جانے والا اصلی دیسی گھی کا طلسماتی کریم والا ڈبا بھورے ماموں کے سر پر ٹن سے لگا۔

دونوں ٹانگوں سے لنگڑاتے ہوئے کالے خاں نے آخری بار پلٹ کے دیکھا تو طلسماتی کریم کا ڈبا اور بھورے ماموں دونوں فٹ پاتھ پر ساتھ ساتھ پڑے ہوئے تھے۔ اس کے خون نے بالکل جوش نہیں مارا ورنہ وہ خود بھی مارا جاتا۔ خون کے اس رشتے میں بھورے ماموں کا خون پہلی بار رہوا تھا۔

اب شاید بھورے ماموں سے اس کی اگلی ملاقات اس کمینی دنیا کے بجائے عالمِ ارواح میں ہو۔ اس خیال نے کالے خاں کو رات بھر بیدار رکھا۔ بھورے ماموں آسانی سے مرنے والی چیز نہیں تھے۔ کالے خاں کو ایسے متعدد مواقع یاد تھے، جب وہ باقاعدہ شہید ہونے کی سعادت حاصل کر سکتے تھے مگر وہ بچ گئے تھے۔

اس کے باوجود کالے خاں نے صبح دم بھورے ماموں کے یتیم خانے کا رخ کیا۔ گھر کو بھورے ماموں نے کبھی غریب خانہ نہیں کہا کیونکہ غریب کی بہرحال عزت ہوتی ہے جبکہ ممانی انہیں کسی یتیم کی طرح پال رہی تھیں۔ گھر کے باہر کوئی پُر وفات منظر نہیں تھا۔ نہ دریاں، نہ چارپائیاں اور نہ ظاہری افسردگی ظاہر کرنے والے اور جھوٹ سے مرحوم کو جنتی ثابت کرنے والے لوگ۔

حسبِ معمول بھورے ماموں اپنی ائرکنڈیشنڈ دھوتی میں برآمد ہوئے اور گھر کے باہر چبوترے پر

قابلِ اعتراض حالت میں بیٹھ کے سر سہلانے لگے تو کالے خاں اچانک سامنے آیا۔

"کالے خاں!" بھورے ماموں نے بے حد خفگی سے کہا "تو کس منہ سے سامنے آیا ہے؟"

"یہ میرا اور یجنل منہ ہے ماموں!" کالے خاں نے دانت نکال کے کہا "مجھے افسوس ہے کہ کل میں نے آپ کے سر کو فٹ بال کی طرح لات ماری۔"

بھورے ماموں نے نفی میں سر ہلایا "زیادہ افسوس ناک بات یہ ہے کہ تو نے ایک عظیم سائنس داں کو فراڈ اور خبیث کہا۔ جادوگر کہا۔"

"آخر بھانجا ہوں آپ کا۔ کبھی غلطی سے سچ بول جاتا ہوں" کالے خاں نے کہا "میرے دونوں گھٹنے اب بالکل ٹھیک ہیں۔ میں اس کے سر کو دوبارہ فٹ بال سمجھ کے کک مار سکتا ہوں اور گول کر سکتا ہوں... اس کا بستر دنیا سے۔"

"نہیں کالے خاں! تو نے جلد بازی کی۔ بعد میں اس نے کچھ انکشافات کیے" بھورے ماموں کا غصہ ٹھنڈا پڑ گیا پھر انہوں نے ادھر ادھر دیکھ کے رازدارانہ لہجے میں کہا "کسی کو بتانا مت۔ اس نے نسخہ کیمیا دریافت کر لیا ہے۔"

"وہی عرق شیر دم اور گاؤزبان اور خرگوش والا...؟"

"نہیں۔ سونا بنانے کا فارمولا" بھورے ماموں نے سر کے وسط میں ایک ابھار کو دبا کے ہائے کی "یہ سب تیرے گھٹنے کا کرشمہ ہے۔"

"میرے گھٹنے کا؟"

"ہاں، نہ تیرا گھٹنا خراب ہوتا، نہ ہم اس کے پاس جاتے، نہ وہ ایک کلو طلسماتی کریم کا ڈبا مارتا" بھورے ماموں نے کہا "مگر خیر، اللہ جو کرتا ہے اچھا کرتا ہے۔ اس بہانے دن تو پھرے ہمارے۔"

"آپ کا دماغ پھر گیا ہے بھورے ماموں؟" کالے خاں بولا۔

"نہیں بھانجے، اب ہم سونا بنائیں گے۔ میں نے اس کے ساتھ ایک معاہدہ کر لیا ہے، تیری طرف سے" بھورے ماموں نے کہا۔

"میری طرف سے کیوں؟"

"بھئی سونا کسے نہیں چاہیے... اور پھر اب تیرے ہاتھ بھی پیلے کرنے ہیں مجھے" انہوں نے کہا "دلہن کے لیے زیور چاہیے۔ تیری ممانی کی حسرت بھی پوری ہو جائے گی۔ ہم بے کار بھی نہیں رہیں گے۔ سونا ہوگا تو صرافے میں دکان کھولیں گے۔ سونے کے زیورات کی دکان... بلیک اینڈ براؤن

Urdu Books, English Books and Old pdf books download

http://www.Mypdfsite.com

جیولرز۔ یہ ایک معزز پیشہ ہوگا۔"

"میں اپنے موجودہ پیشے سے بہت مطمئن ہوں ماموں" کالے خاں نے نفی میں سر ہلایا "اس فن میں بہت برکت ہے۔"

"لیکن تو ایک جیب کترا کہلاتا ہے۔"

"پھر چور کہلاؤں گا" کالے خاں بولا "اول تو وہ سونا بنا ہی نہیں سکتا۔ یہ اتنا ہی ناممکن کام ہے ماموں ..... جیسے ..... جیسے ممانی کو رنگ و روغن اور کانٹ چھانٹ سے ریکھا جیسا بنانا۔"

"بے شک یہ دوسرا کام ناممکن ہوگا" بھورے ماموں نے تسلیم کیا "لیکن بھانجے' اس کے پاس ایک ٹاپ سیکرٹ فارمولا ہے جو اسے ایک سو ننانوے سالہ سنیاسی باوا نے پچاس سال آزمانے کے بعد دیا تھا۔ وہ کبھی قطب شمالی پر ملتا تھا تو کبھی قطب جنوبی پر۔ ایک مرتبہ ماؤنٹ ایورسٹ پر سن باتھ لیتا ہوا پایا گیا۔ دوسری بار بحیرۂ مردار کی تہہ میں لیٹا ہوا۔ میرا یہ دوست بھی اس کے پیچھے یوں لگا رہا جیسے فلموں میں ہیروئن کے پیچھے ہیرو لگ جاتا ہے۔"

"یہ بہت غلط مثال ہے۔ اتنی بڑی داڑھی والا نہ کوئی ہیرو گزرا ہے نہ کوئی ہیروئن ہوئی ہے ..... ولن.....!"

"میرا مطلب تھا کہ جیسے آخر میں ہیروئن کو شادی کرنی پڑتی ہے' ایسے ہی بالآخر اسے یہ نسخہ کیمیا دینا پڑا بلکہ اس نے خود ہی نکال لیا جامہ تلاشی میں۔"

"کیا وہ مر چکا تھا؟"

"بحیرۂ مردار کی تہہ میں کیا' تو کسی سوئمنگ پول میں لیٹ کر دیکھ' تجھے اپنے سوال کا جواب مل جائے گا" بھورے ماموں نے کہا "سنیاسی باوا کی ڈبل سنچری نہیں ہو سکی تھی۔"

"ماموں..... ابھی تو میں کام پر جا رہا ہوں" کالے خاں بولا۔

"دیکھ بھانجے! یہ تیرے انکلوتے ماموں کی عزت کا سوال ہے۔" بھورے ماموں نے آبدیدہ ہو کے کہا "تجھے میرا ساتھ دینا ہے۔ واپسی میں ایک چھوٹی سی چیز لانی ہوگی تجھے۔ ایک دیگ۔"

کالے خاں اچھل پڑا "دیگ..... یہ چھوٹی سی چیز ہے؟"

"ہاں۔ دو تین ہزار کی ملے گی" بھورے ماموں نے کہا "یہ تیری طرف سے ہوگی کیونکہ تو لا سکتا ہے۔"

"اور آپ کی طرف سے کیا ہوگا؟ حکیم چقندر نے آپ سے کیا مانگا ہے؟"

"بس..... تھوڑا سا سونا۔ تقریباً دس فیصد" بھورے ماموں نے کہا "یہ گویا بنیاد بنے گا۔ جتنی بڑی عمارت اتنی بڑی بنیاد۔ اب دس کلو سونا بنانا ہو تو ایک کلو کی بنیاد۔ ایک کلو کی بنیاد سو گرام پر رکھی جائے گی۔ اتنا تو ہے تیری ممانی کے پاس۔"

"ممانی آپ کو دیں گی نہیں۔"

"وہ..... میں لے آؤں گا۔" بھورے ماموں نے یقینِ کامل کے ساتھ کہا۔

"سوچ لیں..... سالے تھانے دار کو پتا چل گیا تو وہ آپ کو اور مجھے سونے کا انڈا دینے والا مرغا بنا دے گا۔"

"قنوطی مت ہو بھانجے! یہ بھی تو سوچ کہ جب میں پورا پانچ کلو سونا تیری ممانی کے سامنے رکھوں گا تو کیا ہوگا۔ کیا معلوم خوشی سے اس کا ہارٹ فیل ہو جائے۔ اللہ بڑا کارساز ہے" بھورے ماموں نے کہا۔

"وہ موجد کی اولاد اپنی طرف سے کیا ڈالے گا؟" کالے خاں نے گستاخانہ لہجے میں کہا "اپنا سر.....؟"

ہاں۔ یہی سمجھ لے۔ فارمولا اس کے سر میں محفوظ ہے' کالے خاں!" بھورے ماموں بولے "اور اس کے ایک ہزار ایک اجزاء ہیں۔ تو ایسے کیوں دیکھ رہا ہے میری طرف؟"

"میں بعد کے واقعات دیکھ رہا ہوں" کالے خاں بولا "ایک مزار دیکھ رہا ہوں تصور میں' جس میں سونا ہے۔"

"مزار میں سونا؟"

"ہاں۔ کسی کو تو سونا ہے۔ باقی کو رونا ہے" کالے خاں نے کسی فلسفی کی طرح کہا "میری مانیں تو معاہدے پر نظرِ ثانی کریں۔"

"آخر تو کیا چاہتا ہے؟"

"بنیاد میں فراہم کرتا ہوں' عمارت وہ کھڑی کرے" کالے خاں نے فیصلہ کن لہجے میں کہا "سو گرام سونا بھی میں لاؤں گا۔"

"آفرین ہے تجھ پر۔ آخر بھانجا کس کا ہے تو۔" بھورے ماموں نے فرطِ جذبات میں اسے گلے لگانے کی کوشش کی۔

کالے خاں فوراً پیچھے ہٹ گیا "آپ میں سے مرے ہوئے چوہے کی بو آ رہی ہے۔"

"وہ دراصل تیری ممانی نے کوئی مرہم لگایا تھا" بھورے ماموں نے سر کے گومڑ کو محسوس کر کے پھریرے کی صدا نکالی "رات بھر میں خاصا بڑھ گیا ہے۔"

Urdu Books, English Books and Old pdf books download

http://www.Mypdfsite.com

"اب میں چلتا ہوں... مجھے شاید اور ٹائم لگانا پڑے" کالے خاں بولا "پہلے ہفتے میں تنخواہیں ملتی ہیں نا سب کو۔"

"اللہ برکت دے گا" بھورے ماموں نے آج اسے شرمندہ کرنے سے گریز کیا "مگر دیکھ واپسی میں دیگ یہاں مت لے آنا۔"

"یہاں کس کا ڈر ہے؟"

"وہی تیری ممانی کا خیال ہے نہ جانے وہ کیا سمجھے؟" بھورے ماموں نے کہا "کہ کہیں میری دوسری شادی کا ولیمہ تو نہیں ہے۔ حالانکہ خودکشی کون کرتا ہے دوبارہ۔"

کالے خاں نے رات گئے بھورے ماموں کو پھر اپنے بچپن کے دوست کے ساتھ دیکھا' جس نے دوستی کے جذبات کا اظہار ایک گومڑ کا تحفہ دے کر کیا تھا۔ یہ گومڑ بھورے ماموں کے چاندنی میں چمکنے والے سر پر نگینے کی طرح دمک رہا تھا۔ کالے خاں اکیلا نہیں تھا۔ اس کے ساتھ لمبی مونچھ' سانڈ جیسی گردن اور خونی نظروں والا ایک شخص بھی تھا۔

"یہ کیا ہے کالے خاں۔ تو خالی ہاتھ ہے؟ اور یہ کون ہے؟" بھورے ماموں نے تشویش میں مبتلا ہو کے کہا۔

"یہ پہلوان ڈیکوریشن سروس کا پروپرائٹر ہے" کالے خاں نے کہا۔ "میں نے سوچا خریدنے کی کیا ضرورت ہے۔ دیگ تو کرائے پر بھی ملتی ہے۔"

"مگر دیگ ہے کہاں؟" حکیم چقندر بولا۔

"پہلوان' یہ ہے ہماری جگہ!" کالے خاں نے اس کے سوال کو نظرانداز کر دیا "دیگ یہاں پہنچاؤ۔ یہیں سے لے جانا' ضامن یہ ہیں۔"

"یہ... یہ ڈھانچا..." پہلوان بولا "خیر... اس سے کہہ دینا کہ کل پہلے دیگ لوٹائے۔ اس سے پہلے مرگیا تو قسم پیدا کرنے والے کی' قبر میں گھس جاؤں گا دیگ لینے" پہلوان جاتے ہوئے بولا۔

حکیم چقندر کا ڈھانچا غصے میں کانپ رہا تھا "یہ صاف خلاف ورزی ہے۔ دیگ تمہیں لانی تھی۔"

"میں ہی لایا ہوں' کرایہ بھی میں دوں گا۔"

"لیکن ایسے قاتل شخص کو کلینک دکھانے کی کیا ضرورت تھی۔ وہ پہلوان نہیں... پیشہ ور قصاب لگتا ہے۔" اب اس نے خوف سے کانپنا شروع کیا "سالا بچو! کہتا تھا قبر میں گھس جاؤں گا۔"

"مگر اسے دیگ مع کرایہ مل جائے گی تو وہ تمہاری قبر میں نہیں گھسے گا" کالے خاں نے اسے

اطمینان دلایا "اب تم یہ بتاؤ کہ جانا کہاں ہے اور تمہارا کلینک۔"

"کلینک یہیں رہے گا' اسی طرح" بھورے ماموں نے فوراً صورت حال کو سنبھال لیا "ہر روز رہتا ہے۔"

"ہاں' چرانے کے قابل کون سی چیز ہے یہاں جو چور آئے" کالے خاں بولا "اور پھر یہ بڑا بھائی جو بیٹھا ہے" اس نے نیولے کی نسل کے مکروہ جانور کی طرف اشارہ کیا۔

حکیم چقندر نے اس اشتعال انگیزی پر پھر غصے میں لرزنا اور چلانا شروع کیا۔ تاہم بھورے ماموں اسے وہاں سے لے جانے میں کامیاب ہو گئے۔ جانے سے پہلے انہوں نے کالے خاں کو اس جگہ کا پتا اچھی طرح سمجھا دیا جہاں اسے دیگ کے ساتھ پہنچنا تھا۔

وہ ایک ویران جگہ تھی۔ حکیم چقندر نے دعویٰ کیا کہ یہ کوٹھی اس کے ایک سابق عقیدت مند کی ہے۔ جب وہ علاج کے لیے لایا گیا تھا تو ولن کی طرح چلا رہا تھا کہ یہ شادی نہیں ہو سکتی۔ تاہم حکیم چقندر کے روحانی علاج کے بعد اس کی حالت بالکل بدل گئی۔

"پھر وہ عقیدت مند کیوں نہیں رہا' سابق کیسے ہوا؟"

"اس کی شادی جو ہو گئی تھی۔ شاہ جنات کی پڑپوتی ہے۔ اب وہ بھوت نہیں بھوتوں کا باپ ہے" حکیم چقندر نے کہا "بھوتنی کے دو بچے ہیں۔ ڈرنے کی کوئی بات نہیں۔"

بھورے ماموں کی بتیسی کڑکڑانے لگی "کیا وہ بھوت فیملی اسی گھر میں ہے؟" انہوں نے خالی گھر کو یوں دیکھا جیسے ان کے چاروں طرف بھوت حلقہ بگوش بیٹھے ہیں۔ تاہم حکیم چقندر پر کوئی اثر نہ تھا۔ وہ اس کے وسیع کچن میں آگ جلا کے دیگ چڑھا چکا تھا۔

"بھورے ماموں! مجھے تو یہ خود بھی بھوت ہی لگتا ہے" کالے خاں نے سرگوشی میں کہا۔

"ہاں بھانجے! شاہ جنات کی پڑپوتی اس کی کیا لگتی تھی' آخر کہ اس نے آدمی کو بھوتنی کے ساتھ باندھ دیا!"

"اس نے ضرور بھوتوں سے کمیشن لیا ہو گا" کالے خاں بولا۔

"تمہارا بھانجا کیا کہہ رہا ہے؟" حکیم چقندر نے ایک بوری کھول کے کہا۔

"کچھ نہیں... کہہ رہا ہے یہاں تو الو بول رہے ہیں" بھورے ماموں نے کہا۔

"گویا تمہیں الو کہہ رہا ہے۔ یہ بھوت ہوتا تو دوسری آوازیں بھی سنتا جو ہم سن رہے ہیں" حکیم چقندر نے کہا "خیر' یہ بتاؤ سوا کتنا لایا ہے؟"

Urdu Books, English Books and Old pdf books download

http://www.Mypdfsite.com

"ماموں نے سوگرام کہا تھا۔ مگر میں ایک کلو لایا ہوں" کالے خاں نے کہا "دس کلو سونا بنانے کے لیے۔"

حکیم چقندر کے دانت نظر آنے لگے "ایک کلو! اصلی؟"

"بالکل اصلی!" کالے خاں نے ایک تھیلا اس کے سامنے رکھ دیا "چوبیس قیراط کا۔ تم ٹیسٹ کر سکتے ہو۔"

حکیم چقندر نے کانپتے ہاتھوں سے تھیلی کو کھولا۔ اس میں سونے کے تین انچ چوڑے اور چار انچ لمبے ٹکڑے تھے۔ خود بھورے ماموں نے مشکوک انداز میں ایک ٹکڑا اٹھا کے دیکھا۔

"یہ کیسا سونا ہے بھانجے... میرا خیال تھا' زیور ہو گا؟"

"زیور میں ہوائی بھی لگتی ہے اور کھوٹ بھی ہوتا ہے" کالے خاں نے کہا "یہ خالص سونا ہے۔ ہول سیل کے ریٹ پر ایسے ہی ملتا ہے' اینٹوں کی صورت میں۔ کیا ہر اینٹ سو گرام نہیں ہے؟"

"بالکل ہے" بھورے ماموں نے پُرمسرت لہجے میں کہا "حکیم چقندر' تم نے دیکھا کالے خاں کا حوصلہ' آخر میرا بھانجا ہے نا۔"

حکیم چقندر کا ڈھانچا اب شوق اور جذبات کی آندھی میں لرزہ براندام تھا۔ اس نے تمام ٹکڑوں کو ایک ایک کر کے دیگ میں رکھا۔ پھر اس نے ایک بہت بڑی بوتل میں سے دیگ میں پانی جیسا کہ محلول انڈیلا۔

"یہ ایکوا ریجیا ہے" اس نے انکشاف کے انداز میں کہا۔

"ایک بار جیا ہے' کون؟" بھورے ماموں نے سمجھا کہ وہ کسی واحد غائب بھوت کی طرف اشارہ کر رہا ہے۔"

اس نے افسوس سے سر ہلایا "جیسے سونا سب دھاتوں کا بادشاہ ہے' کسی تیزاب میں حل نہیں ہوتا۔ ایسے ہی یہ تیزابوں کا بادشاہ ہے جو سونے کو حل کر لیتا ہے۔"

"یوں کہو نا کہ حکم پریکا' نہلے پہ دہلا۔"

"اور اس میں یہ جوہرِ آبِ حیات" اس نے ایک شیشی دیگ میں انڈیلی "کالے کلوٹے خاں۔"

"میں صرف کالے خاں ہوں۔ کلوٹے خاں تم خود کو کہہ سکتے ہو" کالے خاں نے برہمی سے کہا "پھر ایسا کہا تو تمہیں بھی دیگ میں ڈال دوں گا۔ تمہارے اس طلائی حلیم میں۔"

بھورے ماموں نے ان کو یاد دلایا کہ وہ کس مقصد کے تحت جمع ہوئے ہیں "کہیں ایسا نہ ہو کہ لڑنے

میں سونے کا بھاؤ گر جائے۔"

"اچھا چلو' میری مدد کرو" حکیم چقندر نے کہا "اس بوری میں سے چیزیں نکال کر مجھے پکڑاتے جاؤ۔"

کالے خاں نے جو پہلی چیز برآمد کی وہ ایک کھوپڑی تھی "ماموں! آپ کی سری" کالے خاں چلایا اور کھوپڑی کو ماموں کی طرف اچھال دیا۔

بھورے ماموں کا ہاتھ فوراً اپنے سر پر گیا۔ لیکن سر اپنی جگہ پر تھا۔ اس دوسرے سر نے ان کے گومڑ پر ضرب لگائی۔ وہ ایک چیخ مار کر گرے۔

حکیم چقندر نے دوڑ کے کھوپڑی کو اٹھا لیا "نامعقول! یہ کھوپڑی ارشمیدس کی ہے' جس نے سونے کی کثافت معلوم کی تھی۔"

"لیکن۔ وہ بہت بڑا سائنس داں تھا" کالے خاں نے کہا "اس کا اتنا چھوٹا سر!"

"یہ اس کے بچپن کا سر ہے" حکیم چقندر بولا پھر اس نے کھوپڑی کو بھی دیگ میں ڈال دیا۔ یکے بعد دیگرے کالے خاں اسے مختلف اشیا نکال کے دیتا گیا۔ حکیم چقندر ان کے بارے میں اپنی علمیت کا اظہار کرتا رہا۔

"یہ ٹمبکٹو کے مگرمچھ کا خونِ جگر ہے۔ اور یہ ہونولولو کے اگرمچھ کا جل کے راکھ ہو جانے والا دل۔ اب میں زمبابوے کے سب سے بڑے جادوگر کے جدِ امجد کا مغز ڈالتا ہوں اس میں۔" وہ بولتا گیا اور درمیان میں کچھ پڑھتا بھی گیا جسے اس نے طلسماتی زبان میں سونے کا منتر کہا۔

کالے خاں نے اسے دیگ میں سب اشیاء کو ہاتھ سے ملاتے دیکھا۔ شک تو اسے پہلے بھی ہوا تھا۔ اب یقین آ گیا کہ وہ سونے کو حل کرنے والا تیزاب نہیں تھا۔ سادہ پانی تھا۔ تاہم اس نے عمل کو جاری رہنے دیا۔

جب بوری خالی ہو گئی تو دیگ آدھی ہو چکی تھی۔ بھورے ماموں اس فارمولے سے سخت مرعوب نظر آتے تھے۔

"اب اصل کام شروع ہوتا ہے" حکیم چقندر نے کہا "میں اس محلول کو ایک خاص رفتار سے ہلاتا رہوں گا۔ پہلے دس منٹ میں ستائیس بار۔ اگلے دس منٹ میں اٹھائیس بار۔ پھر چھبیس بار۔ زمین کی مقناطیسی سمت کے مطابق اور پھر اس کے الٹ۔"

"یہ بہت اونچی سائنس ہے بھانجے" بھورے ماموں نے کہا۔

Urdu Books, English Books and Old pdf books download

http://www.Mypdfsite.com

"میں سب سمجھ رہا ہوں بھورے ماموں" کالے خاں نے اپنا سر ہلا کے کہا۔

"یہ تو کیسے سمجھ سکتا ہے' جب تیرا... ماموں نہیں سمجھ سکتا۔ اس میں سائنس کے علاوہ روحانی عمل میں بھی شامل ہے۔"

"بھورے خاں۔ اب ایک عمل تم کو پڑھنا ہے۔ مسلسل چالیس بار" حکیم چقندر نے کہا "اور خبردار۔ اس عمل میں لکڑ بھگڑ ظل ڈالتا ہے۔ اس کا خیال بالکل نہیں آنا چاہیے۔"

"لکڑ بھگڑا" بھورے ماموں ششدر رہ گئے۔

"ہاں۔ علاوہ ازیں ارواح خبیثہ بھی مخل ہوں گی" حکیم چقندر بولا "اگر آنکھیں کھول کے دیکھو گے تو وظیفہ بھول جاؤ گے۔"

بھورے ماموں نے صدق دل سے وعدہ کیا کہ وہ لکڑ بھگڑ کے خیال پر داخلہ ممنوع ہے کا بورڈ لگا دیں گے اور ارواح خبیثہ ان کی عصمت کے درپے ہوں تب بھی وہ آنکھ کھول کے نہیں دیکھیں گے کہ کون کیا کر رہا ہے۔ حکیم چقندر نے انہیں جو وظیفہ پڑھنے کو دیا وہ سنسکرت' عبرانی اور روسی زبان کی آزاد شاعری کا ملغوبہ لگتا تھا تاہم تھوڑی سی کوشش سے بھورے ماموں اسے دہرانے میں کامیاب ہو گئے۔ ایک بار پھر حکیم چقندر نے انہیں خبردار کیا کہ وظیفے کے الفاظ ادھر سے ادھر نہ ہوں ورنہ سونا پتھر ہو جائے گا۔

جب بھورے ماموں ساتھ والے خالی کمرے میں تھر تھر کانپتے ہوئے آنکھیں بند کر کے وظیفہ پڑھنے میں مصروف ہو گئے تو حکیم چقندر نے کالے خاں کو دوسرا عمل کرنے کا حکم دیا۔

"تم باری باری ایک ٹانگ پر کھڑے رہو گے۔ آنکھیں بند کر کے صرف لکڑ بھگڑ کا تصور کرو گے۔ خبردار جو شتر مرغ کا خیال بھی تمہارے دل میں آیا۔"

"اگر اونٹ اور مرغ کا خیال الگ الگ آ جائے تو؟"

"اس سے عمل میں خلل نہیں پڑے گا مگر شتر مرغ۔"

"اس کے انڈے کا خیال آ جائے؟"

حکیم چقندر نے اپنا سر پیٹ لیا "نہ انڈے کا نہ بچے کا۔ اس کے علاوہ تم کچھ نہیں دیکھو گے۔"

"کس آنکھ سے؟"

"دونوں آنکھوں کو بند رکھو گے۔ ورنہ ارواح خبیثہ تمہارے ساتھ وہ کریں گی جو سکندر نے پورس کے ساتھ نہیں کیا تھا۔"

"اس نے کیا نہیں کیا تھا؟"

ناقابل اشاعت زبان میں حکیم چقندر نے واضح کیا کہ سکندر نے نکاح تک نہیں کیا تھا۔ پھر اس نے کالے خاں کو ایک زیادہ مشکل وظیفہ پڑھنے کو دیا۔

"یہ تو شاہِ جنات کی مادری زبان ہے" کالے خاں نے کہا۔

"مادری ہو یا فادری۔ تم نے وظیفہ غلط پڑھا تو سب کا خانہ خراب ہو گا" حکیم چقندر جھلا کے بولا۔

"ماموں کا یتیم خانہ ہے۔ میرا محتاج خانہ۔ تمہارا گھر کیا ہے' پاگل خانہ؟ اور کیا خانہ خراب ہوں گے ہم" کالے خاں بولا۔

"مجھے لگتا ہے کہ تم اپنے ساتھ ہمیں بھی دس کلو سونے سے محروم کرو گے" وہ بولا "اب جاؤ دوسرے کمرے میں اور وظیفہ شروع کرو۔ صرف آدھے گھنٹے کی بات ہے۔"

کالے خاں نے تعمیل کی اور چند منٹ ایک ٹانگ پر آنکھیں بند کیے کھڑا رہا۔ زبان سے بے سروپا الفاظ ادا کرتے ہوئے وہ گوش بر آواز رہا۔ پھر اس نے آہستہ سے سر گھما کے دیکھا۔ حکیم چقندر جا چکا تھا اور اب دیگ کے پاس تھا۔ کالے خاں نے کوشش کی کہ وظیفے کی آواز برابر سنائی دیتی رہے۔ جیسے کہ بھورے ماموں کی آواز دوسرے کمرے میں سنائی دے رہی تھی۔

کالے خاں نے دروازے کی اوٹ سے جھانک کر دیکھا۔ حکیم چقندر جلدی جلدی دیگ میں سے سونے کے ٹکڑے نکال رہا تھا۔ کالے خاں کو بے اختیار ہنسی آ گئی مگر اس نے روک لی۔ یہ صرف سیسے کے بھاری ٹکڑے تھے جو بٹیری بنانے والوں سے اسے بہت سستے مل گئے تھے۔ ان پر سونے کا پانی چڑھوانے میں البتہ اس کا کافی خرچا ہوا تھا۔ وہ سنار کالے خاں کی معلومات کے مطابق چوری کا مال خریدنے کے علاوہ سونے کے بیوپار میں ہیرا پھیری کے لیے مشہور تھا۔ اس نے سیسے کی پلیٹوں پر سونے کا ملمع کرتے ہوئے اس اندیشے کا اظہار کیا تھا کہ کالے خاں یقیناً کسی کے ساتھ دھوکے بازی کرے گا اور اسے سونے کے بھاؤ بیچ دے گا۔ تاہم اس نے کالے خاں کی ذہانت کو خراج تحسین پیش کیا تھا کہ اس نے سیسے کی پلیٹوں کا انتخاب کیا جو وزن میں سونے سے کم بھاری نہیں ہوتیں۔

حکیم چقندر نے اپنے حساب سے ایک کلو سونے کے دس ٹکڑے نکال کے تھیلی میں ڈالے اور فرار ہونے کی نیت سے دروازے کی طرف لپکا۔ اسی وقت کالے خاں بھی دوڑا۔ اس نے دیگ کا عظیم چمچہ پہلے حکیم چقندر کی ٹانگوں میں اڑایا اور جب وہ دروازے کی دہلیز سے ٹھوکر کھا کے گرا تو اس کے سر پر مارا۔ اس کی دردناک چیخ کا بھورے ماموں نے دوسری چیخ سے جواب دیا۔

Urdu Books, English Books and Old pdf books download

http://www.Mypdfsite.com

"کا... کالے خاں... کیا ہوا؟" وہ وظیفہ چھوڑ کے بھاگے ہوئے آئے۔ ان کو یقین تھا کہ کسی بھوت نے حکیم چقندر کا وظیفہ الٹ دیا۔ شاید نابکار کالے خاں کی کسی غلطی کے باعث۔

کالے خاں کو صحیح و سلامت اور حکیم چقندر کو فرشِ خاک پر عالمِ نزع میں دیکھ کے وہ دم بخود رہ گئے۔

"بھانجے کیا تو نے... قتل کر دیا ہے؟"

"ابھی نہیں ماموں!" کالے خاں نے حکیم چقندر کو ٹانگ سے پکڑ کے واپس اندر گھسیٹ لیا "ابھی تو میں نے اسے گرفتار کیا ہے کیونکہ یہ سونا لے کر فرار ہو رہا تھا۔"

"مگر یہ تو مر چکا ہے کالے خاں!"

"نہیں ماموں۔ آپ دیکھیں' یہ کس طرح ارواحِ خبیثہ میں شامل ہوتا ہے۔" کالے خاں نے حکیم چقندر کو ایک کونے میں ڈالنے سے پہلے بوری میں ڈال دیا اس طرح کہ صرف اس کا سر باہر رہا۔ پھر اس نے بوری کا منہ باندھ دیا۔

"اب تو کہاں جا رہا ہے بھانجے!" بھورے ماموں نے کہا۔

"کہیں نہیں۔ باہر ایک اور بوری رکھی ہے۔ وہ لا رہا ہوں" کالے خاں نے کہا "سونا بنانے کا دوسرا طریقہ مجھے بھی آتا ہے۔"

وہ دوسری بوری کے ساتھ نمودار ہوا تو حکیم چقندر نے آنکھیں کھول کے دیکھا۔ پھر وہ بوری کے اندر اچھلا کیونکہ اس نے کالے خاں کے ساتھ وہ نیولے نما جانور بھی دیکھ لیا تھا جس کی پبلسٹی پر اس کا کلینک چلتا تھا۔

"ابے کالے منہ والے بندر...!" حکیم چقندر نے کہا۔

بھورے ماموں نے پیار سے اس کے چانٹا مارا "چپ شیطان! اس کے خوبصورت رنگ کو کچھ مت کہنا۔ یہ میرا اور بجلی گھر والا جینوئن بھانجا ہے۔"

کالے خاں نے لکڑیوں کی آگ تیز کی "اب دیکھ حکیم چقندر۔ میں سونا کیسے بناتا ہوں۔ یہ خالص سائنسی فارمولا ہے۔ اس میں پہلے تو پڑیں گی مختلف ادویات۔"

اس نے بوری میں سے ایک شیشی نکالی اور ڈھکن کھول کے دیگ میں خالی کر دی۔

"ہائے میرا تریاق تندرا!" حکیم چقندر چلایا۔

"اور یہ تریاق بینگن!" کالے خاں نے دوسری شیشی دیگ میں ڈال دی۔

"ابے مر جائے گا تو۔ کالے کتے!" حکیم بوری سمیت اچھلتا رہا اور گالیاں بکتا رہا لیکن کالے خاں

پر کوئی اثر نہیں ہوا۔ وہ اپنے ساتھ حکیم چقندر کا پورا کلینک سمیٹ لایا تھا۔

"یہ ایک کلو طلسماتی کریم!" کالے خاں نے مرتبان خالی کر کے مقوی بے کو کنگ سائز چمچے سے ہلایا۔

حکیم چقندر نے ایک اور چیخ ماری۔

"یہ گدھے کے سینگ جو اس کے سر سے غائب ہو گئے تھے" کالے خاں نے ایک اور چیز دیگ میں ڈالی "ابھی بہت سی چیزیں پڑیں گی اس میں۔ آخر میں تمہارے والد ماجد!" اس نے نیولے نما جانور کی طرف اشارہ کیا۔

حکیم چقندر اپنے سارے کلینک کو دیگ میں ابلتا دیکھ کر دہاڑیں مارنے لگا تھا اور کالے خاں کو وہ گالیاں دے رہا تھا جو اس نے تھانوں میں اکثر سنی تھیں۔ اس کے کان بے اثر ہو چکے تھے۔

"تم نے اس میں ارشمیدس کی بچپن کی کھوپڑی ڈالی تھی۔ میں ڈالوں گا حکیم چقندر کی تازہ کھوپڑی مع مغز" کالے خاں نے کہا "اس کے بعد سونا تیار۔ دس کلو نہیں' پورے بیس کلو۔ یہ ڈبل ایکشن فارمولا ہے' تم یہ وظیفہ پڑھتے رہو۔"

جب کالے خاں نے اس نیولے نما پبلسٹی آئٹم کو بھی اس ہمہ صفت سوپ میں ڈال دیا تو حکیم چقندر نے آخری چیخ ماری اور سچ مچ بے ہوش ہو گیا۔

"کالے خاں۔ اب اس کی کھوپڑی ڈالے گا تو؟"

کالے خاں نے قہقہہ مارا "نہیں ماموں۔ بس سونا بن گیا اب ہم چلتے ہیں۔ صبح میں پہلوان ڈیکوریشن والے کو یہاں بھیج دوں گا۔"

کالے خاں نے سونے کے ملمع والے دس ٹکڑے جو ایک تھیلی میں ہی تھے' دیگ سے نکالے کمرے میں اب عجیب سی بو بھر گئی تھی۔ کالے خاں نے حکیم چقندر کو اس سوپ سمیت چھوڑا اور بھورے ماموں کو وہاں سے کھینچ کر لے گیا۔

"آپ کے بچپن کے ایسے دوست تھے ماموں؟"

"وہ... دراصل" بھورے ماموں نے کہا "میں نے تو اسے ابھی کل ہی دیکھا تھا' گزرتے گزرتے۔"

"کیا مطلب ہے؟ وہ سب جھوٹ تھا جو آپ دونوں بولتے رہے تھے؟" کالے خاں دم بخود رہ گیا "وہ بچپن کے واقعات۔"

"بھانجے... اس قسم کے واقعات تو عموماً بچپن میں پیش آتے ہی ہیں" بھورے ماموں نے

Urdu Books, English Books and Old pdf books download

http://www.Mypdfsite.com

سر کھجا کے کہا اور پھر ایک دردناک ہائے نکالی۔ ان کے گومڑ نے حکیم ارشمیدس کے بچپن کی کھوپڑی لگنے کے بعد کافی ترقی کی تھی۔ اب ان کا سر ایسا نظر آرہا تھا جیسے ٹماٹر میں کیکے پر بنا ہوا چڑیا کا نشان۔

"لیکن آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ اس کی چڑ ہے چقندر!" کالے خاں بولا۔

"وہ کسی شریر بچے نے چھیڑا تھا اسے۔ میں بھی دیکھ رہا تھا اور اس کا لیکچر سن رہا تھا۔"

"جو صرف بالغوں کے لیے ہوتا ہے؟"

"میں اکیلا ہی بالغ تھا اس کلاس میں" بھورے ماموں نے کہا۔

کالے خاں نے نفی میں سر ہلایا "آپ بھی نابالغ ثابت ہوئے اور یہ بات ممانی کو معلوم ہوئی تو کیا ہوگا؟"

"میں مانتا ہوں کہ تو نے بڑی ذہانت کا ثبوت دیا بھانجے مگر اب ان بیری کی پلیٹوں کا کیا ہوگا؟"

"ان پر سونا چڑھا ہوا ہے ماموں۔ سونے کے بھاؤ بک بھی سکتی ہیں اگر کوئی آپ جیسا... میرا مطلب ہے کاٹھ کا الو مل جائے۔ چار ہزار کا سونا چڑھا ہوا ہے ان پر" کالے خاں نے کہا۔

"لالچ چھوڑ کالے خاں!" بھورے ماموں نے کہا "دو ہزار بھی مل جائیں تو اچھا ہے۔"

"دو ہزار میں تو وہ بھی لے گا جس نے یہ کام کیا تھا" کالے خان نے کہا "وہ سارا سونا اتار سکتا ہے۔"

بھورے ماموں اور کالے خاں ایک ساتھ اس سنار کی دکان میں داخل ہوئے جس نے سیسے کی پلیٹوں پر سونے کی ملمع کاری کی تھی۔ وہ ایک چالاک لومڑی صورت والا شخص تھا۔

"اب کیا ہے؟" وہ طنز سے بولا "سونا بیچنے آئے ہو؟"

بھورے ماموں نے اقرار میں سر ہلایا "خالص سونا ہے۔"

"کیا! خالص سونا" سنار چلانے لگا "یعنی میری جوتی اور میرا ہی سر۔ کوئی اور نہیں ملا بے وقوف بنانے کو؟"

"اس پر سونے کا پانی تو ہے" کالے خاں بولا۔

"خاک سونے کا پانی ہے۔ یہ تو میں جانتا ہوں کہ ہر چمکتی چیز سونا نہیں ہوتی۔ چلو نکلو یہاں سے۔"

باہر آنے کے بعد کالے خاں نے افسوس سے سر ہلایا "کیسی بے ایمان دنیا ہے۔ ملمع بھی سونے کا نہیں کیا' پیسے پورے لیے۔"

اسی وقت ایک شخص دوڑتا ہوا آیا "بھائی صاحب... میں لیتا ہوں... آپ کیا بیچ رہے تھے' کچھ

سونا تھا؟"

کالے خاں نے اسے پہچان لیا۔ جب وہ دکان سے نکل رہے تھے تو وہ شخص اندر جا رہا تھا۔

"اب ہم کچھ نہیں بیچ رہے ہیں" بھورے ماموں نے کہا۔

"مگر میں بھی سنار ہوں" وہ بولا "آپ آئیں تو سہی میرے ساتھ' یہ ہے میری دکان۔"

اس سے پہلے کہ بھورے ماموں مزاحمت کرتے' اس نے انہیں اپنی دکان میں کھینچ لیا۔

"بھانجے۔ اسے بتا دینا چاہیے۔"

مگر وہ شخص اتنی دیر میں سو گرام کی ایک پلیٹ نکال چکا تھا۔ "میں تو خالص سونے کو دیکھ کے پہچان لیتا ہوں۔ جدی پشتی سنار ہوں وہ بھی دلی کا" اس نے ایک لونڈے کو آواز دی اور کسوٹی منگوائی۔

"وہ دراصل..." کالے خاں کا حلق خشک ہونے لگا "یہ سونا...؟"

"بالکل خالص۔ چوبیس قیراط!" سنار چلایا "میں سب لے لوں گا۔ کتنا ہے' ایک کلو!" اس نے حساب لگانا شروع کیا۔

"یہ سب اصلی سونا ہے؟" کالے خاں نے بمشکل تمام کہا۔

"سب اصل... اور سو فیصد خالص!" دکان دار بولا "دو لاکھ اسی ہزار بنتے ہیں۔ دو لاکھ میں دو گے؟"

جب دھماکا ہوا تو کالے خاں نے پلٹ کے دیکھا۔ بھورے ماموں دکان سے باہر جا گرے تھے' سر کے گومڑ کے بل۔

وہ آج بھی کالے خاں سے سرد آہ بھر کے کہتے ہیں۔

"بھانجے! کاش تو نے وہ نسخہ یاد رکھا ہوتا۔ آج ہماری سب سے بڑی دکان ہوتی۔ بلیک اینڈ براؤن جیولرز" لیکن وہ نسخہ تو اب ارواح خبیثہ میں شامل ہو جانے والا حکیم چقندر بھی نہیں بتا سکتا تھا۔

○☆○

Urdu Books, English Books and Old pdf books download

http://www.Mypdfsite.com

ٹنڈا اور لوٹا

شادی کے عبرت ناک سانحے کی سلور جوبلی پر کالے خاں ایک بے مروت بھانجا ثابت ہوا۔

بھورے ماموں نے تو عقد ثانی کی بے ضرر سی بات کی تھی جس پر وہ بولا "آپ پانچویں بیوی کیسے لا سکتے ہیں ماموں؟"

"پانچویں؟" بھورے ماموں دم بخود رہ گئے "کالے خاں! تیرے ساتھ میرا رشتہ ویسا کبھی نہیں رہا جیسا اپوزیشن کے ساتھ حکومت کا رہتا ہے پھر یہ الزام تراشی کیوں؟"

"یہ الزام نہیں ہے۔"

"تو مجھ پر ذخیرہ اندوزی کا الزام عائد کر رہا ہے بھانجے۔" بھورے ماموں نے دکھ سے کہا "اور مجھے عادی مجرم ثابت کرنا چاہتا ہے نامعقول! حالانکہ میں تو صرف ایک عورت نما چیز کا نام نہاد شوہر ہوں۔"

"مگر وہ چار کے برابر ہے۔" کالے خاں بضد رہا "جس طرح چاہیں ناپ تول کر دیکھ لیں اور اعداد و شمار کسی کمپیوٹر میں ڈال دیں، جواب ساڑھے چار سے کم آئے تو میں آپ کا نہیں، کسی ٹیچر کا بھانجا۔"

"ایسے ہی اگر ووٹر بھی تولے جانے لگے کالے خاں تو نہ تیرا ووٹ شمار ہوگا نہ میرا۔" بھورے ماموں نے کہا۔

"اب بھی ووٹر تول کے ہی خریدے جاتے ہیں ماموں! عوام جھوٹے وعدوں کی جھوٹی ترازو میں اور خواص سچی رشوت کی ترازو میں۔" کالے خاں بولا۔

"یہ بات سیاست کی نہیں، شرعی ضرورت کی ہے۔"

"یہی تو سیاست ہے کہ آپ بھی شرع کی ضرورت کو محسوس کر رہے ہیں۔" گستاخ کالے خاں کو جیسے سچ کی چبھن ہو رہی تھی۔

"بھانجے! لوگ جھوٹے بہانے ڈھونڈتے ہیں۔" بھورے ماموں نے ڈھٹائی سے کہا "میرے پاس تو ایک جینوئن عذر ہے کہ میری اس منکوحہ نمبرون نے کچھ نہیں دیا۔"

"پچیس سال سے آپ اندر ہیں۔ کیوں جھوٹ بول کے باہر ہونا چاہتے ہیں؟" کالے خاں بولا "ممانی نے عاق کر دیا تو...؟"

"وہ تیری ممانی نہیں۔ سرکاری کارپوریشن ہے۔" بھورے ماموں نے برہمی سے کہا "جو مسلسل خسارے میں جا رہی ہے۔ کیا دیا ہے اس نے مجھے؟"

"اٹھتے بیٹھتے طعنے کوسنے، صبح شام دھمکیاں اور دھمکوں کے اور حسب حال خطابات۔ کیا یہ کم ہے؟" کالے خاں نے کہا۔

بھورے ماموں کے ضبط کا حوصلہ ختم ہونے لگا "مگر اس نے اتنا عرصہ مجھے صرف شوہر رکھا۔ ابا کے عہدے پر ترقی نہیں دی۔ ایک چوہے کا بچہ تک نہیں دیا اس نے...."

"حقیقت پسندی سے کام لیں ماموں۔" کالے خاں بولا "جنگل کے بادشاہ کے بارے میں کیا کہا جاتا ہے؟ یہی کہ اس کی مرضی ہے کہ انڈے دے یا بچے یا کچھ نہ دے۔ ممانی بھی آخر تھانے دار کی بہن ہے۔"

"مگر وہ میری بیوی بھی ہے اور میں اس کا اکلوتا اور سگا شوہر ہوں۔ سوتیلا نہیں۔" بھورے ماموں نے چلا کے کہا "کیا یہ اس کا کام نہیں تھا کہ میرے بچوں کی ماں بنتی؟"

"آہستہ بولیں ماموں۔" کالے خاں نے سرگوشی کی "ممانی نے سن لیا تو کہیں گی تم گھر کے سارے کام کرتے ہو، چلو یہ کام بھی کرو۔"

"کیا تو پاگل ہو گیا ہے کالے خاں؟"

"ماموں! ہنسی خوشی نہیں کرو گے تو سو پیاز اور سو جوتے کھا کے کرو گے۔" کالے خاں نے اٹھتے ہوئے کہا "تمہارا سالا تھانے دار سب کچھ کرا سکتا ہے۔"

"مگر وہ میری جنس کیسے بدل سکتا ہے؟" بھورے ماموں نے حقارت سے کہا۔

"جب وہ بیان بدل سکتا ہے، گواہ بدل سکتا ہے، پورے کیس کی نوعیت بدل سکتا ہے تو آپ کو کیا، آپ کے باپ تک کو بدل سکتا ہے۔" کالے خاں بولا "اچھا۔ اب میں چلتا ہوں ڈیوٹی پر۔"

وہ اپنے بھورے ماموں کو تفکر پریشان اور تشویش میں مبتلا چھوڑ کے روانہ ہو گیا۔

بھورے ماموں نے قید شریعت میں آنے کے بعد پچیس سال یوں کاٹے تھے کہ ہر برسی پر انہیں اپنے آباؤ اجداد یاد آ رہے تھے۔ دادا مرحوم ہر وقت ننگی تلوار ہاتھ میں رکھتے تھے اور گھاس پر یوں حملہ

Urdu Books, English Books and Old pdf books download

http://www.Mypdfsite.com

اور ہوتے تھے جیسے وہ لشکر کفار ہو۔ گھسیارا تو انہیں نے مشہور کیا۔ والد ماجد وہی تلوار لے کر ایک توہم خورشیر کی تلاش میں پھر رہے تھے۔ جس نے تین سو پینسٹھ شکاری ایک سال میں ہضم کر لیے تھے کہ شیر نے آپ کو تلاش کر لیا۔ وہ لیپ کار تھا۔ ان کی برسی اولمپک کھیلوں کی طرح چار سال بعد ہوتی تھی۔

اس خاندانی تلوار کو دیکھ کر بھورے ماموں کے دل میں خاندانی شجاعت کے جذبات یوں پیدا ہوتے تھے جیسے گوبر سے بایو گیس پیدا ہوتی ہے۔ ایک بار غصے میں انہوں نے شربت فولاد اصلی اسٹیل مل والا پلا کے تلوار اٹھائی تھی اور کچھ دائیں بائیں گھمانے میں بھی کامیاب رہے تھے۔ آٹے کی ایک بوری کو ممانی فرض کرتے ہوئے انہوں نے کسی ماہر شمشیر زن کی طرح وار کیا تو ان کا دایاں کندھا اتر گیا اور کلائی میں موچ آئی لیکن بوری محفوظ رہی۔ اس سے ظاہر ہوا کہ ممانی کی تباہی کے لیے کم سے کم بھنگیوں کی توپ مع گولے اور توپچی کے درکار ہو گی یا سوا کلو بارود جسے کچھ... پڑھ کے ممانی کے پیچھے رکھا جا سکے مگر یہ سب دستیاب نہ ہو سکا۔

تاہم وہ خدا کی رحمت سے مایوس نہیں تھے اور جب بھی ممانی نے تقدیر کو کوستے ہوئے کہا کہ کسی اور کی مجھ آجائے تو ماموں نے صدقِ دل سے ہمیشہ آمین کہا۔ بقرعید پر جب وہ کسی بکرے کے گلے پر چھری پھیرتے تھے تو جانے کیوں انہیں اپنے مرحوم سسر یاد آتے تھے۔ ایک بات تو بے خیالی میں ان کی نیت ہی غلط ہونے والی تھی جب انہوں نے کہہ دیا تھا کہ "قربان کرتا ہوں ایک سسر اللہ کی راہ میں۔"

بھورے ماموں کا اس میں کوئی قصور نہیں تھا۔ غالباً بکرا بیڑی میں پیدائش سے ہوش سنبھالنے اور گنوانے تک سسر مرحوم بکروں کے خاصے قریب رہے تھے۔ ذہنی طور پر بھی اور جذباتی طور پر بھی۔ چنانچہ دیکھنے میں بھی خاصے بکرے لگتے تھے۔ خصوصاً اپنی چگی داڑھی اور سریلی بکرے جیسی آواز کے باعث۔ اپنی بیٹی کو انہوں نے ہمیشہ اللہ میاں کی گائے کہا حالانکہ تمام ظاہری صفات اور باطنی خواص میں وہ بھینس تھی خواہ ڈیری فارم میں رکھنے کے قابل نہ ہو۔ بھورے ماموں کا سالا تھانے دار بھی کسی مرکھنے سانڈ سے کم نہ تھا اور قول و فعل سے ثابت کرتا رہتا تھا کہ وہ آدمی کو مار مار کے دنبہ بنا سکتا ہے۔ عملاً بھورے ماموں ایک مویشی خانے کے چشم و چراغ تھے۔

عقد کی پچیسویں برسی کا آغاز ہی غلط ہوا تھا۔ صبح جب وہ آئینے کو گھما پھرا کے مختلف زاویوں سے اپنے نورانی چہرے کا نظارہ کر رہے تھے تو ممانی نے کہا کہ ایسا ہی شوق ہے کارٹون دیکھنے کا تو ٹی وی لے آؤ۔ اس وقت وہ ٹنڈوں کا ایک لرزہ خیز ڈھیر لیے بیٹھی تھیں۔

بھورے ماموں اس وار کو بردباری سے جھیل گئے "بیوی اور ٹی وی۔" انہوں نے کسی فلسفی کی طرح کہا "دونوں کا حاصل خانہ خرابی۔"

"مجھ میں کیا خرابی ہے آخر؟ ممانی نے آستین چڑھا کے کہا "پھر کہنا..."

"آنکھیں خراب، کان خراب، دماغ خراب اور عاقبت الگ خراب۔" بھورے ماموں نے آئینہ رکھ کے کہا "میں ٹی وی کی بات کر رہا ہوں۔ ویسے تم جو چاہو سمجھو۔"

"ٹی وی پر کل پڑوسن کے گھر ایک ایسا پروگرام دیکھا کہ ہنستے ہنستے کمر دہری ہو گئی۔" ممانی نے کہا۔

"رات نو بجے دیکھا ہو گا۔ وہ تو روز ہی آتا ہے۔" بھورے ماموں نے کہا "مگر تمہاری کمر ہے کہاں جو دہری ہو گئی۔ کمرا ہے اچھا خاصا جسے تم ہال بھی کہہ سکتی ہو۔"

ممانی نے سڑ سڑ کرتے ہوئے ناک سے رونا شروع کیا "کبھی تم سے کچھ مانگا ہے تو حرام ہے جو لا کے دیا ہو۔"

"ارے غضب خدا کا!" بھورے ماموں نے سر کھجا کے کہا "یہ جو تم دن میں دو بار چارہ ڈالتی ہو مجھے۔ لنچ اور ڈنر کے نام پر یہ کون لاتا ہے آخر؟ ایک بار بلی لا کے دی تھی امپورٹڈ۔ اس چوہے کو پکڑنے کے لیے جس کی دہشت شوہر سے زیادہ تھی تم پر۔ پھر اس بلی کے لیے خالص دودھ لاتا تھا، گوشت لاتا تھا۔ کبھی اپنے لیے بھی لایا تھا؟ اس کے بعد تم نے چوہے پکڑنے کی مشین کی فرمائش کی تھی۔ جس سے اس بلی کی دردناک موت واقع ہوئی تھی۔"

"میں کچھ نہیں جانتی۔" انہوں نے ایک ٹنڈا اٹھا لیا۔

"چلو ایک سچ تو مانا اپنے بارے میں۔" بھورے ماموں نے کہا۔

"ٹی وی نہ آیا شام تک تو میں چلی جاؤں گی بھیا کے گھر۔" ممانی نے جارحانہ انداز میں ٹنڈے کو تولا۔

"یہ ٹھیک ہے۔" بھورے ماموں نے سوچ کر کہا "اس سے کہنا کہ کسی پڑوسی کے گھر سے چوری کا مال برآمد کر لے۔ وہ تو ماہر ہے ایسے حرام خوری کے دھندوں میں۔"

"خبردار! جو میرے بھائی کو کچھ کہا۔" ممانی نے اچانک ایک ٹنڈا ارسال کرتے ہوئے کہا۔ بھورے ماموں کی ناک بونڈ ہوتے ہوتے رہ گئی۔

"مثلاً یہ جو صوفی ہے پانی میں دودھ ملا کے بیچنے والا۔" وہ سنبھل کر بولے "تمہارے بھیا کے لیے یہ کیا مشکل ہے کہ اس کو رکھ لے اپنی حوالات میں اور اس کے ٹی وی کو رکھ دے ہمارے گھر میں۔ وہ یہ زور بازو صوفی سے اعتراف کرا سکتا ہے کہ اس نے ڈاکا ڈالا تھا۔ رنگین ٹی وی خریدنے کے لیے۔ ویسے بھی صوفی کے گھر میں اتنی رنگین بیوی ہے کہ اسے رنگین ٹی وی کو دیکھنے کی کیا ضرورت ہے۔"

دوسرا ٹنڈا ممانی نے مشتعل ہو کے عمران خان کے باؤنسر کی طرح پھینکا تھا مگر کچھ لیگ سائڈ پر تھا چنانچہ ماموں بچ گئے۔

Urdu Books, English Books and Old pdf books download

http://www.Mypdfsite.com

"تم اس کی بیوی کو بھی تاکتے ہو۔" ممانی نے تیسرا ٹنڈا آن سائڈ پر پھینک دیا۔ ماموں پھر بچ گئے لیکن انہوں نے اپنی اشتعال انگیزی جاری رکھی کیونکہ اس طرح وہ ٹنڈے ضائع ہو رہے تھے جو انہیں دوپہر کو کھانا پڑتے۔

"تاکنا کیسا... ارے بھئی... وہ تو بس ایسے ہی نظر پڑ گئی تھی۔ کچھ لال گلابی سا رنگ تھا عارض کا۔ ہونٹوں پر عنابی لپ اسٹک تھی اور میچ کرتا ہوا آئی شیڈو تھا۔ ویسی ہی نیل پالش تھی۔ سنہرے سے بال اور آنکھیں ریکھا جیسی۔ لال پیلے شیڈ والے دھوپ چھاؤں کا قمیص شلوار سوٹ پہنے کھڑی تھی اور پوکا آئس کریم کھا رہی تھی۔ میں نے غور سے تو نہیں دیکھا تھا اسے۔ آخر آنکھ کا پردہ بھی کوئی چیز ہے۔"

"آنے دو آج بھیا کو۔" ممانی نے ایک اور ٹنڈا اسپن کیا۔

"ہاں ہاں۔ بالکل کہہ دینا اسے کہ صوفی کی بیوی... میرا مطلب ہے 'ٹی وی تمہیں لا دے۔" بھورے ماموں نے کہا "جیسے چاہے لائے اور جہاں سے چاہے لائے' تمہیں کیا؟" مگر اگلے ٹنڈے نے ان کے کان کو ناک آؤٹ کر دیا۔

"حرام ہے ایسی چیز میرے لیے بھی۔" ممانی نے آخری ٹنڈا مارا۔

"آفرین!" بھورے ماموں خوشی سے چلائے "میں نے خود فتویٰ پڑھا ہے کہ ٹی وی حرام ہے اور ام الخبائث ہے۔ اس شیطانی آلے پر خلاف شرع تصویریں دکھائی جاتی ہیں نامحرموں کی۔ تم تو وقت گزارنے کے لیے کوئی اپنی ہم جنس بھینس پال لو۔ یا صوفی کی بیوی کو گھر بلا لیا کرو۔ خوب گزرے گی جو مل بیٹھیں گے دیوانے دو۔ کبھی تم اور بھینس' کبھی میں اور وہ..." سارے ٹنڈے نالی میں اور گلی میں بکھر چکے تھے چنانچہ جب ممانی نے اشتعال انگیز زبان میں ناقابل اشاعت قسم کی تقریر شروع کی تو بھورے ماموں ہمیشہ کی طرح مسکراتے ہوئے واک آؤٹ کر گئے اور گلی کے چبوترے پر جا بیٹھے۔ وہ اپنے ائر کنڈیشنڈ بنیان تہمد سوٹ میں ملبوس تھے۔ ان کی وجیہہ شخصیت اس لباسِ فاخرہ میں بے حد بارعب ہو جاتی تھی۔ خود کالے خاں نے ایک دن اعتراف کیا تھا کہ اس لباس ہی کے باعث انسان آپ سے ڈرتے ہیں۔ جیسے باؤلے کتے سے ڈرتے ہیں اور عام کتے قریب نہیں پھٹکتے کہ آپ نے کاٹ لیا تو دو پاگل نہ ہو جائیں۔

بھورے ماموں نے کالے خاں کے نظریے سے اتفاق کیا تھا۔ مگر یہ ضرور تھا کہ اس کا سبب لباس نہیں ہے۔ دراصل مسلسل ٹنڈے کھانے سے ان کے خون میں ایک زہریلا مادہ پیدا ہو گیا ہے جس کی بو سے کتوں کو بھی الرجی ہو سکتی ہے۔ انہوں نے خود اپنے آپ کو مظلوم ٹنڈا قرار دیا تھا۔

مسلسل ٹنڈے کھا کے زندہ رہنے کا عالمی ریکارڈ بھورے ماموں بہت پہلے توڑ چکے تھے۔ آئندہ بھی

امکان نہ تھا کہ کوئی اسے توڑ سکے کیونکہ سابقہ ریکارڈ صرف سات دن سات گھنٹے اور سات منٹ کا تھا۔ دروغ بر گردن ماموں۔ ان کا کہنا تھا کہ غالباً وہ کولمبس کا پردادا تھا یا ابن بطوطہ کا پرنانا۔ وہ افریقا کے ایسے علاقے میں جا پہنچا تھا جہاں ایک طرف تو آدم خور تھے اور دوسری طرف ٹنڈوں کا باغ۔ سات دن' سات گھنٹے سات منٹ وہ شخص جان کے خوف سے باغ میں روپوش رہا اور ٹنڈے کھاتا رہا پھر اس نے خود کو آدم خوروں کے حوالے کر دیا اور آسان موت قبول کر لی۔

ممانی کے بارے میں بھورے ماموں کا اعتقاد یہ تھا کہ ان کا شجرۂ نسب اسی آدم خور قبیلے کے سردار سے جا ملتا ہو گا جس نے سات دن سات گھنٹے سات منٹ ٹنڈے کھانے والے حیوانِ ناطق کو کھا لیا تھا۔ چنانچہ ٹنڈوں سے یہ رغبت اس کے خون میں شامل تھی۔ بھورے ماموں آہ بھر کے کہتے تھے کہ "کاش وہ بدستور آدم خور رہتی تو انہیں ویسے میں استعمال کر لیتی۔ ایسے ضائع تو نہ کرتی۔"

جب کالے خاں صبح کی شفٹ سے واپس آیا تو اس نے بھورے ماموں کو چبوترے پر قابل اعتراض حالت میں پایا۔

"ہزار بار کہا ہے کہ ایسا فلمی پوز مت بنایا کرو۔" وہ بولا مگر پھر چبوترے پر یوں شکل بنا کے بیٹھ گیا جیسے شادی کے اسٹیج پر دولہا بیٹھتا ہے۔ وہ کسی سابق وزیر سے زیادہ اداس تھا جسے نئی کابینہ میں شامل نہ کیا گیا ہو۔

"بھانجے! میں دیکھ رہا ہوں کہ تو غمگین ہے۔ کہیں تو میری طرح خودکشی کرنے کی تو نہیں سوچ رہا ہے؟" بھورے ماموں نے کہا۔

کالے خاں نے اقرار میں سر ہلا کے سرد آہ بھری "ہاں ماموں' میں یہی سوچ رہا تھا کہ شادی کر لوں۔"

"کالے خاں! آج میری برسی ہے۔ ایسی باتیں مت کر۔"

کالے خاں بھونچکا رہ گیا "آپ کی برسی... کاش... میرا مطلب ہے کہ خدا نہ کرے۔ ابھی آپ اللہ کو پیارے تو نہیں ہو سکتے۔"

"پچیس سال قبل میں تیری ممانی کو پیارا ہو گیا تھا بھانجے' آج ہی کے دن۔" بھورے ماموں نے اپنی آواز میں رقت پیدا کی "میں نے اپنی یہ جان ناتواں اس عزرائیل کی سیکرٹ ایجنٹ کے حوالے کی تھی جسے تو اپنی ممانی سمجھتا ہے۔ میں تو کہتا ہوں کالے خاں کہ ذاتی بیوی کا خیال چھوڑ۔ شادی کریں تیرے دشمن یا تیرے کمینے محلے دار اور خوش رہے تو۔"

کالے خاں کو شک گزرا کہ بھورے ماموں کو پھر ممانی نے کچھ کھلا دیا ہے۔ ٹنڈوں کا حلوا۔ ٹنڈوں کی

Urdu Books, English Books and Old pdf books download

http://www.Mypdfsite.com

پڈنگ یا ٹنڈوں کا کیک جس کا اثر ان کے دماغ پر ہوا ہے۔ ورنہ سو روپے ادھار لے کر بھی وہ زیادہ سے زیادہ یہ دعا دیتے تھے کہ میاں! خوش رہو اگر اللہ رکھے۔

"کوئی لاوارث یتیم شوہر کو گود لینے والی بیوی مجھے بھی مل جاتی تو اچھا تھا ماموں۔" کالے خاں بولا "اس دھندے میں اب کچھ نہیں رکھا۔"

"تیرا یہ بیان مجھے تو سرکاری پریس نوٹ لگتا ہے کالے خاں۔" بھورے ماموں نے کہا "ہر طرف شور ہے کالے دھن اور انفراسٹرکچر کا۔ وہ لوگ کم ہیں کیا جو کالا دھن جیبوں میں رکھے پھر رہے ہیں؟"

"تمہارا مطلب ہے' میں کاروں میں پھرنے والوں کی جیب کاٹوں؟" کالے خاں نے کہا "ریموٹ کنٹرول سے جیب کاٹنے کا آلہ ابھی نایاب ہے ماموں۔"

"اصل بات یہ ہے بھانجے کہ تو مجھے ادھار دینا نہیں چاہتا حالانکہ میں تیرا جینوئن ماموں ہوں اور وہ بھی اکلوتا۔" بھورے ماموں نے افسوس سے سر ہلایا "پیسہ جو ہاتھ کا میل ہے' وہ زیادہ عزیز ہے تجھے؟"

"میل تو بس اب دلوں میں رہ گیا ہے ماموں۔" کالے خاں نے دو پرس ان کے سامنے ڈال دیے "لو دیکھ لو۔ تصویریں اچھی ہیں۔"

ماموں نے حسب معمول تصویریں دیکھنے میں بڑے جوش و خروش کا مظاہرہ کیا اور چلے۔ تصویروں کو الٹ پلٹ کے بھی دیکھا "سب امپورٹڈ ہیں۔ لحم خنزیر کھانے والے کفار کی بہو بیٹیاں۔ جہنم کا ایندھن بنیں گی تیرے ساتھ۔" انہوں نے بڑی حسرت سے کہا۔

"کل رات میں نے خواب میں بھی دیکھا کہ جیسے تم گھوڑے بنے ہوئے ہو۔ جیسے بچپن میں بنتے تھے۔" کالے خاں بولا "اور میں سہرا باندھے سوار ہوں۔"

بھورے ماموں نے کانوں کو ہاتھ لگا کے آسمان کی طرف دیکھا "میرے سسر نے بھی دیکھا تھا یہی خواب۔ مگر اگلے دن وہ کندھوں پر سوار تھا۔ تعبیر الٹی بھی ہو جاتی ہے کالے خاں! مگر خیر۔ تو بتا لڑکی کیسی ہو؟"

"لڑکی کیسی بھی ہو ماموں! رنگ و روپ' ذات پات' عمر کی کوئی شرط نہیں۔" کالے خاں نے خوش ہو کے کہا "بس یہ دیکھ لینا کہ نبض ہے یا نہیں اور خود نہ ہو تو کوئی بات نہیں۔ کسی فارن بنک میں اکاؤنٹ ضرور چلاتی ہو یا کم سے کم کار چلاتی ہو اور فیکٹری چلاتی ہو۔"

بھورے ماموں نے اس سے ہاتھ ملایا "تیری شادی ضرور ہو جائے گی۔ اگلے جنم میں۔ ابھی تو یہ بتا کہ آج ڈنر کہاں دے رہا ہے؟"

"ایک ولیمہ تو گھاس منڈی ہال میں ہے۔۔۔۔"

بھورے ماموں نے نفی میں سر ہلایا "وہاں کی انتظامیہ میں تو سب سانڈ ہیں بھانجے۔ یاد ہے' کیسی ٹکریں ماری تھیں حالانکہ ہم سے کوئی سنگین غلطی نہیں ہوئی تھی۔"

کالے خاں نے تائید کی "مبارک باد دیتے وقت ہمیں کہاں معلوم تھا کہ چہلم کا کھانا بھی ہو سکتا ہے شادی ہال میں۔"

"یہ تو ایسا ہی ہوا جیسے قبرستان میں ولیمہ ہو تیرا۔"

"سبزی منڈی والے ہال میں بھی پراٹھا کباب ہے۔" کالے خاں نے برا مانے بغیر کہا۔

"اف۔ کالے خاں! کیا تجھے وہ دہشت گرد منیجر بھول گیا؟" بھورے ماموں نے کانپتی ہوئی آواز میں کہا "وہاں تو بیرے' خانسامے سب پیشہ ور قاتل لگتے ہیں۔ کیسی بے مروتی سے کنگ سائز چمچے اور کفگیر چلائے تھے ہم پر۔ اس مرتبہ تو دیگ ماریں گے سر پر۔"

"پھر تو حوالات ہی رہ جاتی ہے۔ وہاں اچھی خاطر مدارات ہو گی۔" کالے خاں نے ہنسا کے کہا۔

"بھانجے! تم بھی اخباری نمائندوں کی طرح کاٹل اور کام چور ہوتے جا رہے ہو۔" بھورے ماموں نے اسے ڈانٹا "اتنے نئے ہال بنے ہیں پچھلے ایک سال میں جتنے وزیر بنے۔ اس مہینے میں پھر سیزن ایسا ہے کہ لوگ کسی دولت مند بڈھے کو بھی نہیں مرنے دیتے کہ شادی ملتوی ہو گئی تو چہلم تک چلہ کاٹنا پڑے گا۔ لوگوں کا بس چلے تو مین روڈ کے علاوہ مین ریلوے لائن پر شامیانہ گاڑ دیں۔"

ڈنر کا مسئلہ ابھی طے نہیں ہوا تھا کہ ایک شخص نے ان کے قریب آ کے چلانا شروع کیا۔ لاؤڈ اسپیکر اس نے دفعہ ایک سو چوالیس کی خلاف ورزی سے بچنے کے لیے اپنے حلق یا منہ میں فٹ کروالیا تھا اور اب بہ بانگ دہل اعلان کر رہا تھا کہ وہ کیا کر سکتا ہے۔ وہ ایک موبائل ہیئر ڈریسر تھا جس نے سیلون کو اپنے گلے میں لٹکا رکھا تھا۔ خلاصہ ان اعلانات کا یہ تھا کہ وہ نوزائیدہ بچوں سے بوڑھوں تک سب کے کام آ سکتا ہے۔ تاہم وہ خود کبھی اپنے کام نہیں آیا تھا۔ اس کے سر کے بال داڑھی میں اور داڑھی کے بال مونچھوں میں یوں گھل مل گئے تھے جیسے عید پر خواص عوام میں اور عوام بکروں میں گھل مل جاتے ہیں۔

شور سے تنگ آ کے بھورے ماموں نے اسے متوجہ کیا "خلیفہ بھونپو۔"

خلیفہ کی آواز بند ہو گئی۔ وہ ایک دم بھورے ماموں کی طرف لپکا "میں تو سمجھا تھا کہ یہاں سب بہرے ہیں سمجھے ہیں۔"

"بہرے تھے تو نہیں مگر اب ہو چکے ہیں۔ آخر تم کیا چاہتے ہو؟"

"میں۔۔۔۔ میں تو چاہتا ہوں کہ تمہیں نیچے سے اوپر تک مونڈ دوں ایک ہی دفعہ میں۔" خلیفہ بھونپو

Urdu Books, English Books and Old pdf books download

http://www.Mypdfsite.com

نے کہا "ساری کسر پوری ہو جائے۔ کل سے چلاتے چلاتے گلا بیٹھ گیا۔ کوئی ٹومولو تک نہیں آیا۔"

"اچھا اب تم بھی بیٹھ جاؤ۔" بھورے ماموں نے ہمدردی کے جذبات سے مغلوب ہو کے کہا اور پھر کالے خاں سے مخاطب ہوئے "بھانجے! تم آج کے دن اپنے اکلوتے ماموں کے لیے اتنا تو کر سکتے ہو کہ....."

کالے خاں نے بادل نخواستہ ایک روپیہ خلیفہ بھوپو کے ہاتھ پر رکھ دیا جو اپنے آپریشن کلین اپ میں کام آنے والا تمام اسلحہ چبوترے پر سجانے میں مصروف تھا۔ کالے خاں کو اس کے لیے جگہ خالی کرنا پڑی۔ بھورے ماموں نے اسے اپنے ہمسائے قصائی کے پیچھے جاتا دیکھا اور اس کی کامیابی کے لیے سر جھکا کے دعا مانگی۔ انہیں معلوم تھا کہ وہ بکرا منڈی جا رہا ہے۔ دراصل سرنگوں وہ پہلے ہی کر دیے گئے تھے اور آج کی اسپیشل دعا سے ان کے ذاتی مقاصد وابستہ تھے ورنہ وہ ایک اچھے ہمسائے تھے اور کسی کا بھی بھلا نہیں چاہتے تھے۔

معلوم نہیں کب وہ اس منحوس دن کے تصور میں گم ہوئے جب ان کے ساتھ نکاح بالجبر کا کیس ہوا تھا۔ ظالم سماج نے بے رحم باپ کے ساتھ مل کر انہیں آدمی سے شوہر بنا دیا تھا۔ انہیں وہ شخص بھی یاد آیا جس کو شادی کی دسویں سالگرہ پر ملال تھا کہ اس نے دلہن کو حجلہ عروسی کی کھڑکی سے باہر کیوں نہیں پھینک دیا تھا۔ زیادہ سے زیادہ قتل کے الزام میں عمر قید کاٹتا۔ ممکن ہے کوئی دلہن کو اٹھا کے بھاگ جاتا۔ بہرصورت آج وہ آزاد ہوتا۔

جب بالآخر بھورے ماموں خیالات کے سمندر میں غوطہ زن رہنے کے بعد باہر نکلے تو انہیں اپنا سر بھی ائرکنڈیشنڈ لگا۔ انہوں نے آئینے میں اپنے مقابل ایک ٹنڈا دیکھا جس پر کسی نے آنکھیں اور ناک لگا دی ہوں۔ ٹنڈا دائیں طرف سے بیٹھوی! درمیان سے کچھ مخروطی اور سامنے سے چپٹا تھا۔ بالآخر بھورے ماموں نے خود کو پہچان لیا اور اس کے ساتھ ہی انہوں نے آئینہ اٹھا کے خلیفہ بھوپو کے سر پر مارا۔ اس کا سر آئینے کے فریم سے گزر گیا مگر خلیفہ بھوپو نے فوراً استرا اٹھا لیا۔

"ابے تو نائی ہے کہ قصائی۔" بھورے ماموں نے چیخ کر کہا "یہ کیا ہے آخر؟" ان کا اشارہ اپنے سر کی طرف تھا جسے انہوں نے پہلی بار اصلی اور قدرتی حالت میں دیکھا تھا۔ بے شک یہ ایک بدصورت ٹنڈا ہی تھا۔

"پہلے چھوڑ مجھے۔ پھر بتاتا ہوں۔" خلیفہ بھوپو نے لاؤڈ اسپیکر کی طرح پھنکار کے کہا "چھوڑ دے، نہیں تو پھر چائنڈ سرجری کر دوں گا۔ بڈھے پھونس۔"

یہ دھمکی کام کر گئی اور بھورے ماموں نے فوراً اپنی ائرکنڈیشنڈ دھوتی کو سنبھالا "میں پوسٹ مارٹم

کروں گا تیرا۔ یہ تیرے باپ کا سر تھا؟ کس نے کہا تھا اسے مونڈنے کو؟"

"تمہارے بیٹے نے۔ وہ جو کالا توا سا تھا۔"

"وہ میرا بیٹا نہیں ہے۔" بھورے ماموں نے چلا کے کہا۔

"تو پھر باپ ہو گا۔ اسی نے دیا تھا ایک روپیہ۔ اس کا کیا مطلب تھا آخر؟" خلیفہ بھوپو آئینے کا فریم پہنے کھڑا رہا "جیسے دام ویسا کام۔ میں ایک روپے میں کیا مائیکل جیکسن کٹ بنا تا؟"

"ابے گھسیارے۔ میں نے شیو کے لیے کہا تھا۔" بھورے ماموں چلائے۔

"میں نے بھی سر کا شیو ہی کیا ہے۔ دیکھ لو کیسا ہنڈے کی طرح چمک رہا ہے۔" خلیفہ بھوپو بولا۔

اسی وقت کسی نے للکار کے کہا "ابے، یہ کون شیشے سے لائٹ مار رہا ہے میری جورو پر۔ قسم اللہ کی قیمہ بنا دوں گا کوفتوں والا۔"

یہ واضح ثبوت تھا کہ واقعی بھورے ماموں کا سر چاند کی طرح سورج کی روشنی کو منعکس کر رہا ہے۔ وہ فوراً سائے میں ہو گئے کیونکہ بے رحم قصائی کے بیٹے کا کوئی بھروسا نہیں تھا۔ وہ کوفتے پہلے بنا دے اور وضاحت بعد میں قبول کرے۔

ادھر خلیفہ بھوپو نے خاصے لوگوں کو متوجہ کر لیا تھا اور اب رائے عامہ کو اپنے حق میں کرنے کے لیے سیاسی تقریر کر رہا تھا "اس نے مجھے خلیفہ بھوپو کہا۔ میرا آئینہ توڑا میرے ہی سر پر۔"

"میں تو سر توڑنا چاہتا تھا۔" بھورے ماموں نے کہا "تیرے خلاف ٹنڈا بالجبر کا کیس بنتا ہے۔"

"جھوٹ۔ میں نے پوچھا تھا کہ کوجک ہیئر اسٹائل بنا دوں؟ اور اس شخص نے اقرار میں سر ہلایا تھا۔" خلیفہ بھوپو نے عوام کو مخاطب کر کے کہا "فیصلہ آپ کرو بھائیو! کوئی فرق ہے کوجک کے اور اس کے سر میں۔ بس وہ ولایتی کدو ہے، یہ دیسی کدو۔"

بھورے ماموں دم بخود رہ گئے۔ خلیفہ بھوپو جھوٹ بول رہا تھا یا پھر واقعی تصور ان کا تھا کہ بے خیالی میں نہ جانے کب سر ہلا دیا تھا۔

"اب چلا جا طنبورے۔ اور پھر کبھی اس محلے میں تیری آواز سنائی دی تو گلے سے اسپیکر نکال لوں گا۔" بھورے ماموں نے جاتے جاتے کہا۔

"جاتا کہاں ہے کوجک کے بچے! آئینے کا نقصان تیرا باپ پورا کرے گا۔" خلیفہ ان کے سامنے آ گیا۔ وہ استرے کو خطرناک انداز میں لہرا رہا تھا۔

بھورے ماموں نے اسے دھکا دیا اور بھاگے۔ وہ ٹپ سے گلی میں گرا مگر ایک دم اٹھا اور پاگل کتے کی طرح چلاتا ہوا ماموں کے پیچھے دوڑا۔ یہ دس میٹر کی دوڑ بھورے ماموں نے جیت لی۔ بھاگتے چور کی لنگوٹی

Urdu Books, English Books and Old pdf books download

http://www.Mypdfsite.com

والا محاورہ درست ہوتے ہوتے رہ گیا۔ پھرتی سے دروازہ بند کرتے ہی انہوں نے باہر رہ جانے والا بقیہ تمہر بھی اندر کھینچ لیا۔

اسی وقت ممانی نے دہل کر چیخ ماری "ارے موئے مردود! پرائے گھر میں گھسا چلا آتا ہے۔" اور اپنی ایک جوتی فوراً فائر کر دی جو ان کے سرتاج کے سر پر پٹاخے کی طرح لگی۔ غلط فہمی رفع ہونے سے قبل وہ اپنے جہیز کے لوٹے کا راکٹ بھی چلا چکی تھیں لیکن بھورے ماموں کی حاضر دماغی کام آگئی۔ انہوں نے خود کو بچایا اور دروازہ کھول دیا۔

تانبے کا لوٹا ان کی ناک کے سامنے سے توپ کے گولے کی طرح گزرا اور خلیفہ بھونپو کے لاؤڈ اسپیکر پر لگا۔ دروازہ پھر بند کرتے ہی بھورے ماموں نے مختلف آوازیں سنیں۔ پہلی آواز تو غالباً خلیفہ بھونپو کی آخری آواز تھی یا نزع کی ہچکی تھی۔ اس کے بعد پس منظر میں جو دردناک موسیقی سنائی دی تھی، وہ لوٹے کے گلے میں لڑھکنے کی ٹن ٹن تھی۔ اس کے بعد یوں لگا تھا جیسے خلیفہ بھونپو کی لاش گری پھر شور مچ گیا تھا۔ مرگیا، مار دیا۔ لینا پکڑنا۔ معلوم نہیں کون کیا کر رہا تھا۔ شور سے تو یوں محسوس ہوتا تھا جیسے ٹی وی پر تاریخی کھیل پیش کیا جا رہا ہے۔

بھورے ماموں نے اپنی چوتھائی صدی پرانے ماڈل کی بیوی کو دیکھا تو ان کا دل باغ باغ ہو گیا۔ تھر تھر کانپنے سے اس آتش فشاں میں زلزلہ آرہا تھا "اب کیا ہو گا...؟"

"اب وہی ہو گا جو فلموں میں ہوتا ہے۔" بھورے ماموں نے مسرت سے کہا "ایک طرف قرض ہو گا، دوسری طرف محبت۔ تمہارا اپنا بھائی تم کو ہتھکڑی لگا کے لے جائے گا۔ پھانسی لگانے۔"

"مگر... میں نے کیا کیا ہے؟" ممانی نے خفگی سے کہا۔

"تم نے؟ تم نے اپنے مجازی خدا پر لوٹا مارا... وہ بھی جہیز کا اور یہ اقدام قتل کا کیس ہے۔" بھورے ماموں نے کہا "دوسرا کیس ہے ایک نامحرم کو قتل کرنے کا۔ غالباً تم سے پہلے کسی نے لوٹے کو آلۂ قتل کے طور پر استعمال نہیں کیا۔ بے شک ایسا نشانہ چوک جانے سے ہوا مگر غیر ارادی قتل پر بھی سات سال تو گزارو گی سلنگ سینٹر میں۔ مجھے کسی مولوی سے پوچھنا پڑے گا کہ بیوی سات سال تک شوہر سے جدا رہے تو نکاح فسخ ہوتا ہے یا نہیں۔"

"میں بھیا سے کہوں گی۔ مولوی اور تم دونوں کو سات سات سال کے لیے اندر کر دے۔ دیکھوں گی مجھ سے پہلے کیسے نکلتے ہو۔" ممانی نے آستین چڑھا کے کہا۔

"سالا تھانے دار نکاح کو فسخ ہونے سے تو نہیں بچا سکے گا۔" بھورے ماموں نے مسکراتے ہوئے دروازہ کھولا۔ ان کو یقین تھا کہ لوٹے کا مقتول فرش خاک پر، جہیز میں ملنے والے لوٹے کے ساتھ ہی پڑا

ہو گا اور چشم دید گواہ بھی ہوں گے۔ مدعی اور منصف بھی ہوئے تو شاید شام تک خون کا بدلہ خون...

جب ممانی نے ان کو دو ہتھڑ مارا تو بھورے ماموں کا وہ سانا سپنا ٹوٹ گیا جس میں وہ مجمع خلائق کے سامنے کالے خاں کی ممانی کو اسپیشل کرین ٹائپ پھانسی کے پھندے سے جھولتا دیکھ رہے تھے۔

"مجھے کیا اُلو کی طرح گول گول آنکھیں گھما کے دیکھ رہے ہو۔" ممانی نے کہا "خود کو جا کے دیکھو شیشے میں۔ جھاڑو پھرے چکنے گھڑے۔"

بھورے ماموں کو آج یہ خطابات زیادہ غلط نہیں لگے۔ انہوں نے بے یقینی کے ساتھ پھر گلی میں جھانکا مگر میدان صاف تھا۔ نہ کہیں خلیفہ بھونپو کی لاش تھی اور نہ آلۂ قتل لوٹا۔ ناظرین میں سے جو بچے تھے یا بچے تھے وہ بھورے ماموں کے اور یجنل سر کی طرف قابل اعتراض اشارے کر رہے تھے اور اشتعال انگیز نعرے ایجاد کر رہے تھے۔

"اب جا کے دیکھو وہ کہاں گیا۔" ممانی نے کہا۔

"وہ... غالباً اس کی لاش پولیس اٹھا کر لے گئی۔ پوسٹ مارٹم کے لیے۔" بھورے ماموں بولے مگر ان کا لہجہ اعتماد سے خالی تھا۔

"ارے، میں لوٹے کی بات کر رہی ہوں۔" ممانی نے ان کو گلی میں یوں دھکا دیا کہ وہ لوٹے کی طرح لڑھک گئے۔ ان کے ٹنڈے جیسے سر پر ایک طرف اورک جیسا ابھار نمودار ہو گیا۔

"گونا نہ ملا تو کیا تمہارے سر کو لوٹے کی جگہ استعمال کروں گی میں؟" ممانی نے دروازہ بند کرنے کے بعد سوال کیا۔ جب بھورے ماموں کمر ہمت پر ازکنڈیشنڈ دھوتی پھر کس رہے تھے۔ یہ تو صاف ظاہر تھا کہ لوٹے کو خلیفہ بھونپو ہی اغوا کر کے لے گیا ہے چنانچہ وہ طے کر چکے تھے کہ اپنی برسی کی سلور جوبلی پر یہ شان دار کارنامہ ضرور سرانجام دیں گے۔ خلیفہ بھونپو کی تلاش۔ لوٹے کی بازیابی اور ان سنگین جرائم کی سزا کے طور پر خلیفہ بھونپو کی صفائی۔ صفائی میں اچھی طرح جھاڑنا اور جھاڑ جھنکار ہٹا کے مجرم کی اصل صورت دیکھنا شامل تھا۔ ابھی تو بائوں کے جھنڈ میں اس کے منہ کے آگے پیچھے کا پتا نہیں چلتا تھا۔

پہلا مرحلہ سب سے مشکل تھا یعنی خلیفہ بھونپو کو تلاش کرنا۔ لوٹے کا سراغ تو شرلاک ہومز بھی لگا سکتا تھا۔ ایک کیس میں اس نے فرض کر لیا تھا کہ وہ گھوڑا ہوتا تو کدھر جاتا۔ وہ فرض کر سکتا تھا کہ لوٹا ہوتا تو کدھر جاتا اور سیدھا خلیفہ بھونپو کے گھر یا اس گھر کے بیت الخلا میں جا پہنچتا جہاں لوٹا دھرا ہوتا۔

گلی کے موڑ پر کالے خاں کا مسکراتا چہرہ ایک اچھی علامت تھا۔ بھورے ماموں کو اس وقت ایک نفسیاتی سہارے کی اشد ضرورت تھی مگر انہیں سخت صدمہ پہنچا۔ جب کالے خاں نے ڈانٹ کر کہا

"معاف کرو بابا۔"

Urdu Books, English Books and Old pdf books download

http://www.Mypdfsite.com

ماموں نے چلا کر کہا "بھانجے! فتور تیری نظر میں ہے یا عقل میں؟"

کالے خاں اچھل پڑا "آپ.... یہ کیا ہوا ماموں! آپ کے سر کو؟ اندر پہلے ہی کچھ نہیں تھا۔ اب باہر بھی کچھ نہیں رہا۔"

"یہ... سب تیرا قصور ہے کالے خاں! تو نے ہی دیا تھا اس کو ایک روپیہ۔" بھورے ماموں نے خفگی سے کہا "تیری کنجوسی کا بدلہ اس نے مجھ سے یوں لیا۔ میں اسی تخریب کار کی تلاش میں جا رہا ہوں۔ جو اب واجب القتل ہو گیا ہے۔ کیا اس کارِ خیر میں تو اپنے ماموں کا ساتھ دے گا۔"

"ماموں! دستِ قدرت بالآخر فلمی ہیرو تک کو گنجا کر دیتا ہے۔" کالے خاں نے نصیحت کے انداز میں کہا "اور وہ جو چاہے تو آپ کو بال بچے سب دے سکتا ہے۔ زندگی کی آخری سانس تک آپ کو امید رکھنا چاہیے پھر کیا پتا جب آپ نہ رہیں تو ممانی کو آپ کے دنیا سے نامراد جانے کا احساس ہو اور آپ کے بعد کوئی آپ کا نام لیوا پیدا ہو جائے' دو چار سال میں۔"

بھورے ماموں تھر تھر کانپنے لگے "کالے خاں! تو میرا خون نہ ہوتا روسیاہ' تو غیرت مند ہوتا.... یہ کوئی ٹی وی ڈراما ہے کہ لکھے کوئی اور نام کسی دوسرے کا ہو...."

"وہ... دراصل۔ میرا یہ مطلب نہیں تھا ماموں۔" کالے خاں کو فوراً اپنی سنگین غلطی کا احساس ہوا "چلیں غصہ تھوک دیں اور یہ لیں۔ پورے سو روپے۔ جنگلی بکرے کے بالوں کی وگ لگوا لیں یا بال شفا ہیئر ٹانک اصل ریچھ مار لے لیں۔ جس کے اشتہار میں لکھا ہوتا ہے کہ راتوں رات دیپ کمار بن جائیے۔ بال برآمد کیجیے۔"

بھورے ماموں نے سو کا نوٹ اچک لیا "تو بکرا منڈی سے لوٹا ہے تو مجھے تیرا دل بڑا محسوس ہوتا ہے بھانجے حالانکہ میں تیرے حق میں مغفرت کی دعا کر چکا تھا۔ جیسے تجھے جیب کاٹنے کی عادت ہے۔ ایسی ہی اسے بھی گلے کاٹنے کی عادت ہے وہ پکڑ لیتا تو مجھے ذبح کر دیتا۔"

"میں اس کی جیب تو صاف نہیں کر سکا ماموں۔" کالے خاں نے ملال سے کہا "اس نے تاڑ لیا تھا مجھے اور جیب کی طرف سے ہوشیار ہو گیا تھا۔ مجبوراً مجھے دوسرا بندوبست کرنا پڑا۔ میں نے بکرا صاف کر دیا اور اسے پتا بھی نہیں چلا۔"

"یہ بکرا کیا اتنا پورٹیبل تھا؟" بھورے ماموں نے سوچ کے کہا "کہ اس نے جیب میں ڈال لیا تھا؟ بٹوے کی طرح۔"

"نہیں ماموں! بکرا تو آپ سے بھی تگڑا تھا۔" کالے خاں بولا "مگر وہاں ایک کتا مل گیا مجھے جس کے گلے میں پٹے کی جگہ رسی پڑی ہوئی تھی۔"

"میں سمجھ گیا۔ جیسے بیوی کی جگہ تیری ممانی میرے گلے پڑی ہوئی ہے۔"

"بس میں نے وہ رسی بکرے کی رسی کے ساتھ جوڑ دی اور بکرے کے گلے کی رسی کاٹ دی۔" کالے خاں دانت نکالنے لگا "اس کو میری طرف سے تو بے فکری ہو گئی تھی۔ وہ منہ اٹھا کے آگے بڑھتا جا رہا تھا اور رسی کھینچتا جا رہا تھا۔ وہ کتے کو کھینچ کے لے گیا اور میں بکرے کو۔ پچاس فی صد ڈسکاؤنٹ پر میں نے اصل مالک کو اس کی امانت لوٹا دی۔"

"کیا اس نے تجھے.... چور وغیرہ نہیں کہا؟"

"نہیں۔ اس نے تو کہا تھا کہ پھر لاؤ گے تو سو روپے زیادہ دوں گا ہر بار۔"

"گویا حساب کے قاعدے کی رو سے تم.... آٹھویں بار وہی بکرا اصل مالک کو لوٹاتے تو۔ ہزار کا بکرا گیارہ سو میں خرید لیتا۔" بھورے ماموں نے انگلیوں پر گن کے کہا "تم 'ٹرائی' ٹرائی اگین کے اصول پر عمل کر سکتے تھے بھانجے! اس سے مستقل بنیاد پر کاروباری معاہدہ کر سکتے تھے۔"

"معاہدہ تو سمجھو ہو گیا لیکن وہاں تھوڑا سا فلمی سین بھی ہو گیا تھا۔" کالے خاں نے کہا "تمہارے پڑوسی کو غالباً کسی نے بتا دیا کہ وہ بکرا نہیں ایک کتا لے جا رہا ہے۔ ان کے درمیان کچھ مکالمے ہوئے جس میں ایک نے کہا تھا کہ تمہاری نظر خراب ہے اور دوسرے نے کہا کہ تمہارا دماغ خراب ہے مگر بالآخر دماغ کی خرابی کا الزام درست ثابت ہوا تو وہ غصے اور صدمے سے پاگل ہو گیا۔ اس نے کتے کو ایک لات ماری اور کوئی اشتعال انگیز گالی بھی دی۔ ظاہر ہے پھر کتا اسے نہ کاٹتا تو کیا اس کا جام صحت تجویز کرتا۔ مزید ڈراما اس وقت ہوا جب وہ لنگڑاتا ہوا بکرا منڈی میں گم شدہ بکرے کو تلاش کر رہا تھا۔ اس نے اچانک ایک کتا بن جانے والے بکرے کو دیکھ لیا اور چلا کر مالک سے مطالبہ کرنے لگا کہ مفرور بکرا اس کے حوالے کیا جائے۔ مالک نے کہا کہ یہ تو دوسرا بکرا ہے۔ جو پہلے والے کا جڑواں بھائی ہے اس لیے ہو بہو ویسا لگتا ہے۔ اس نے متعدد فلمی کہانیوں کے حوالے دے کر جملہ حاضرین کو قائل کر لیا۔ وہ فلمیں سب کی دیکھی ہوئی تھیں۔"

"چالیس سال سے لوگ صرف فلمیں ہی تو دیکھ رہے ہیں۔ اب تو خواب تک نیلے دکھائی دیتے ہیں۔" بھورے ماموں بولے۔

"اب اتفاق دیکھو ماموں کہ وہاں ایک فلمی پروڈیوسر بھی موجود تھا۔ بڑا نام تھا اس کا۔" کالے خاں نے کہا۔

"نامور فلمی پروڈیوسر؟ بکرا منڈی میں!"

"ہاں۔ کہتے ہیں وی سی آر نے سب کا یہی حال کر دیا ہے۔" کالے خاں نے بتایا "وہ جو آپ کی گنجی

Urdu Books, English Books and Old pdf books download

http://www.Mypdfsite.com

میں سبزی لے کر آتا ہے نا۔ اور بڑے سر میں صدا لگاتا ہے۔ وہ بھی ایک سابق فلمی موسیقار ہے خیر۔ تو ماموں! وہ سابق پروڈیوسر اس کیس پر دم بخود رہ گیا۔ اس نے فوراً اعلان کیا کہ وہ جڑواں بکروں کے موضوع پر ایک سپرہٹ فلم بنائے گا جس میں یہی بکرا ڈبل رول کرے گا۔ وہ اس بکرے کو مفت میں لے گیا۔"

"یعنی قیمت کچھ بھی نہیں دی اس نے؟"

کالے خاں نے نفی میں سر ہلایا "اس نے بکرے کے مالک کو فلم میں سائڈ رول دے دیا۔ وہیں کھڑے کھڑے اور اس کی سالی کو ہیروئن کا۔ اس نے پروڈیوسر کو یقین دلا دیا تھا کہ اس بکرے کے ساتھ اس کی جوڑی بالکل ایسی ہی ہوگی، جیسی ندیم اور شبنم کی جوڑی۔ جب لوگ اسے مبارک باد دے رہے تھے تو میں بھی اس سے گلے ملا چنانچہ مجھے ایک ہزار کا فائدہ ہوا۔ میں نے باقی پچاس فی صد ڈسکاؤنٹ بھی وصول کر لیا۔" کالے خاں بولا۔

"میں دیکھ رہا ہوں کالے خاں کہ تو اپنے ماموں کی طرح کتنا ذہین ہے۔" بھورے ماموں نے کہا "اور ایسے ہی نام روشن کرنے والے کارناموں سے تو میرا حقیقی بھانجا ثابت ہوتا ہے۔ مگر تو نہیں دیکھ رہا ہے کہ میں کتنا دکھی نظر آ رہا ہوں۔ کیا تو وجہ نہیں پوچھے گا؟"

"عقد سے کس کو رستگاری ہے۔" کالے خاں تعزیت کے انداز میں سر جھکا کے بولا "آج تم کل ہماری باری ہے۔ میں جانتا ہوں وجہ۔"

"نہیں بھانجے! تو نہیں جانتا کہ تیرے عزیز ماموں کے سرِ عزیز پر آج کیسے کیسے حملے ہوئے۔" بھورے ماموں نے غمگین لہجہ بنا کے سر ہلایا "مگر میں ابھی نہیں بتا سکتا کیونکہ تیرا پیٹ خالی ہے۔ مجھے اندازہ ہے کہ غم سے تیری کلیجی پھٹ جائے گی۔"

"میں نے منی لنچ کر لیا تھا۔" کالے خاں بولا "ایک بھولے ہوئے بٹوے میں سے دو بہت دبلے پتلے سینڈوچ ملے تھے۔"

"ممکن ہے کچھ اور پھٹ جائے۔" بھورے ماموں اپنی بات پر قائم رہے "ویسے بھی ابھی یہ موقع اور وقت ایک اچھے لنچ کا نہیں ہے۔"

بادل ناخواستہ کالے خاں نے جیب سے ایک ڈائری برآمد کی اور اس میں لنچ کا اندراج کیا "تو حساب رکھتا ہے بھانجے۔" ماموں نے ملامت بھرے لہجے میں کہا۔

"آج ساٹھویں بار ہے۔" کالے خاں بولا "پچھلے سال میں نے ایک روزہ نہیں رکھا تھا نا۔ مولوی صاحب نے کہا تھا راہِ خدا میں ساٹھ فقیروں کو کھانا کھلاؤ۔ فقیر اس شہر میں کہاں ملتے ہیں؟"

بھورے ماموں نے اپنی خودی کو بلند رکھتے ہوئے اس بات سے اتفاق کیا "تو سچ کہتا ہے۔ جو ملتے ہیں ان کے مقابلے میں تو ہم فقیر ہیں۔" پھر اس سے پہلے کہ کالے خاں ان کی راہ میں حائل ہوتا۔۔۔ وہ دوڑ کر ایک اچھے ریسٹورنٹ میں گھس گئے اور ایک کرسی پر بیٹھ کے مسکرانے لگے۔ کالے خاں کے بولنے سے پہلے انہوں نے با آوازِ بلند مینو پڑھنا شروع کیا، جس میں بار بار چکن کا ذکر آتا تھا۔

"ماموں! یہ شادی ہال نہیں ہے۔" کالے خاں نے دبے دبے لہجے میں احتجاج کیا "کیا آپ مجھے فقیر کرنے پر آمادہ ہیں؟"

"بھانجے! جب بڑے بول رہے ہوں تو چھوٹوں کو خاموش رہنا چاہیے۔" بھورے ماموں نے مسکراتے ہوئے مینو ویٹر کو واپس کیا۔ اسے تو میرے اعزاز میں ظہرانہ فرض کر۔ جو تو نے میرے عقد کی سلور جوبلی پر دیا ہے۔"

پہلے راؤنڈ میں چکن بریانی اور چکن قورمے کو نیست و نابود کرتے ہوئے بھورے ماموں نے بتایا کہ کس طرح انہوں نے۔۔۔ اشتعال انگیزی کی اور ایک کلو ٹنڈوں سے جان بچانے میں بھی کامیاب رہے اور ٹنڈے ضائع کرنے میں بھی۔ ان کے نزدیک کدو، کریلے، لوکی، ٹنڈے سب دنیاوی آفات تھے جن سے چھٹکارا پانے کے لیے دنیا کے سب شوہروں کو مل کے جدوجہد کرنا چاہیے۔

دوسرے راؤنڈ میں مرغی کی دوسری ٹانگ توڑتے ہوئے انہوں نے اس المناک سانحے کا تذکرہ کیا جس کے نتیجے میں ان کے سر کا گلشن ایک صحرا ہوا "مجھے یہ ایک صیہونی سازش لگتی ہے بھانجے۔"

کالے خاں آنے والے بل کے خیال سے رنج میں ڈوبا ہوا تھا' اس نے بدتمیزی سے کہا "اگر ایسا ہوتا تو وہ آپ کا سر لے جاتے۔"

"تو نہیں سمجھ سکتا بھانجے! یہ سیاسی سازش تھی۔ یہودی ہم مسلمانوں کو دنیا کی نظر میں تماشا بنانا چاہتے ہیں۔ میرے سر کو قابلِ تمسخر بنانا پہلی کوشش تھی۔ کون نہیں چاہتا کہ دشمن گنجا ہو جائے یا کانا ہو جائے۔ اس شرپسند کے مذموم عزائم کو خاک میں ملانے کے لیے تو میں تمہاری جان کی بازی بھی لگا دوں گا۔"

"کیا آپ جانتے ہیں کہ بسیار خوری اور پیٹ۔ امراضِ جگر اور معدہ و تبخیر سے ہر ایک منٹ کے بعد دنیا میں کتنے لوگ مرتے ہیں؟"

"او بھانجے! اس سے دس گنا بھوک کا شکار ہوتے ہیں۔"

بھورے ماموں نے چکن بریانی کی دوسری پلیٹ کو معدے میں منتقل کرنے کا عمل جاری رکھا۔

"اس کے علاوہ جو مہلک بیماریاں مرغن غذاؤں سے پیدا ہوتی ہیں۔ خصوصاً اس عمر میں جو آپ کی

Urdu Books, English Books and Old pdf books download

http://www.Mypdfsite.com

ہے۔"

"ان بیماریوں کو دیکھ کالے خاں' جو خوراک کی کمی سے پیدا ہوتی ہیں۔" بھورے ماموں نے کہا "آج تو مجھے لوٹے کی بازیابی کی فکر ہے اس لیے بھوک مرگئی ہے۔"

کالے خاں کا خیال تھا کہ اب تو خود ماموں بھی مرنے والے ہیں۔ ان کے پیٹ کے اوجڑی کیمپ میں کسی وقت بھی دھماکا ہو سکتا تھا' جس سے آس پاس کی آبادی تباہ ہو جاتی۔

"قصور تو اس کا ہے ماموں! جس نے لوٹے کے ساتھ آپ کو بھی گلی میں پھینک دیا۔" کالے خاں بولا "اور یہ خیال کیے بغیر کہ آدمی بلبلہ ہے پانی کا۔"

بھورے ماموں نے حلق سے ایسی آواز نکالی جو کسی مقتول بیل کی آخری ہچکی لگتی تھی مگر یہ ڈکار لنچ کی تقریبات کے خاتمے کا اعلان تھی "یہ کتنی زیادتی ہے بھانجے کہ شوہر اور لوٹے کی قیمت برابر ہو۔ ایسا ہی کرنا تھا تو کر لیتی کسی لوٹے سے شادی۔"

"آپ کے بارے میں اسے بتایا گیا ہوگا کہ آپ بے پیندے کے لوٹے ہی ہیں۔" کالے خاں بولا "مگر میں اتفاق کرتا ہوں آپ سے کہ وقعت دونوں کی برابر نہیں ہو سکتی۔ لوٹا زیادہ کار آمد چیز ہے' ہمیشہ ویسا ہی رہتا ہے اور اللہ کو پیارا نہیں ہوتا' بیس روپے کلو کے حساب سے بیچا بھی جا سکتا ہے مگر مرا ہوا شوہر دو کوڑی کا ہو جاتا ہے۔"

"کالے خاں! تو پھر دل دکھانے والی بات کر رہا ہے۔" بھورے ماموں نے سویٹ ڈش ختم کر کے کہا "اس عورت کی سزا تجویز کر۔"

"کیا خیال ہے؟ میں جا کے کہہ دوں کہ لوٹا تو خلیفہ بھونپو لے گیا۔" کالے خاں بولا "ماموں کو کارپوریشن والے اٹھا کے لے گئے اپنی کوڑا گاڑی میں۔"

"وہ سب کو بتا دے گی' تو کل سارے لوٹے اور شوہر گلی میں پڑے ہوں گے۔" بھورے ماموں نے نفی میں سر ہلایا "اس رجحان کی حوصلہ شکنی کے لیے سزا سخت ہونا چاہیے۔"

"بس تو آپ ہمت سے کام لیں اور ممانی کو بیوہ کر دیں۔" کالے خاں بولا "ایک نیا لوٹا اس تحریر کے ساتھ چھوڑ جائیں کہ اب اس کے ساتھ رہو۔ اسے سمجھو اپنا سرتاج... شریکِ حیات۔"

مگر ماموں کے دل میں انتقام کے جذبات موجزن تھے "ہمیں اس خلیفہ بھونپو کا سراغ لگانا ہے۔ جو فساد کی جڑ ہے۔"

"ماموں! ہم سراغ رساں نہیں ہیں۔" کالے خاں نے ٹالنے کے انداز میں کہا۔

"لیکن بن تو سکتے ہیں۔" بھورے ماموں نے کہا "لوگ جھوٹے حلف اٹھا کے جج بن جاتے ہیں۔

کسی صلاحیت کے بغیر وزیر تک بن جاتے ہیں۔ ہم تو ایک ویسی ہی ٹیم ہیں۔ جیسے شرلاک ہومز اور اس کا بھانجا۔ ڈاکٹر واٹسن۔"

"وہ شرلاک ہومز کا دوست تھا۔"

"اچھا تو دوسری مثال لے لو۔ وہ بھی تو تھے کرنل فریدی اور اس کا بھانجا کیپٹن حمید۔"

"وہ بھی ماموں بھانجے نہیں تھے۔" کالے خاں سر پکڑ کے بولا۔

"خیر ہم تو ہیں اور ہم ان سے زیادہ بہادر بھی ہیں اور ذہین بھی۔" بھورے ماموں نے کہا "بہادری کی مثال یوں لو کہ ان میں سے کون تھا جو پچاس سال گزار لیتا۔ ایک ڈریکولا ٹائپ بیوی کے ساتھ اور نہ فوت ہوتا نہ پاگل۔ اس کے علاوہ بھانجے' تمہاری ذہانت اور بہادری تمہارے پیشے سے ثابت ہے۔ اب تم غور کرو تو خلیفہ بھونپو کی تلاش کوئی مشکل کام نہیں۔ ہم شہر کے گنجوں سے آغاز کر سکتے ہیں۔ یہ پوچھ سکتے ہیں کہ وہ پیدائشی گنجے ہیں۔ طبی گنجے یا حادثاتی گنجے' جو میری طرح ٹنڈ یا جبر کا شکار ہوئے۔ ایک میل کے دائرے میں اس کا ملنا یقینی ہے۔"

بلاشبہ یہ بھورے ماموں ہی کا کمال تھا کہ انہوں نے کالے خاں کو قائل کر لیا۔ وہ اتنا جذباتی ہو گیا تھا کہ اس نے میز پر مکا مار کے کہا "کیوں نہیں پیارے ماموں جان۔" اور ان کے گلے لگ کر اپنی عقیدت کا اظہار کرنے کی کوشش بھی کی۔ تاہم... بھورے ماموں کرسی پر اکڑوں بیٹھے تھے اور اس وقت تک گلے نہیں مل سکتے تھے جب تک کہ دھوتی سنبھال کے کھڑے نہ ہوں۔ نتیجہ یہ کہ وہ کرسی سمیت لڑھک گئے۔ چائے دانی جو ویٹر نے لا کر رکھی تھی ان پر بعد میں گری اور زندگی میں پہلی بار انہوں نے سو درجہ سینٹی گریڈ کے پانی کے اثرات کو براہ راست سر پر محسوس کرنے کا تجربہ حاصل کیا۔ ان کے سر کی دوسری جانب بھی ایک خوب صورت لڈو نما ابھار پیدا ہو گیا اور جب کالے خاں... انتظامیہ سے مذاکرات میں مصروف تھا تو ایک بدتمیز بچے نے چلا کے واضح طور پر بھورے ماموں کی طرف اشارہ کیا اور بولا "ابا! وہ دیکھیں ادھر۔ دھوتی والا مریخ کا آدمی۔ اس کے سر پر دو دو ریڈار ہیں۔ یہ دنیا کو تباہ کرنے آیا ہے۔"

"ہاں بیٹے! تیرے نانا بھی مریخ سے آئے تھے مجھے تباہ کرنے۔" ابا نے یوں سرد آہ بھر کے کہا کہ بھورے ماموں پر غصے کی جگہ رقت طاری ہو گئی تھی۔ وہ کوئی انہی جیسا شوہر تھا۔

"چار سو ہیں..." کالے خاں نے چلا کے کہا۔

"ہاں... کھانے کے دو سو۔" اچانک نمودار ہونے والے خوفناک منیجر نے خطرناک لہجے میں کہا "بیس روپے کی چائے دانی تمہارے باپ نے اپنے سر پر مار کے توڑ دی۔"

Urdu Books, English Books and Old pdf books download

http://www.Mypdfsite.com

"بھانجے! غور کر یہ مجھے کیا گالی دے رہا ہے۔" بھورے ماموں نے کراہ کے سر پر ہاتھ پھیرا "اسے بتا کہ میں کیا ہوں۔"

"دو سو کرسی کی ایک ٹانگ توڑنے کے۔" منیجر نے اسی طرح اپنا بیان جاری رکھا۔

"ایک ٹانگ کے دو سو!" بھورے ماموں نے پلٹ کے کہا "گویا چار کے آٹھ سو۔ قربانی کے بکرے سے بھی مہنگی کرسی ہے۔"

"چلو' دو سو روپے دو اور کرسی لے جاؤ۔ اگلی عید پر قربان کر لینا۔" بدلحاظ منیجر نے کہا "جلدی کرو ورنہ میں تم دونوں کی چار ٹانگوں میں سے ایک توڑ دوں گا۔ مجھے حساب تو برابر کرنا ہے۔"

رقم ادا کرتے ہوئے کالے خاں کے جذبات کا رخ بدل چکا تھا چنانچہ اسے یہ خیال بھی آیا کہ اگر ٹوٹنے والی ٹانگ ماموں کی ہوتی تو سرکاری اسپتال میں مفت جوڑی جاتی پھر بھورے ماموں اس کے مقابل کھڑے تھے ورنہ وہ نظر بچا کے منیجر کو اشارہ کرتا کہ اسے سودا منظور ہے اور وہ ماموں کی ایک ٹانگ کو منتخب کر لے۔ اس کے ہاتھ میں ٹانگ توڑنے کا آلہ تھا اور اس نے واضح کیا کہ یہ ملنی پر بیز آلہ سر بھی توڑ سکتا ہے۔ وہ بھورے ماموں کے سر کو لرزہ خیز نظروں سے گھورتا رہا۔ اس آلے کا اصل مقام کچن تھا جہاں اسے سائنسی اصطلاح میں "گھوٹنا" کہا جاتا تھا۔

جب وہ باہر نکلے تو بھورے ماموں کے حصے میں وہ کرسی آئی جسے تپائی کہا جا سکتا تھا۔ کالے خاں کے ہاتھ میں صرف ایک ڈنڈا تھا۔ اپنی زندگی کا سب سے مہنگا لنچ اسے بھورے ماموں کی وجہ سے کھانا پڑا تھا چنانچہ وہ مشتعل تھا اور یہ ہو سکتا تھا کہ خون کے رشتے کو فراموش کر بیٹھے۔

اس کے بعد جذبات کو سرد کرنے کے لیے بھورے ماموں نے کہا "مغموم مت ہو کالے خاں! یہ سودا برا نہیں رہا۔ ہم اس کرسی کی ٹانگ گوند سے جوڑ کے بہت کچھ کر سکتے ہیں۔ کبھی کوئی قرض خواہ آئے تو اسے عزت سے بٹھا کے لڑھکا سکتے ہیں اور واجبات میں سے کرسی کی قیمت گھٹانے کے لیے دو سو روپے فی ٹانگ کا فارمولا استعمال کر سکتے ہیں۔ ورنہ وہی دھمکی دے سکتے ہیں جو اس سفاک منیجر نے مجھے دی تھی۔ اگر وہ صرف گفتار کا غازی نہ ہوتا تو یقیناً تیری دوسری ٹانگ آج ٹوٹتی۔"

"دوسری ٹانگ۔" کالے خاں پر تشویش لہجے میں بولا اور رک کر اپنی ٹانگوں کو دیکھنے لگا۔

"ہاں۔ ایک تو بچپن میں ٹوٹ گئی تھی نا۔" بھورے ماموں نے کہا "تجھے کہاں یاد ہو گا۔ تو نے ایک فضول سے گدھے کو لات ماری تھی۔"

"پھر... میری ٹانگ کیسے ٹوٹی۔" کالے خاں نے بے یقینی سے کہا۔

"گدھے کی جوابی کارروائی سے بھانجے۔" بھورے ماموں نے کہا "وہ ایک کینہ پرور گدھا تھا۔ وہ

رہا۔" انہوں نے اچانک انگلی اٹھا کے کہا۔

"کون... وہ گدھا؟" کالے خاں بھونچکا رہ گیا۔

"نہیں... وہ خلیفہ بھونپو۔ وہ دیکھ ادھر۔" بھورے ماموں نے سڑک کے دوسرے فٹ پاتھ کی طرف اشارہ کیا۔ وہاں ایک لمبا اور باریک شخص قلندرانہ شان سے آلتی پالتی مارے بیٹھا ہوا تھا۔ سفید چادر کے باہر اس کا سر دیکھا جا سکتا تھا جس پر خلیفہ بھونپو ایکشن ری پلے پیش کر رہا تھا۔

"قدرت ہمیں سراغ رساں بنا چکی ہے بھانجے۔" بھورے ماموں نے کہا "میری چھٹی حس کہتی تھی کہ وہ یہاں ملے گا۔"

"آپ کی پانچویں حس میں گڑبڑ ہے۔" کالے خاں بولا "جس کی وجہ سے آپ غلط دیکھ رہے ہیں۔ یہ کوئی اور ہے۔"

تصدیق کے لیے جب وہ سڑک پار کر رہے تھے تو بھورے ماموں نے کرسی کو ڈھال بنا کے آگے رکھا۔ ان کے دفاعی نظام نے ماموں کو بچا لیا ورنہ وہ اس سائیکل سے براہ راست ٹکراتے جسے ایک منحنی شخص باربرداری کے لیے استعمال کر رہا تھا۔ بھورے ماموں کرسی سمیت اس خیمے میں تقریباً گھس گئے تھے جو سائیکل کے آگے ڈنڈے پر پھیلا ہوا تھا۔ یہ پالکٹ کی اہلیہ تھی جو کریش سے زیادہ متاثر ہوئی۔ ایک بچہ خیمے کے اندر بھی گرا۔ باقی تین جگر کے ٹکڑے کیریئر پر بندھے ہوئے تھے۔ کوئی یہاں گرا کوئی وہاں گرا۔ سائیکل والا فوراً ٹوٹے ہوئے اسپوک شمار کرنے لگا جبکہ اسے ٹوٹے ہوئے بیوی بچوں کو اور ان کے نقصانات کو پہلے دیکھنا چاہیے تھا۔

فوری طور پر بھورے ماموں کو کالے خاں نے جائے واردات سے دور لے جانے میں اہم کردار ادا کیا۔ تاہم بھورے ماموں نے گزرتے گزرتے دیکھ لیا کہ وہ خلیفہ بھونپو نہیں تھا جو اس حادثے کا سبب بنا تھا۔

ایک محفوظ مقام پر پہنچ کر بھورے ماموں نے ایمرجنسی بریک لگائے اور کہا "کالے خاں! ہمیں اس شخص پر نظر رکھنا چاہیے۔ کیا صورت کی مشابہت ظاہر نہیں کرتی کہ وہ خلیفہ بھونپو کا جڑواں بھائی ہو سکتا ہے؟"

"کالے خاں اس اتفاقات کے سلسلے کو تسلیم نہ کرتا' اگر اسے بھورے ماموں یاد نہ دلاتے کہ وہ ایک بکرے کے جڑواں بھائی کا وجود ثابت کر چکا ہے۔ انہوں نے کچھ دیر بعد چھپ کر دیکھا تو وہ تازہ ٹنڈ کو پالش کر رہا تھا اور شیشے سے ثابت کر رہا تھا کہ ٹنڈ ایک روشن گلوب نظر آتی ہے۔ جیسے چاند پر سے زمین نظر آتی ہے۔

Urdu Books, English Books and Old pdf books download

http://www.Mypdfsite.com

جب وہ بیئر ڈریسنگ سیلون کو سمیٹ کر روانہ ہوا تو بھورے ماموں اور کالے خاں اس کے تعاقب میں رہے۔ اس نے اقبال پارک کے دو چکر لگائے۔ بھورے ماموں اور کالے خاں نے بھی دو دو چکر لگائے۔ وہ مینارِ پاکستان پر چڑھا اور اترا۔ بھورے ماموں اور کالے خاں بھی اوپر تک سیڑھیاں چڑھ کے گئے اور اترے۔ وہ ایک عوامی ہاتھ روم میں گھسا۔ بھورے ماموں اور کالے خاں کو بھی اس کی صحت افزا، متعفن ہوئی فضا میں وہی کرنا پڑا جو سب کر رہے تھے۔ باہر نکلتے ہی ایک غیر متوقع بات ہوئی۔ خلیفہ بھوشو کے ہم شکل نے اچانک استرا نکال لیا اور ان کے سامنے آ گیا۔

"میں دو گھنٹے سے دیکھ رہا ہوں کہ تم میرا پیچھا کر رہے ہو۔ آخر کیا چاہتے ہو تم مجھ سے؟" خلیفہ بھوشو کے برعکس اس شخص کی آواز ٹیلی فون سے بھی کم تھی۔

"خبیث' یہ سوال پوچھنے کے لیے ہمیں گھس گھس کر یہاں لانا ضروری تھا۔" بھورے ماموں نے اسے کرسی کی تین ٹانگوں میں جکڑ لیا۔

"ہم ایک چور کی تلاش میں ہیں۔" کالے خاں نے کرسی کی ٹانگ کو اس کے سامنے پولیس کے ڈنڈے کی طرح ہلایا۔

"کیا صورت سے چور نظر آتا ہوں میں؟" وہ منمنا کے بولا۔ اس کی صورت بے حد دکھی ہو گئی "میں ایک کوالیفائڈ باربر ہوں۔"

"صورت سے کوئی چور نظر نہیں آتا۔" بھورے ماموں نے کرسی کے سہ شاخے سے اس کا پیٹ دبایا "تم پکڑے گئے ہو اس لیے چور ہو۔"

"اس کے علاوہ تمھاری صورت سے بھی وہی خباثت عیاں ہے جو اس شخص کے چہرے سے ظاہر تھی۔" کالے خاں بولا۔

"بھانجے! اس کا چہرہ تو پوری طرح میں نے بھی نہیں دیکھا تھا۔" بھورے ماموں نے آہستہ سے کہا "وہ بالوں میں روپوش تھا۔"

"یہ اس کا جڑواں بھائی ہو سکتا ہے بھورے ماموں۔" کالے خاں نے کہا "کیا یہ غلط ہے۔" کالے خاں نے اسے ڈانٹا۔

"میرا کوئی جڑواں بھائی نہیں۔ بس ایک باپ ہے۔"

"کیا کہا؟ جڑواں باپ؟ ہمیں الو بناتے ہو۔ الو کے پٹھے۔" بھورے ماموں نے اسے تین ڈنڈے مارے۔ کرسی کے ایک وار سے۔

وہ ٹیلی فون کی طرح چلانے لگا "قتل... خون... مرڈر..."

"انشاءاللہ ہم یہ سب کریں گے۔" بھورے ماموں نے اسے یقین دلایا "اگر تم نے ہمیں اس کا پتا نہ بتایا۔"

"وہ ایک مجرم ہے۔" کالے خاں بولا "اس نے دو جرم کیے ہیں۔ پہلے کا ثبوت یہ ہے۔" اس نے بھورے ماموں کا سر جھکا کے رکوع میں کر دیا "وہ ایسا ہی ایک لوٹا بھی اغوا کر کے لے گیا ہے۔"

"اچھا۔ میں دیکھتا ہوں۔" وہ بولا اور اس نے بھورے ماموں کا سر اپنے پنجے میں پکڑ کے دائیں بائیں موڑا۔ اوپر نیچے کیا۔ ہلا کے' بجا کے اور سونگھ کے دیکھا۔

پھر اس نے سر ہلا کے کہا "میں سمجھ گیا۔"

بھورے ماموں نے سر کو اپنی جگہ پا کے خدا کا شکر ادا کیا ورنہ اس نے تو سر کو نٹ بولٹ کی طرح گردن پر گھمایا تھا۔ چوڑی غلط ہو جاتی تو وہ سامنے چلتے اور پیچھے دیکھتے۔

"گویا تمھیں معلوم ہو گیا۔" کالے خاں بولا۔

"ہاں۔ اس پر کسی نے استرا پھیر دیا ہے۔"

اس انکشاف نے چند لمحے کے لیے بھورے ماموں کو حیرت سے سن کر دیا پھر انھوں نے ٹیلی فون کا ریسیور پکڑ لیا "استرا اگر اس نے میرے حلق پر پھیرا ہوتا تو میری آواز کہاں سے نکلتی خبیث۔ گھسیارے کی اولاد۔" اس کا دوسرا کان کالے خاں کے ہاتھ میں تھا۔

ٹیلی فون چلانے لگا "آواز کہیں سے بھی نکل سکتی ہے مگر میرا کان نکل گیا تو تمھاری بات کیسے سنوں گا میں۔"

بھورے ماموں کو اس پر رحم آ گیا "تو بتاؤ تم جانتے ہو اسے؟ کون تھا وہ؟"

"میں اس کا پتا بتا سکتا ہوں۔" ٹیلی فون اپنے کان ہلانے لگا۔ بھورے ماموں اور کالے خاں نے انتظار کیا۔

"پتا جاننے کے دس روپے ہوں گے۔" وہ بولا۔

کالے خاں سے ملنے والا دس کا نوٹ اس نے اپنے حشتی شفا خانے کے اکاؤنٹ میں جمع کر دیا اور پھر بھورے ماموں کو بتانے لگا کہ انھیں کس راستے سے کہاں جانا ہو گا۔ یہ کسی مدفون خزانے کے نقشے سے زیادہ پیچیدہ پتا تھا جس میں ان کو دائیں بائیں' آگے پیچھے متعدد بار گھومنے اور چکر کاٹنے کے بعد بہت سی نشانیوں کو بھی ذہن میں رکھنا تھا۔

"اے گھن چکر! یہ تو میرے ننھیال اور سسرھیانے کے خاص رشتوں سے بھی زیادہ مشکل چیز ہے۔" بھورے ماموں نے کہا۔

Urdu Books, English Books and Old pdf books download

http://www.Mypdfsite.com

مگر کالے خاں نے جو خود کو گلی کوچوں کے ہیر پھیر کا ماہر سمجھتا تھا' سر ہلا کے کہا کہ اس نے سب سمجھ لیا ہے۔ وہ پون گھنٹے تک چلتے رہے۔ پون گھنٹے بعد انھوں نے خود کو پھر وہیں پایا جہاں سے چلے تھے

"دنیا گول اور کافی چھوٹی ہے بھانجے۔" بھورے ماموں نے تسلیم کیا "کیا ہم مصنوعی سیارے کی رفتار سے سفر کر رہے تھے؟"

مگر کالے خاں نے مخالف سمت میں اشارہ کیا جہاں پتا بتانے والا ابھی موجود تھا۔ وہ ایک دبنے کو مونڈ رہا تھا۔ بھورے ماموں نے ایک بی ٹائپ گدھے کو اپنی باری کے انتظار میں صبر و استقامت کے ساتھ کھڑا دیکھا۔ بھورے ماموں بہت مشتعل تھے۔ مگر پتا بتانے والا اپنی بات پر قائم رہا کہ ضرور ان سے ہدایت پر عمل کرنے میں کوئی غلطی ہوئی ہے۔ غلطی انسان سے ہی ہوتی ہے۔

خود کو انسان ثابت کرنے کے لیے بھورے ماموں کو اپنی غلطی تسلیم کرنا پڑی۔ انھوں نے کالے خاں کو حکم دیا کہ وہ سفرنامہ پیش کرے۔ اس نے ان کو ہر قدم پر غلط ثابت کیا۔ اس کے کہنے کے مطابق بھورے ماموں نے دائیں بائیں سنا تھا یا سمجھا تھا۔ اس نے ایک بار پھر ان کو پتا سمجھانا شروع کیا۔

"بھانجے! کیوں نہ اس سے تحریر حاصل کر لی جائے۔" بھورے ماموں نے چکرا کے کہا۔

"بس تم نقشہ بنا دو کاغذ پر۔ ہر نشانی لکھ دو۔" کالے خاں بولا "یہ کام ایک سول ڈرا... مین کا ہے۔" وہ بولا "مگر میں کر سکتا ہوں' اس کے پچاس روپے ہوں گے۔"

اگر جہیز کے لوٹنے سے ماموں کی بخیریت واپسی مشروط نہ ہوتی تو وہ یوں بلیک میل نہ ہوتے اور اس رقم سے دو لوٹے خرید کر خوش خوش لوٹ جاتے۔ اب ماموں کی خاطر بھانجے کے لیے مزید پچاس روپے پیش کرنا ضروری ہو گیا۔ نوٹ کو اس نے فوراً کشتی بنک میں جمع کر لیا اور نقشہ بناتے ہوئے بہت سے عاجزانہ انکشافات کیے کہ وہ ایک آل راؤنڈر ہے۔ یہ بتایا کہ وہ ایک فارن کوالیفائڈ باربر ہے اور اپنے پیشے کے معاملے میں حیوان ناطق کو دیگر حیوانات از قسم دنبے گدھے اور اونٹ کے برابر سمجھتا ہے۔ ثبوت کے طور پر اس نے ایک تصویر پیش کی جس میں وہ ایک اونٹ کی شیو کر رہا تھا۔ جو نقشہ اس نے بنایا' وہ کچھ ایسا تھا۔ جیسے بچوں کے رسالوں میں "راستہ بتایئے" کے عنوان سے شائع ہوتے ہیں اور غلط ہوتے ہیں۔

اس بار بھورے ماموں نے راہنمائی کا اہم فریضہ خود سرانجام دینے کا فیصلہ کیا "پہلے موڑ پر ایک آنکھ والا ماہر امراض چشم۔"

کالے خاں نے اس کی تصدیق کی۔ اس کے دائیں پیر میں خم تھا۔ دایاں کندھا قدرے نیچا تھا۔ ایسا غالباً دائیں جانب کے گڑھے اور مین ہول نظر انداز کرنے کے باعث ہوا تھا۔ وہ آگے پیچھے...

"بائیں جانب ایک سو دس سال زمالیہ میں اعادہ شباب کے موضوع پر ریسرچ کرنے والا سنیاسی بابا۔" بھورے ماموں بولے۔

"سابق بابا۔" کالے خاں نے تصحیح کی "ریسرچ کے نتیجے میں غالباً اس نے عمر کو ریورس گیئر میں ڈالا۔ اب تیس سال کا فلمی ہیرو ہے اس وقت ایک بوڑھے پھونس کو گیئر ریورس میں ڈال رہا ہے؟"

اگلے موڑ پر بھورے ماموں نے کہا "بغیر چھت کھڑکی اور دروازہ والا سرکاری اسکول۔ چالیس قدم آگے شاندار یتیم خانہ۔ ائرکنڈیشنڈ۔ وال ٹو وال کارپٹ۔"

"بالکل ٹھیک۔" کالے خاں بولا "بورڈ پر لکھا ہے۔ ہمارا نصب العین۔ آپ کے بچے کو یتیم ہونے کے بعد گھر کا آرام دینا۔ مصروف والدین کے لیے نادر موقع۔"

کنفیوژن اگلے موڑ پر پیدا ہوا جب بھورے ماموں نے ہدایت نامہ آگے پڑھا "چالیس قدم کے بعد گدھے جتنا کنگ سائز کتا جو تین سہ ماہی میں چالیس افراد کو کاٹ چکا ہے۔"

"یہ کیسے پتا چلایا جائے کہ یہی وہ کتا ہے۔" کالے خاں نے کتے کو غور سے دیکھ کر کہا۔

"تم تو کتے سے براہ راست پوچھ سکتے ہو۔ اپنی زبان میں۔" بھورے ماموں نے کہا اور آگے پڑھنے لگے "اس کے مقابل کلینک ڈاکٹر قتیل ڈی وی ٹی۔" انھوں نے پلٹ کے دیکھا۔ سائن بورڈ انگریزی میں تھا۔ چنانچہ ڈاکٹر قاتل صاف پڑھا جا سکتا تھا۔

مگر اتنی دیر میں کتا اسٹارٹ لے چکا تھا۔ بھورے ماموں نے چلا کے اپنے بھانجے کو خبردار کیا اور تین ٹانگوں والی کرسی گھما کے کتے کی جانب ارسال کی۔ کرسی اس سیارچے کی طرح اڑتی ہوئی گئی جیسے خلا میں داخلے کے لیے غلیل استعمال کی گئی ہو۔ اس کی زد میں ایک غیر جانبدار فریق آیا جو قناعت اور بے فکری سے اسٹول پر توازن برقرار رکھے کسی سنسنی خیز ناول کے صفحات میں گم تھا۔

اس کے بعد بھورے ماموں کا وہاں ٹھہرنا بے سود تھا۔ وہ دیکھے بغیر ایک دکان میں گھس گئے تھے۔ تاہم انھوں نے دیکھ لیا تھا کہ بہادر کالے خاں نے کتے کے حملے کو ... پسپا کیا۔ کتا باؤنس کی طرح اٹھا تھا اور کالے خاں نے کرسی کی ٹانگ کو یوں گھمایا جیسے عمران خان بیٹ کو چھکا مارنے کے لیے گھماتا ہے مگر وہ کتے کو فضا میں بلند ہوتا نہ دیکھ سکے کیونکہ وہ خود فضا میں بلند ہو چکے تھے۔

یک لخت انھیں احساس ہوا کہ وہ ڈاکٹر قاتل ڈی وی ٹی کے کلینک میں اور اس کے جلاد صفت کمپاؤنڈروں کی گرفت میں ہیں۔

"ابے چھوڑو مجھے۔" بھورے ماموں نے چلا کے کہا لیکن ان کو ٹیبل پر لے جا کر پٹخنے والے' سابق خاندانی پہلوان لگتے تھے۔ ایک پردے کی اوٹ سے نمودار ہونے والا جوکر ٹائپ شخص مسکراتا ہوا

Urdu Books, English Books and Old pdf books download

http://www.Mypdfsite.com

بھورے ماموں کی طرف بڑھا۔ اس کے ہاتھ میں ایک فیملی سائز سرنج تھی۔

"یہ... کیا ہو رہا ہے؟" بھورے ماموں نے چیخ کر کہا اور خود کو چھڑانے کی بے سود کوشش کی۔ جوکر کے اشارے پر اس کے نائبین نے دو طرف سے بھورے ماموں کو دبا لیا۔

"فکر ناٹ۔ ہم ڈاکٹر قاتل ہے۔ ڈاکٹر قاتل ڈی ڈی ٹی۔ ڈپلوما ان ڈرگ ٹر... ۔" اس نے وہ خوفناک انجکشن بھر کے کہا "ایسا سترہ انجکشن لگے گا۔"

"مگر کیوں۔ اے ڈاکٹر... قاتل۔ مجھے کچھ نہیں ہوا ہے۔ تیری تو..." بھورے ماموں نے جان بچانے کے لیے مادری زبان کا سہارا لیا۔

"ابھی نہیں ہوا مگر ہو جائے گا۔ تم کتے کا مافک بھونکے گا۔" اس نے کہا اور انجکشن گھونپنے لگا۔

"ابے مردود مجھے نہیں کاٹا۔ تیرے اس باپ نے... آو۔" یہ آخری صدا غیر ارادی تھی کیونکہ ڈاکٹر قاتل پوری بات سنے بغیر انجکشن ان کے پیٹ میں اتار چکا تھا۔ یک لخت اس کی مونچھوں پر سوا نو بج گئے۔ انجکشن لگانے سے پہلے مونچھ تا تم آٹھ بج کر بیس منٹ تھا۔

"یہ تم کیا بولا۔ تم کو ڈاگ نہیں کاٹا۔ کیوں نہیں کاٹا؟" وہ خفگی سے بولا "انجکشن ضائع کیا۔ پیسہ نکالو۔"

عام حالات میں اتنی اشتعال انگیز کارروائی کا نتیجہ کمرے سے ایک مقتول کی صورت میں برآمد ہوتا ہے۔ یہ مقتول خود بھورے ماموں ہو سکتے تھے چنانچہ وہ پیٹ دبا کے۔ ٹیبل سے اترے۔ آہستہ آہستہ اور پھر سرپٹ بھاگے۔ قاتل اور اسسٹنٹ قاتل ان کے پیچھے لپکے۔ یہ بھورے ماموں کی خوش قسمتی تھی کہ باہر سے ان کا فاتح بھانجا کرسی کی ایک ٹانگ کو ایسے ہلاتا آ رہا تھا جیسے شارجہ کپ میں رنز... کے بعد جاوید میاں داد بیٹ ہلاتا آیا تھا۔

"پلٹ کر بھاگ بھانجے۔" بھورے ماموں چلائے "یہ تجھے بھی گھونپ دیں گے انجکشن۔"

"مگر مجھے تو کتے نے نہیں کاٹا..."

"تو مجھے کب کاٹا تھا کالے خاں۔" بھورے ماموں نے اسے اپنے ساتھ کھینچا "بڑے ظالم لوگ ہیں۔ یہ بھی نہیں پوچھتے کہ کس نے کس کو کاٹا ہے؟"

اس نئی سہ ماہی میں اکتالیسویں شخص کو کاٹنے کی غلطی کرنے والا کتا نروس بریک ڈاؤن کا شکار تھا۔ اس کا دماغ کالے خاں کے چھکے نے درست کر دیا تھا۔ بھورے ماموں نے ڈاکٹر قاتل کو اس کا طبی معائنہ کرتے دیکھا۔ وہ واویلا کر رہا تھا کہ کسی نے اس کے پیٹ پر لات ماری ہے۔ اب اسے مریض کون سپلائی کرے گا۔ اس کے اسسٹنٹ دیکھ رہے تھے کہ وہ مادری زبان بھول گیا تھا اور اب میاؤں میاؤں کر رہا تھا بلکہ ایک بلی کو ناشائستہ اشارے بھی کر رہا تھا۔

وہاں سے نکل جانے کے لیے یہ وقت مناسب تھا مگر بھورے ماموں کو اچانک اپنی کرسی یاد آگئی۔ اس پر ایف او کی زد میں آجانے والا بدستور سنسنی خیز ناول کے کسی ہیجان انگیز منظر میں گم تھا۔ اب وہ توازن کے ساتھ اسٹول پر نہیں کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔ بھورے ماموں نے اسے ایک امن پسند شہری قرار دیا۔ کرسی کی واپسی کے مطالبے پر اس نے فقط اتنا کیا کہ پھر اسٹول پر ٹک گیا۔

"تو نے غور کیا ڈاکٹر قاتل کے انتظام پر بھانجے۔" بھورے ماموں نے پھر تین ٹانگوں والی کرسی اٹھائی "غالباً وہ کتے کو ریموٹ کنٹرول سے چلاتا تھا۔ کتا پہلے ایک ٹانگ پر کاٹتا ہوگا پھر لواحقین کی ایک ایک ٹانگ پر جو اسے یہاں لاتے ہوں گے۔ سب کے سترہ سترہ انجکشن۔ اور اس کے بعد کتا ان کی دوسری ٹانگ پکڑ لیتا ہوگا۔ زبان خلق اسے قتیل نہیں قاتل کہتی ہے تو برحق ہے مگر اسے اب مقتول ہو جانا چاہیے۔"

"ایک حکیم قتیل شفائی بھی ہے ماموں۔" کالے خاں بولا۔

ماموں نے اس کی جہالت پر تاسف کا اظہار کیا "وہ ایک بڑا شاعر ہے بھانجے! یہ تو قصور انگریزی زبان کا ہے کہ قتیل کو قاتل پڑھا جا سکتا ہے۔ مجھے شک ہے بھانجے کہ ڈاکٹر قاتل ڈی ڈی ٹی کا انجکشن بھی خالی تھا۔ اس نے میرے پیٹ میں سے کچھ کھینچ لیا۔ مجھے اپنے اندر ایک خلا محسوس ہو رہا ہے۔"

اچانک کالے خاں نے بھورے ماموں کو روک لیا "یہ دیکھیں ماموں! غالباً یہی وہ پتا تھا۔"

بھورے ماموں نے ہدایت نامہ نکال کے دیکھا اور سر ہلایا۔ سب نشانیاں وہی تھیں۔ سڑک کے وسط میں کھلا مین ہول۔ سامنے ہڈی جوڑنے کا اسپیشلسٹ پہلوان۔ بغل میں ایک طرف وہ سائن بورڈ جس پر کسی پہلوان کو اپنی شاندار توند کے ساتھ صرف لنگوٹ میں مسکراتے ہوئے دکھایا گیا تھا۔ پہلوان کا سر گرز کی طرح اور گرز بالکل سر کی طرح کندھے پر رکھا ہوا تھا اور اس پر لکھا تھا "ہالی ووڈ فیشن... ڈریسنگ سیلون۔" دوسری جانب "بال شفا... ٹانک" کے سائن بورڈ پر ہالی ووڈ کی وہ حسینہ بھی مسکرا رہی تھی جو پہلوان کے... اسٹائل پر فریفتہ نظر آتی تھی۔

اس حد تک بھورے ماموں اور کالے خاں کے بیانات میں کوئی فرق نہیں پایا جاتا کہ وہ مجرم کے ٹھکانے تک ضرور جا پہنچے تھے۔ چند کٹھن مرحلے طے کرنے کے بعد لیکن آسان تو کوئی کام نہیں ہوتا سوائے وزارت کے۔ تصدیق کرنے والے بھی ناقابل اعتبار نہیں سمجھے جا سکتے ہیں۔ چونکہ رازداری شرط تھی اس لیے بھورے ماموں نے اس مجذوب صفت شخص سے رجوع کیا تھا جو بالکل سامنے موجود پایا گیا تھا۔ سرقہ اور زنا بالجبر کے الزامات میں مطلوب خلیفہ بھونپو کا حلیہ سنتے ہوئے وہ نعرے لگا رہا تھا "سب سچ ہے پنڈولی کے نیچے۔" اس نے کچھ اور گستاخانہ الفاظ بھی کہے تھے مگر بھورے ماموں درویش

Urdu Books, English Books and Old pdf books download

http://www.Mypdfsite.com

کی تائید سے بھی مطمئن ہو گئے تھے اور اس کے عطا کیے ہوئے اعزازی خطابات سے بھی۔

دوسرا تصدیق کنندہ ایک نسوار فروش تھا۔ جس نے کالے خاں کے سوال کے جواب میں اسے پکڑ لیا "اوئے۔ داؤس کا بچہ۔ تم وہی ہے۔ تم امارا جیب کاٹا تھا اور بھاگ گیا تھا۔ نکالو امارا سات ہزار روپیہ۔ اور سات مہینے کا سود سات ہزار روپیہ ورنہ ہم تم کو سات سے تقسیم کرے گا۔"

کالے خاں نے مسکراتے ہوئے ایک ناقابل فہم جناتی زبان میں مختصر تقریر کی۔

بھورے ماموں نے اس کا ترجمہ یوں کیا "مسٹر بلیک بکس جو شمالی افریقا کے برادر اسلامی ملک کالا توا کے دارالحکومت توا کالا کے مندوب ہیں۔ آپ کی پذیرائی سے خوش ہوئے۔"

نسوار فروش اپنی جہالت پر پشیمان اور پریشان ہوا "کیا بولا آپ؟ کون سا برادر اسلامی ملک کالا کوا۔" "نہیں 'کالا توا'۔ جو شمالی افریقہ کے جنوبی ساحل کے مغرب میں الا توا کالا اور کالا توالا کی مشرقی سرحد پر واقع ہے۔" بھورے ماموں نے کہا۔

نسوار فروش کی عقل خبط ہو گئی۔ اس نے کالے خاں سے معافی مانگی "خو یارام پاگل کا بچہ اے۔ ہم تم کو جیب کترا سمجھا۔"

بھورے ماموں نے اسے یقین دلایا کہ سات ماہ قبل کسی بس کے سفر میں اس کا سات ہزار روپیہ کھو جانا اس کے اعمال کی سزا ہو گی۔ اس نے خیر سگالی کے جذبات کا اظہار یوں کیا کہ کالے خاں کو سو گرام نسوار کی ایک ڈبیا تحفے میں دی جس میں آئینہ بھی فٹ تھا۔

"اس میں اپنا شکل دیکھو۔ ہماری طرف سے۔" وہ بولا پھر اس نے بھورے ماموں کو خلیفہ بھوپو کے بارے میں اضافی معلومات فراہم کرتے ہوئے بتایا کہ ملزم نصف شب کو پراسرار طریقے پر آتا ہے اور جو عورت اس کے گھر میں ہے 'وہ غالباً ہیما مالنی ہے جسے وہ بمبئی سے بھگا لایا ہے اور اپنی منکوحہ ظاہر کرتا ہے۔ تیسری تصدیق ایک حادثاتی منجھے نے کی۔ جو اسی وقت زیر سایہ دیوار دریافت ہوا تھا۔ اس پر تقریباً وہی گزری تھی جو..... بھورے ماموں پر۔ فرق صرف اتنا تھا کہ وہ عادت کے مطابق چند کش لے کر عالم کی بے ثباتی اور اسرار و رموز کائنات پر غور کرنے میں محو ہو گیا تھا اور جب اٹھا تھا تو اس کا سرچوری ہو چکا تھا۔ کوئی اس کا امیتابھ بچن نما اسٹائل والا سر لے گیا تھا اور اس کی جگہ اپنا کدو جیسا سر رکھ گیا تھا۔ یہ کام خلیفہ بھوپو کے سوا اور کون کر سکتا تھا؟

چونکہ نصف شب تک ان کا وہیں قیام شکوک پیدا کر سکتا تھا۔ اس لیے بھورے ماموں کے مشورے پر کالے خاں اور وہ ڈنر کے لیے چلے گئے۔ ایک منحوس دن کے اثرات ابھی باقی تھے۔ چنانچہ ایک شادی ہال میں کھانے کو وہ نہیں ملا جو موجود تھا۔ اپنے روایتی انداز میں ان کی رخصتی کی گئی۔

بھورے ماموں نے بائیں جبڑے پر دو اور پیٹ پر ایک مکا کھایا۔ اس کے سر کو زیادہ خراج تحسین پیش کیا گیا۔ کالے خاں بھی جب انہیں سڑک پر اپنے ساتھ نیم دراز ملا تو اپنی ناک اور پسلیوں پر زیادتی کرنے والوں سے خاصا ناراض نظر آتا تھا۔

پندرہ منٹ بعد کیفے ڈی فٹ پاتھ پر انہوں نے زیادہ عزت اور وقار کے ساتھ پاؤ ایک پاؤ فی کس اور زردہ آدھا پاؤ فی کس کھاتے ہوئے اس سانحے کو اسی طرح فراموش کر دیا۔ جیسے کونسلر نتائج کا اعلان ہوتے ہی ووٹرز سے کیے ہوئے وعدے بھول جاتا ہے۔

نصف شب کے بعد سراغ رسانی کا خیال کالے خاں کے حوصلے کو کم کر رہا تھا مگر بھورے ماموں نے اسے ایک لیکچر دیا۔ اس میں بہت سے گمنام مفکرین کے اقوال زریں کا حوالہ آیا جنہوں نے کہا تھا کہ ماموں سے بھانجے کا رشتہ ایسا ہی ہے جیسا کوفتے کا کباب سے کہ اصل میں دونوں ایک ہیں۔ ایک گول ہے تو دوسرا چپٹا۔ اور یہ کہ خوش بخت بھانجے وہی ہیں جو ماموں پر یوں قربان ہو جائیں جیسے کالا بکرا صدقے میں ہوتا ہے۔

تاہم واپس جاتے ہوئے کالے خاں بدستور خطرات کا ذکر کرتا رہا۔

بھورے ماموں نے کہا "یاد کر کالے خاں' شاعر نے کیا کہا تھا کہ تندیٔ باد مخالف سے نہ گھبرا اے عقاب'

"وہ عقاب کے لیے کہا گیا تھا۔" کالے خاں بولا "میں تو عقاب کا بھانجا تک نہیں ہوں۔"

مجبوراً بھورے ماموں نے ترپ کا پتا استعمال کیا اور کہا "کالے خاں! اگر تو نے اس مرحلے پر ثابت نہ کیا کہ تو مرد ہے تو میں تیری خانہ آبادی کے پنج سالہ منصوبے کو مؤخر کر دوں گا۔"

اس کے بعد کالے خاں نے وہی کیا جو اس کے سرپرست اعلیٰ بھورے ماموں نے کہا۔ تاہم خود سرپرست اعلیٰ نے غلط فہمی پر مبنی احکامات صادر کر دیے۔ جب انہوں نے ملزم خلیفہ بھوپو کے دروازے پر دستک دی تو وہ اپنے ہاتھوں میں وہی تین ٹانگوں والی کرسی اٹھائے ہوئے تھے۔ بھانجے کالے خاں نے دروازہ کھولنے والے کو کرسی کی چوتھی ٹانگ سے ناک آؤٹ کیا اور یہ مرحلہ خوش اسلوبی سے طے کرنے کے بعد وہ خلیفہ بھوپو کی مبینہ منکوحہ ہیما مالنی کے انتظار میں رہے۔ بھورے ماموں نے ہیما مالنی کے حقیقی بھانجے کو اجازت دی کہ اندر جا کے اسے دیکھے۔ جتنا قریب سے چاہے مگر وہ بہت جلد مایوس لوٹا۔ اس نے بتایا کہ اندر ایک لوٹا تو ہے مگر ہیما مالنی نہیں ہے۔

"کوئی بات نہیں بھانجے! سری دیوی مل جائے گی تجھے اگر مقدر میں ہو گی۔" بھورے ماموں نے کہا "آپریشن کلین اپ کا اسباب کہاں ہے؟"

بھورے ماموں اور ان کے بھانجے نے آدھے گھنٹے سے کم وقت میں ناممکن کو ممکن کر دکھایا۔ اس

Urdu Books, English Books and Old pdf books download

http://www.Mypdfsite.com

پہلے تجربے سے قبل خود بھورے ماموں یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتے تھے کہ وہ ایک ٹنڈا بھی ٹھیک طرح سے جھیل سکتے ہیں یا نہیں مگر خلیفہ بھوپو کو ہر طرف سے جھیلنے میں انہوں نے پیشہ ورانہ مہارت کا ثبوت دیا اور اصل چہرے کو یوں برآمد کیا جیسے چھلکے میں سے ناریل کو نکالا جاتا ہے۔

اس کارروائی نے بھورے ماموں کے دل سے اپنے سرِ عزیز پر ہونے والے ظلم کا ملال دھو دیا تھا اور خود کالے خاں بھی بہت مسرور تھا کہ ٹنڈے بالجبر کے مجرم کو کیفرِ کردار تک پہنچانے اور ممانی کے جہیز کے لوٹے کی بازیابی میں وہ بھورے ماموں کے اعتماد پر پورا اترا۔ وہ لوٹے کے ساتھ روانگی اختیار کرنے ہی کو تھے کہ اچانک انہوں نے خود کو خلیفہ بھوپو کے روبرو پایا۔

چند لمحوں کے لیے حیرت اور صدمے نے بھورے ماموں کو منجمد کر دیا پھر انہیں صورتِ حال کی سنگینی کا اندازہ ہوا۔ ان کی غلط فہمی نے کسی بے گناہ کو مونڈ دیا تھا۔ اس سے پہلے کہ خلیفہ بھوپو کا لاؤڈ اسپیکر بولتا بھورے ماموں نے کرسی کے ایک وار سے اس کے تین ڈنڈے مارے۔ کالے خاں نے چوتھا ڈنڈا ہوا میں گھمایا اور دروازے کی طرف دوڑا۔ خلیفہ بھوپو کو اس نے بھورے ماموں سے ہم آغوش دیکھا تو اسے لوٹنا پڑا۔ اس نے ڈویل کو یوں ختم کیا کہ نشانہ تاک کے خلیفہ بھوپو کی سر پر لوٹا مارا' بھورے ماموں کا اپنے سر کو درمیان میں لانا غلطی تھا۔

یہ صرف کالے خاں کی معاملہ فہمی تھی کہ وہ شور مچاتے خلیفہ بھوپو کو دھکا دے کر گراتے اور لڑکھڑاتے جھومتے ماموں کو اٹھا کر فرار ہونے میں کامیاب ہوا اور جاتے جاتے باہر کی کنڈی لگانا بھی نہیں بھولا۔ بھورے ماموں اس وقت بھی بہکی بہکی باتیں کر رہے تھے اور اسی کیفیت میں انہوں نے ممانی کو ہیما مالنی بھی کہا جب کالے خاں نے انہیں لوٹے کے ساتھ ممانی کی خدمت میں پیش کیا۔ ممانی نے شوہر سے پہلے لوٹے کو دیکھا پھر انہوں نے کہا "تیرا ستیاناس موئے جیب کترے۔ یہ ہے وہ لوٹا؟ ارے' وہ تانبے کا تھا اور میرے جہیز کا تھا۔ یہ پیتل کا لوٹا کہاں سے اٹھا لایا۔ چوری بھی کرنے لگا ہے اب؟"

کالے خاں بہت تیز دوڑا تھا۔ پھر بھی لوٹا اس کی کمر پر توپ کے گولے کی طرح لگا کیونکہ ۔۔ ایک توپ نے فائر کیا تھا۔ وہ لوٹے سمیت گلی میں گرا اور روپوش ہو گیا۔

سالے تھانے دار نے جانب داری سے کام لیتے ہوئے بھورے ماموں کو ایک غلط بیان پر بچا لیا جس میں انہوں نے صرف اپنے بھانجے کو قصوروار قرار دیا تھا۔ کالے خاں نے روپوشی کے تیسرے دن اخبار میں اس واردات کا احوال پڑھا کہ "غلط فہمی" کی وجہ سے وہ خلیفہ بھوپو کو نہیں' اس کے لینڈ لارڈ کو صاف کر آئے تھے جو ایک غیر رجسٹرڈ قاضی اور نکاح خواں تھا اور جس نے خلیفہ بھوپو کو اپنے ساتھ جگہ دے رکھی تھی۔ اسے بھورے ماموں کی غلط بیانی کا قلق تھا۔ کیونکہ ٹنڈا بالجبر کے دونوں کیس انہی کی غلطی سے ہوئے تھے۔

○☆○

رشتوں کی دکان

بات ایک چھٹی کے دن کی ہے۔

پہلی بار دستک ہوئی تو ایک خواب رنگین کا آخری "ٹوٹا" چل رہا تھا۔ چونکہ ابھی تک خواب سنسر بورڈ کے دائرہ اختیار میں نہیں آئے' اس لیے یہ فرض کرنا مشکل تھا کہ چھاپا پڑ گیا۔ چھٹی ہو تو منہ اندھیرے گیارہ بجے میں خود بھی شرفاء کے پرائیویٹ خوابوں میں دخل نہیں دیتا۔ میں نے کاہلی کے باعث طے کیا کہ راہ رو ہو گا کہیں اور چلا جائے گا۔ لیکن دستک دینے والا تو دروازہ گرانے پر کمربستہ تھا۔ بادلِ ناخواستہ میں بستر سے یوں اٹھا جیسے صورِ اسرافیل پر قبر سے اٹھ رہا ہوں۔

میرے لباسِ شب خوابی میں لباس اتنا ہی ہوتا ہے جتنا آٹے میں نمک (ہائے اس جانگیا کے کپڑے کی قسمت غالب) اس قلندرانہ وضع کے باعث میں نے باپردہ حیادار خواتین کی طرح صرف ایک پٹ کھول کے جھانکا اور کہا "معاف کرنا بابا!" اور پٹ بند کرتے ہی مسٹنڈے فقیر کے بارے میں وہ کلمات کہے جو فقیر میرے بارے میں یقیناً کہتے ہوں گے لیکن وہ فقیر گالیاں کھا کے بھی بے مزہ نہ ہوا۔

"بھانجے!" اس نے گلوگیر آواز میں کہا "خون سفید ہو گیا ہے تمہارا؟ اپنے اکلوتے ماموں کو یوں دھتکارتے ہو۔"

"خون کہاں بھورے ماموں اس تن میں کہ بلیک اینڈ وائٹ ہو" میں نے شرمندہ ہو کے دروازہ کھولا۔ پھر بھورے ماموں کی شان و شوکت دیکھ کر میں دنگ رہ گیا۔ یوں لگتا تھا جیسے وہ پانچ دن تک گراؤنڈ میں بیٹھ کے ڈرا ہو جانے والا کرکٹ میچ دیکھتے رہے ہیں۔ یا خدانخواستہ سرمے کی جگہ انہوں نے اپنی کنجی آنکھوں میں بارود ڈال لیا ہے۔ ان کی ٹوپی جو پندرہ سال تک ہر زاویے سے ان کے پیچھے

Urdu Books, English Books and Old pdf books download

http://www.Mypdfsite.com

جیسے سر پر فٹ رہنے کے بعد فقیر کا کشکول بن گئی تھی' ان کے ہاتھ میں تھی۔ چنانچہ سر کا درمیانی حصہ خاصا روشن تھا۔ اس موبل آئل کے باعث جو کسی نے ان کو ہیر ٹانک کی شیشی میں بھر کے بتیس روپے آٹھ آنے میں دیا تھا۔ اتنا ہی ممانی کا شرعی حق مہر تھا۔ ان کی وہ شیروانی جس میں وہ شادی کے وقت پوری طرح سما گئے تھے' اب اتنی خالی تھی کہ بیک وقت ہم دونوں اسے پہن سکتے تھے۔ بخیے ادھڑنے سے شیروانی ائرکنڈیشنڈ ہو گئی تھی چنانچہ بغلوں میں سے گزرنے والی تازہ ہوا سیدھی اندر پہنچتی تھی اور موسم سرما میں محبوب کی نظر کی طرح دل سے جگر تک اتر جاتی تھی۔ پاجامے کا ایک پائنچہ ٹخنوں سے ذرا انچا تھا تو دوسرا ٹخنوں سے ذرا نیچا۔ خدانخواستہ فرق بھورے ماموں کی ٹانگوں میں نہیں تھا۔ یہ ممانی کا کمال فن تھا جو اپنے کپڑے درزی سے سلواتی تھیں اور ماموں کے خود سیتی تھیں۔ ان کا راسخ عقیدہ تھا کہ موئے درزی مردانہ کپڑوں کا ناس مار دیتے ہیں۔

"کالے خان!" بھورے ماموں نے بستر پر دھڑام سے گر کے کہا "اب کچھ تو کرنا ہی پڑے گا۔"

"خیریت ہے نا ماموں؟" میں نے ان کو ریڈ اینڈ وائٹ سگریٹ کا پیکٹ پیش کیا "آج تو آپ کا کبوتر بازی کا..... ون ڈے انٹرنیشنل میچ تھا۔"

"ہاں بھانجے!" بھورے ماموں نے ایک آئس کولڈ آہ بھری۔ "لیکن جب سے تیری ممانی گھر میں آئی ہے' کسی شوق کی گنجائش نہیں رہی" اس میں کوئی مبالغہ نہ تھا۔ ممانی کا رقبہ دیکھتے ہوئے تو تعجب ہوتا تھا کہ خود ماموں کے لیے گنجائش کہاں ہوگی "یہ بڑے افسوس کی بات ہے کالے خان!" ماموں نے برا سا منہ بنا کے کہا "یہ پیکٹ میں کون سے سگریٹ ڈال رکھے ہیں تم نے؟ پھر تم مکھڑا دھو لو اور کچھ ناشتا وغیرہ کر لو۔ پیٹ خالی ہو تو دماغ بھی خالی رہتا ہے" میں نے کچھ پہلوانوں کا حوالہ دیا جن کے پیٹ راشن ڈپو تھے لیکن عقل ان کی دشمن تھی۔ اس دلیل نے بھورے ماموں کو قائل نہیں کیا اور میرے حصے کا پچھتر فیصد ناشتا نگلنے کے بعد انھوں نے اپنے حالات پر روشنی ڈالی۔ خلاصہ اس کا یہ تھا کہ ممانی نے اپنے سرتاج سے انتہائی نامناسب گفتگو کی۔ ان کو نکما' کام چور اور ہڈ حرام کہا اور یہ بھی بھورے ماموں نے طبعی بردباری سے برداشت کر لیا تو انہیں الٹی میٹم دے دیا کہ یا تو کما کے لاؤ ورنہ میں چلی میکے۔

کام تو ماموں نے ایک سے ایک مشکل کیا تھا (مثلاً ممانی سے عقد) نتائج نے اگر کبھی ان کی توقعات کا ساتھ نہیں دیا تو قصور کس کا۔ وہ ہر فن مولا تھے۔ کم سے کم خود ان کی رائے یہی تھی۔ سب سے پہلے ایک گورے کمشنر نے انہیں اپنی کوٹھی میں ڈائریکٹر جنرل پلانٹ ریسرچ اینڈ جنرل منیجر گارڈن کے عہدے پر فائز کیا۔ یہ عقدہ ممانی پر شرپسندوں کی مذموم سازش سے فاش ہوا کہ وہ صرف مالی ہیں۔ وہاں انھوں

نے اپنے فرائض میں کوتاہی کبھی نہیں کی لیکن قدرت کے کھیل نرالے۔ جہاں انھوں نے بازار سے گیندے کے بیج لا کر بوئے تھے وہاں کدو کی بیل نے پھیلنا شروع کیا۔ جہاں گل داؤدی کاشت کیے تھے وہاں ایک بدصورت کیکٹس نمودار ہو گیا اور تیسری کیاری سے کسی گل گل کی جگہ چوہوں کا ایک نوخیز گلدستہ اپنے والدین کے ساتھ نکلا۔ کمشنر نے اس حیرت انگیز کارکردگی پر بھورے ماموں کو سند دے کر رخصت کیا۔ یہ سند ان کی بائیں آنکھ کے نیچے ٹانکوں کے نشانات کی صورت میں اب بھی آویزاں ہے۔

غسل صحت کے بعد جب گھر میں کھانے کو کچھ نہ رہا سوائے اپنی شیریں دہن زوجہ کی گالیوں کے۔ تو وہ ایک ہیر اسٹائل ڈیزائنر کے ایڈوائزر بن گئے۔ ممانی کو پھر معلوم ہو گیا کہ وہ کسی نائی کے ساتھ کام کرنے لگے ہیں۔ اس فن پر ریسرچ جاری تھی کہ ایک اندوہناک حادثے نے ان کی زندگی کا رخ بدل دیا۔ استاد مکرم کی غیر موجودگی میں ایک دن مشہور ہیرو سٹیپ کمار نے دکان میں قدم رنجہ فرمایا اور بالکل فلمی انداز میں چٹکی بجا کے کچھ اشارہ کیا۔ جس کا مطلب سمجھنے میں ماموں نے غلطی کی۔ سٹیپ کمار کے متعلق ان کو علم تھا کہ وہ اپنے ہم قافیہ کتنے فلمی ہیرو کی آخری کاربن کاپی ہے۔ انداز گفتگو' اداکاری اور ہیر اسٹائل میں ہو بہو اصل کے مطابق۔ لیکن وہ سیٹ پر سوجاتا تھا۔ ایوارڈ کی تقریب میں سوجاتا تھا۔ کرسی صدارت پر سوجاتا تھا چنانچہ فلم انڈسٹری سے پہلے ہی اس کے نصیب بھی سو گئے۔

وہ شیو بنوانے کے لیے آیا تھا لیکن اس کی آنکھ کھلی تو اسے اپنے مقابل شیشے میں یل برینر نظر آیا۔ اشارے کا غلط مطلب سمجھ کے ماموں نے چہرے کے بجائے اس کا سر صاف کر دیا تھا۔ سٹیپ کمار کی مشہور زمانہ ہیر اسٹائل والے سر کی جگہ ایک کدو رہ گیا تھا۔

چھ ماہ بعد بھورے ماموں اسپتال سے رخصت ہوئے بلکہ کیے گئے کیونکہ وہاں اطمینان سے لیٹ کر کھانا اور نرسوں سے شفقت کے مطابق اظہار عشق کرنا ان کی عادت بنتا جا رہا تھا۔ ان کی ایک ٹانگ دو انگلیاں' تین دانت اور چار پسلیاں جو سٹیپ کمار کا ہیر اسٹائل بدلنے میں ٹوٹ پھوٹ گئے تھے' سب ٹھیک ہو چکے تھے لیکن ان کی چال اس پرندے کی طرح ہو گئی تھی جو ایک بوٹ پالش کی ڈبیا پر نظر آتا ہے۔ وہ بات کرتے تھے تو آواز ان کی ناک سے نکلتی محسوس ہوتی تھی اور وہ سیدھے کھڑے ہوتے تھے تو کچھ ہلال عید کی طرح قوس بناتے تھے۔ اس کے باوجود ممانی کو ان پر رحم نہ آیا۔ وہ پھر تلاش روزگار میں نکلے۔ اگر وہ انگریزی میں اپنی قابلیت نہ بگھارتے تو ایک برطانوی کمپنی میں دربان ضرور ہو جاتے اور اس عہدے کے لیے میں ان کو موزوں نام بھی تجویز کر دیتا۔ مثلاً چیف ایکسٹرنل سیکورٹی آفیسر (اسٹینڈنگ) لیکن انگریز اپنی زبان کی توہین پر چراغ پا ہو گئے۔ انھوں نے ماموں کو کسی سرکس میں جوکر بننے کا مشورہ دیا

Urdu Books, English Books and Old pdf books download

http://www.Mypdfsite.com

جو ممانی کو بہت پسند آیا۔

"تمہیں تو نہ بھیس بدلنا پڑے گا' نہ ایکٹنگ کی ضرورت ہوگی۔" انھوں نے بھورے ماموں سے کہا۔ غصے میں بھورے ماموں سیدھے ایک سرکس گئے۔

"ٹھیک ہے۔ ناک کٹے گی تمہاری اور تمہارے میکے کی۔ بھیج دینا سب سالوں کو اور اپنے ابا کو۔"

لیکن بدقسمتی سے سرکس میں جوکر کی جگہ خالی نہ تھی۔ ماموں کو بکری کا کردار پیش کیا گیا۔ اس منظر کے لیے جب شیر اور بکری ایک گھاٹ پانی پیتے ہیں۔ گھاٹ کی جگہ ٹب تھا اور شیر کی کھال میں دو بھائی تھے جن کے نام تک نزاکت علی شرافت علی تھے لیکن کوئی اصل بکری یہ بات نہیں سمجھتی تھی۔

معاوضہ معقول تھا اور بکری بن کے وہ بالکل بھورے ماموں نظر نہیں آتے تھے۔ غضب یہ ہوا کہ تیسرے ہفتے مالک ایک حریف سرکس کا شیر چرا لایا اور ماموں کو خبر نہ ہوئی۔ خلاف معمول پانی پیتے ہوئے شیر نے ان کو لات ماری تو انھوں نے شیر کے لات ماری اور آہستہ سے کہا "ہوش میں رہو ورنہ کھال کھینچ لوں گا۔"

شیر فرماں بردار ضرور تھا لیکن بے غیرت نہیں تھا۔ ماموں پھر چھ ماہ اسپتال میں رہے۔

"بہت احمق شیر تھا" انھوں نے ایک بار مجھ سے کف افسوس ملتے ہوئے کہا "اپنی تو ہڈیوں میں کود ا نہیں' تمہاری ممانی ہوتیں تو بات تھی۔ شیر دو وقت پیٹ بھر کے تو کھاتا۔"

دوسری مرتبہ اسپتال سے نکالے جانے کے بعد وہ روبوٹ کی طرح چلنے لگے۔ کچھ انگریزی حرف ایس کی طرح ہوگئے اور چینی لہجے میں عربی بولنے لگے جو در[illegible]ت اردو ہی ہوتی تھی۔

ان حالات میں بھورے ماموں کیا کرسکتے تھے سوائے کبوتر اڑانے یا گپ لڑانے کے لیکن ممانی کی زبان میں ان کے وجود سے زیادہ زور تھا۔ انھوں نے بھورے ماموں کو پھر سندباد جہازی کی طرح روانہ کردیا تھا کہ ملک عدم جاؤ یا شہر خموشاں لیکن کچھ کما کے لاؤ۔ چنانچہ وہ نہایت شکستہ دل شکستہ میرے روبرو بیٹھے تھے۔

"دھمکی اگر میکے جانے کی ہے ماموں تو اور کیا چاہیے" میں نے غور فرما کے کہا۔

"کالے خاں! بھورے ماموں نے مجھے ڈانٹ کر کہا "میں اس کے جانے سے نہیں ڈرتا۔ بعد میں آنے والوں سے ڈرتا ہوں۔"

بھورے ماموں کی بات برحق تھی۔ ان کے سب سالے خطرناک تھے۔ ایک قسائی' دوسرا کباڑی' تیسرا پہلوان تو چوتھا باکسر۔ باقی دو میں سے ایک کو گینڈا اور دوسرے کو ہندہ زور سمجھا جاسکتا تھا۔ دونوں کی

ہزار ہارس پاور کے مالک تھے۔

"کیا آپ دھمکی نہیں دے سکتے ماموں؟" میں نے مزید غور فرما کے کہا "مرد تو فوراً دوسری شادی سے ڈرا دیتے ہیں۔ سالے آپ کو مقتول نہیں کرسکتے۔ آپ جیسے بھی ہیں' ان کی بہن کے سہاگ ہیں۔"

ماموں کا چہرہ پل بھر کے لیے کھل اٹھا۔ پھر مرجھا گیا اور انھوں نے دوسری آئس کولڈ آہ بھر کے بڑے دکھ سے کہا "اب وہ اتنی احمق بھی نہیں ہے۔ وہ جانتی ہے کہ مجھے تو اب الزبتھ ٹیلر تک قبول نہیں کرے گی۔"

"لیکن ماموں' یہ جو ضرورت رشتہ کے اشتہارات آتے ہیں' ان میں تو اکثر یہ ہوتا ہے کہ فیکٹری یا مل اور فارم یا باغات کی مالک لیڈی ڈاکٹر یا گرین کارڈ ہولڈر۔ بزنس کرا کے دینے والی۔ ذاتی کار' کوٹھی کی مالک۔ انتہائی حسین' دراز قد' اٹھارہ سالہ بیوہ کے لیے رشتہ مطلوب ہے۔ صرف شرافت کی شرط ہوتی ہے۔ عمر ایک سو اٹھارہ سال سے زیادہ نہ ہو۔ ذات پات کی کوئی قید نہیں اور دوسری شادی والے بھی رجوع کرسکتے ہیں" میں نے کہا۔

"وہ تو شادی دفتر والوں کے اشتہار ہوتے ہیں بھانجے!" بھورے ماموں نے کہا "اور اب تم سے کیا پردہ' میں تو سب جگہ کوشش کر کے دیکھ چکا ہوں۔ اپنی ممانی کو مت بتانا۔"

"بھورے ماموں! ان کے شادی دفتر جانے میں ڈر کی کیا بات ہے" میں نے کہا "مرد عموماً عورتوں سے شادی کرتے ہیں۔"

"کالے خان! میں کچھ اور کہہ رہا تھا۔ اس نے دو ہزار کی کمیٹی ڈالی تھی۔ وہ شادی دفتر والے لے گئے" بھورے ماموں نے کہا "وہ سمجھتی ہے میں نے تمہارا رشتہ طے کرانے میں خرچ کردیے۔"

"میرا رشتہ؟" میں نے اچھل کر کہا "کس سے طے ہوا تھا؟"

"ایک لکھ پتی اور نوعمر بیوہ سے" ماموں نے خفت سے کہا "جس کا فور اسٹار ہوٹل' ایک پلازہ اور ڈیفنس میں کوٹھی ہے۔ تمہاری ممانی اس لیے خاموش ہے کہ دو ہزار کے بجائے چار ہزار یا دس ہزار واپس ملنے کی امید ہے۔"

"لیکن ماموں! اس کے آدم خور میکے والے..." میں نے گھبرا کے کہا۔

"ڈرو نہیں بھانجے۔ قرض ادا ہوجائے گا" بھورے ماموں نے مجھے تسلی دی "یہ بتاؤ آج کل دھندا کیسا ہے؟"

Urdu Books, English Books and Old pdf books download

http://www.Mypdfsite.com

"مندی کا رجحان ہے ماموں!" میں نے افسوس سے سر ہلایا "گرانی کے سبب ہر جیب خالی ملتی ہے اور کبھی کچھ ملتا ہے تو آدھا پولیس رکھ لیتی ہے۔ نہ دو تو بہت مار پڑتی ہے' پکڑے جانے پر۔"

"ایسا ہی بزنس ہے یہ بھی کالے خاں!" بھورے ماموں نے کہا "ہم دونوں مل کے کر سکتے ہیں۔ میں چیئرمین اور تم منیجر۔ چیئرمین کو ذرا سنجیدہ مزاج' باوقار اور بس میرے جیسا ہونا چاہیے۔ منیجر فیلڈ ورک کرتا ہے۔۔۔"

"کیسا فیلڈ ورک ماموں؟" میں نے بھنا کے کہا "چیئرمین اور منیجر کس بزنس کے؟"

"یہی شادی کرانے کا بزنس!" بھورے ماموں نے کہا "میں نے یہ پال۔۔۔" ماموں کو فوراً اپنی صاف چندیا کا خیال آیا "میرا مطلب ہے' میں نے دنیا دیکھی ہے اور تم بھی بہت ماہر ہو جیب کاٹنے کے فن میں' بہت کامیاب رہو گے۔"

اس کے بعد بھورے ماموں نے ایک مدلل تقریر کی اور مجھ پر شادی دفتر کھولنے کے فوائد کا انکشاف کیا۔ میں دم بخود بیٹھا سنتا رہا اور سوچتا رہا کہ یہ تو کہیں زیادہ آسان کام ہے۔

"طریق کار کو میں نے سمجھ اور دیکھ لیا ہے" بھورے ماموں نے کہا "اب ضرورت ہے تھوڑے سے سرمائے کی اور عقل کی۔ سرمایہ تم فراہم کرلو گے۔ فوراً نہ سہی' دو چار دن میں وہ صنعتی نمائش شروع ہو رہی ہے' بہت رش ہوگا اور سب غیر ملکی سامان خریدنے والے آئیں گے۔ جمعہ بازار کے دال چاول خریدنے والے نہیں۔ اللہ یہ موقع فراہم کر رہی ہے بھانجے' بائیس سال بعد۔"

ایک ہفتے بعد میں نے اور بھورے ماموں نے آفس کا انتخاب کرلیا۔ آفس ایک ایسی عمارت میں تھا جہاں شادی کرنے والا کوئی نہ تھا' سب شادی کرانے والے تھے۔ آفس تین کمروں پر مشتمل تھا۔ اس کا کرایہ ایک ہزار روپے ماہانہ تھا اور مجھے اس کا ایڈوانس بارہ ہزار دینا پڑا تھا۔ بھورے ماموں نے تسلی دی تھی کہ بارہ ہزار تو جمع سمجھو۔ ہزار روپے تو ایک دن کی کمائی ہے۔ اگر دو احمق روز پھنس جائیں اور احمقوں کی کیا کمی۔ ایک ڈھونڈو' ہزار ملتے ہیں۔ اس دلیل نے مجھے قائل کیا۔ بھورے ماموں بہت بڑے ڈپلومیٹ تھے۔

پہلا مسئلہ نام کا تھا۔ میں نے بہت سے نام تجویز کیے لیکن اس نام سے پہلے ہی کوئی فائدہ اٹھا چکا تھا۔ خانہ آبادی لمیٹڈ' گھر بساؤ کارپوریشن' نکاح ساز کمپنی۔۔۔ پھر ماموں نے "میاں بیوی کمبل انٹرپرائز" تجویز کیا۔

"ہم فحاشی کے الزام میں دھر لیے جائیں گے ماموں" میں نے کہا۔

"لاحول ولا قوۃ۔ فحاشی تمہارے دماغ میں ہے بھانجے!" بھورے ماموں نے کہا "وہ کہاوت نہیں سنی تم نے کہ۔ میں تو کمبل کو چھوڑتا ہوں' کمبل مجھے نہیں چھوڑتا۔ یہ اسی کی طرف اشارہ ہے۔ میاں بیوی ایک دوسرے کے لیے کمبل ہو جائیں۔"

"لیکن اس وضاحت کے باوجود میں نے نام مسترد کردیا۔ پھر ہم فارسی کی طرف چلے گئے۔ ادارہ زوجیت۔ انجمن افزائش حیوان ناطق' تنظیم اولاد آدم و حوا۔ بالآخر اتفاق رائے کے بی میرج بیورو پر ہوا جو دراصل کالے خاں بھورے ہاں میرج بیورو تھا لیکن کبھی کسی نے کے بی کا مطلب پوچھنے کی ضرورت محسوس نہیں کی۔ میرج بیورو کافی تھا اور لوگ اس نام سے اتنے مانوس تھے جتنے دیگر ایجادات مثلاً بلڈ پریشر یا پریشر ککر سے۔ سائن بورڈ کا ڈیزائن میں نے بقلم خود بنایا اور چیئرمین کو پیش کیا۔ اس میں تجلہ عروسی کا تفصیلی منظر تھا لیکن بھورے ماموں نے بدلہ لینے کے لیے اسے مسترد کردیا اور وجہ وہی بتائی کہ ہم فحاشی میں دھر لیے جائیں گے۔ میں نے دوسرا ڈیزائن فوراً بنالیا اور اپنی ذہانت اور مصوری کی صلاحیت سے چیئرمین کو سخت متاثر کیا۔ ڈیزائن میں دائیں جانب ایک شخص مغلوں جیسے لباس میں تلوار لٹکائے اور سہرا باندھے گھوڑے پر سوار تھا۔ دوسری جانب سے دو افراد ڈولی اٹھائے آگے بڑھ رہے تھے اور درمیان میں کے بی میرج بیورو کے الفاظ نمایاں تھے۔

"یہ گھوڑے پر کون ہے بھانجے؟" بھورے ماموں نے ایک اشتعال انگیز سوال کیا "چہرہ نظر نہیں آتا۔"

"سہرا باندھ کے کون بیٹھے گا ماموں؟" میں نے جل بھن کر کہا "دلہن کا باپ؟ ظاہر ہے یہ دولہا ہے۔"

"ظاہر تو یہ بھی ہوتا ہے کالے خاں کہ یہ گھوڑا نہیں گدھا ہے" ماموں نے کہا۔

"اوپر یا نیچے' ویسے فرق اب کوئی نہیں دیکھتا ماموں۔ اٹھانے والے تو ایسے چل رہے ہیں جیسے دلہن کو نہیں اس کے پورے میکے کو ڈھونا پڑ رہا ہے۔"

"ڈولی اٹھائی ہے کبھی آپ نے؟" میں نے کہا "اگر اس میں ممانی ہوں تو کیا آپ اور میں پالکی اٹھا کے لا سکتے ہیں مسکراتے ہوئے؟"

ماموں نے کچھ اور اعتراضات کے بعد ڈیزائن کو منظور کیا کیونکہ وہ سمجھ گئے تھے کہ میں ہار ماننے والا نہیں ہوں۔ دفتر کا فرنیچر اور اسٹیشنری وغیرہ حاصل کرکے ہم نے سائن بورڈ آویزاں کردیا۔ مصور عرف پینٹر کو قلم اور کرکٹ سے دلچسپی تھی چنانچہ سہرے کے پیچھے چہرہ سرفراز نواز کا لگتا تھا اور ڈولی کے

Urdu Books, English Books and Old pdf books download

پردے سے رانی جھانک رہی تھی۔ درمیان میں 'کے پی میرج بیورو' کے حروف محض تماشائی لگتے تھے۔ بورڈ آویزاں کرتے ہوئے ایک بار منیجر نیچے گرا۔ دوسری مرتبہ بورڈ چیئرمین پر گرا۔ لیکن بالآخر اسے لٹکا دیا گیا۔

پہلا دن میں نے اپنے کمرے میں طبلہ بجاتے ہوئے۔ "آجا مورے بالما تیرا انتظار ہے" گاتے اور جماہیاں لیتے گزارا۔ بھورے ماموں نے دوبارہ بحیثیت چیئرمین مجھے وارننگ دی کہ میرا رویہ منیجر کے شایان شان نہیں۔ پھر دوبار میں نے اسے وارننگ دی۔ ایک بار وہ جوتوں سمیت کرسی پر پیر رکھے اکڑوں بیٹھے تھے۔ دوسری بار قمیص کے دامن سے ناک صاف کر رہے تھے۔ ظاہر ہے کمپنی کے چیئرمین ایسا نہیں کرتے۔ عموماً تو وہ کچھ بھی نہیں کرتے۔ سوائے تنخواہ اور مراعات لینے کے۔

"بھانجے!" لنچ کے وقفے میں بھورے ماموں نے متفکر ہوکے کہا "کیا لوگوں نے شادی کرنی چھوڑ دی ہے؟"

"دیواروں پر شفاخانوں کے اشتہار کتنے زیادہ ہو گئے ہیں ماموں!" میں نے کہا۔

"لیکن بازاروں اور سڑکوں پر کرکٹ کھیلنے والے بچوں کی تعداد بڑھتی جا رہی ہے کالے خاں!" ماموں نے کہا۔

"بھورے ماموں! اگر آپ ذرا منطقی انداز فکر اختیار کریں" میں نے کہا "تو ماننا پڑے گا کہ شادی الگ چیز ہے۔"

لنچ کے بعد پہلا مستقبل کا دولہا نمودار ہوا۔ اسے دیکھ کر مجھے چھوارا یاد آیا۔ سوکھا ہوا اور مرتل۔

"آیئے تشریف لایئے" میں نے بے حد خوش اخلاقی سے مسکرا کے کہا "ہمارے پاس ہر قسم کا رشتہ موجود ہے۔ بس اپنی پسند بتا دیں۔ فارم میں سب موجود ہے۔ کنواری' بیوہ یا مطلقہ' عمر' قد' وزن اور رنگ۔ حاضر اسٹاک میں سولہ سال سے ایک سو سولہ سال تک کی لڑکیاں ہیں۔ قد دو فٹ سے دو میٹر تک۔ وزن آدھے من سے آدھے ٹن تک۔ کالی جیسے لیلیٰ تھی۔ گوری جیسے بم۔ چکنی جیسے سرسوں۔ جاہل اور پڑھی لکھی' پڑھی لکھی' یونیورسٹی سے ٹھنٹو تک کی۔۔۔"

"اے بھائی۔۔۔ ابھی اپنے کو جاستی نام نہیں ہے" چھوارے نے کہا "سب کا تقریر سنیں گا تو دھندا کیسے کریں گا۔ چندہ نکالو ڈھائی سو روپیہ۔"

"چندہ؟" فارم میرے ہاتھ میں لرا آرہ گیا "کس بات کا؟ کون سے یتیم خانے میں ہو تم۔۔؟"

"ابھی بولو دھندا کرنے کو ہے یا نہیں؟ شادی دفتر ایسوسی ایشن کا ممبر نہیں بنے گا؟" چھوارے نے کہا۔

"نہیں" میں نے دوٹوک لہجے میں کہا "کیا بگاڑ لے گی تمہاری یہ نام نہاد ایسوسی ایشن۔۔۔"

"ارے بابو۔۔۔ رستم۔۔۔ جانی واکر۔۔۔" چھوارے نے چیخ کر کہا۔ اس کی آواز میری خودی سے بہت زیادہ بلند تھی۔ فوراً وہ تین گوریلے اندر آگئے جن کو پکارا گیا تھا۔ میں نے خاموشی سے ڈھائی سو روپے ادا کر دیے اور چھوارے سے ہاتھ بھی ملایا۔ چیئرمین نے سارا واقعہ دروازے کے پیچھے چھپ کے دیکھا تھا۔ چھوارے کے جاتے ہی وہ نمودار ہو گئے۔

"یہ تو غنڈا ٹیکس ہو گیا بھانجے!" ماموں نے مجھے تسلی دی کیونکہ میں غصے سے تھر تھر کانپ رہا تھا۔

"ہر ٹیکس غنڈا ٹیکس ہوتا ہے ماموں!" میں نے افسوس سے کہا۔ یہ ایک فلسفیانہ نکتہ تھا مگر سچ تھا۔

اسی وقت دوسرے شخص نے قدم رنجہ فرما کے ہمارے شکستہ دل کو سہارا دیا۔ چیئرمین نے فوراً اپنے کمرے کا رخ کیا اور میں نے خوش مزاجی کے ساتھ اس کا استقبال کیا۔ چھوارے کے برعکس وہ پورا ناریل تھا۔ اوپر نیچے سے مخروطی اور درمیان میں ہر طرف پھیلا ہوا۔ میں نے اس سے بھی زیادہ بے ڈھنگم اور بے ڈول دولہا دیکھے تھے چنانچہ میں نے کسی ٹیپ ریکارڈر کی طرح بجنا شروع کیا "ہمارے پاس ہر قسم کا رشتہ موجود ہے۔ بس اپنی پسند بتا دیں۔۔۔"

"بکواس بند" ناریل نے دھڑ سے میز پر ہاتھ مارا "لائسنس دکھاؤ۔"

"کس کا؟" میں نے فارم پھر دراز میں ڈال کے کہا "نہ میرے پاس توپ ہے' نہ وی سی آر نہ کار۔۔۔"

"بکواس بند" ناریل نے دوسرا ہاتھ زمین پر مارا "یہ کاروبار کیسے شروع کر دیا تم نے۔ ہر کام کے لیے تو لائسنس ہم دیتے ہیں۔ اس ہفتے کی فیس سو روپے نکالو۔ آئندہ ہر ہفتے تھانے کا آدمی لے جائے گا۔"

"چار سو روپے ماہانہ!" میں نے کہا "خیر رسید کاٹو اور لائسنس بناؤ' لوٹ مچی ہے ہر طرف۔"

"بکواس بند" ناریل نے ایک لات مار کر دائیں طرف کی کرسی گرا دی "میں تھانے دار ہوں اس علاقے کا۔"

"کیا ثبوت ہے اس بات کا؟ شناختی کارڈ دکھاؤ۔" میں نے سو روپے نکالتے ہوئے کہا "مجھے تو تم ناریل لگتے ہو۔"

"بکواس بند" ناریل نے دوسری لات مار کے بائیں ہاتھ کی کرسی بھی گرا دی "ورنہ بند کر دوں گا پھر ثبوت مل جائے گا۔"

http://www.Mypdfsite.com
Urdu Books, English Books and Old pdf books download

http://www.Mypdfsite.com

نارمل اپنی شرافت اور قانون پسندی کا مظاہرہ کر کے چلا گیا تو میں نے بھورے ماموں کے سامنے ٹیکس کے بارے میں اپنے نظریہ کو دہرایا "لاقانونیت حد سے بڑھ گئی ہے ماموں!" میں نے کہا۔

"ہاں بھانجے! لیکن اسی کے باعث تو یہ کاروبار بھی چل رہا ہے" ماموں نے بہت پتے کی بات کہی "چوری کرنا ہو تو کتے کو بھی ہڈی ڈالنا ہی پڑتی ہے تاکہ وہ بھونکنے سے باز رہے۔"

اسی دن شام کو جب ہم بوہنی غلط ہونے کے سوگ میں آفس بند کرنے والے تھے اور کنگ رابرٹ بروس سے زیادہ مایوس تھے۔ مکڑی کی طرح ایک شخص اندر آگیا "مٹی ہے ہماری" اس نے شرماتے ہوئے کہا "بیاہ کرنا ہے اس کا۔"

"ضرور کریں، مگر جوان تو ہونے دیں اسے" میں نے کہا "ہم شیر خوار بچوں کے رشتے نہیں کراتے۔"

"لاحول ولا قوۃ۔ میاں، یہ جو اپنی منی بیگم گاتی ہے" اس نے برا مان کے کہا "ٹی وی میں بھی اسے بوتل سے دودھ پیتے دیکھا ہے؟ بس اسی عمر کی ہے۔"

"اچھا اچھا" میں نے ایک فارم نکالا "یہ رجسٹریشن فارم ہے۔ انشاء اللہ ہم بٹیا کا ایسا رشتہ طے کرائیں گے کہ آپ پھر آئیں گے۔ صرف چھ سو روپے فیس ہے اس کی۔"

منی کے ابا نے فارم کو اوپر سے نیچے تک دیکھا اور واپس کر دیا "ہم پڑھنا نہیں جانتے۔ آپ ہم سے پوچھ لو اور بھر لو" اس نے چھ سو روپے واسکٹ کی جیب سے نکالے۔ میں اسے چیئرمین کے پاس لے گیا جہاں سوالات بھورے ماموں نے کیے اور جوابات میں نے لکھے۔ منی کی عمر اٹھارہ سال اور چند ماہ تھی۔ میں نے ساڑھے اٹھارہ سال لکھ دی۔ تعلیم کا یہ کہ اسکول کے بعد کالج جاتی لیکن حالات نے اجازت نہ دی۔ میں نے میٹرک پاس لکھا "بوتا ساتھ" اس نے مجھے چکرا دیا تھا لیکن میں نے قدر درمیانہ لکھ دیا۔ بقول ان کے منی حسن و سیرت میں ایسی تھی کہ چراغ لے کر ڈھونڈے نہ ملے۔ امور خانہ داری میں ایسی طاق کہ ہر قسم کا اچار ڈال لیتی تھی۔ ڈبل روٹی کے توس کاٹ لیتی تھی اور چولہا جلا لیتی تھی۔ ابا میاں نے آدھا گھنٹا تقریر کی اور میں نے جو نتائج اخذ کیے وہ بے حد قابل رشک تھے۔ ایک مرحلے پر تو میں اتنا جذباتی ہو گیا تھا کہ اس مجموعہ صفات منی کے لیے اپنے آپ کو پیش کرنے کی سوچنے لگا تھا۔ غالباً خود چیئرمین بھی یہی سوچ رہے تھے۔

"جہیز میں سب دیں گے منی کو۔ ایک مکان بھی۔ زیادہ بڑا تو نہیں، ہزار گز کا تو ہو گا" ابا میاں نے کہا۔

"آپ فکر مت کریں" بھورے ماموں نے چٹکی بجا کے کہا۔ "ایسی لڑکیوں کا رشتہ تو یوں طے ہوتا ہے۔ لڑکا کیسا مانگتے ہیں آپ؟"

"لڑکا کشم اور انکم ٹیکس میں چپراسی بھی قبول ہو گا" ابا میاں نے فرمایا "باہر کچھ بھی ہو۔ پلمبر یا ویلڈر ورنہ پھر پولیس میں کم سے کم اے ایس آئی، کارپوریشن کا ٹھیکے دار اور نہ ملے کوئی تو مجبوری میں ڈاکٹر، انجینئر، وکیل، تعلیم عمر ذات پات کی قید نہیں۔"

"اور جو آپ کو بالکل ناقابل قبول ہوں گے" میں نے مایوسی سے کہا۔

"کالج یونیورسٹی کے پروفیسر، فلم پروڈیوسر، سینما کے مالک، شاعر، ادیب، پبلشر، موسیقار، گلوکار... وہ سب جن کا مستقبل مخدوش ہے بلکہ شاید ہے ہی نہیں" ابا میاں بے حد حقیقت پسندانہ خیالات رکھتے تھے۔

"بہت خوب!" میں نے کہا اور بھورے ماموں نے دوسرا فارم نکالا "یہ ممبر شپ فارم ہے" میں نے دو سو روپے کی دوسری رسید کاٹتے ہوئے کہا۔ اور تیسرا انٹروڈکشن فارم نکالا جس کی فیس سو روپے کی تھی۔ چوتھا سروس فارم بھورے ماموں نے دیا۔ آنے جانے کے اخراجات کے لیے دو سو روپے سروس چارجز کی رسید میں نے کاٹی۔ آخری فارم ہم نے اسے مفت دیا۔ یہ ڈکلریشن فارم تھا جس میں لکھا تھا کہ ایک بار رشتہ طے کرانے کے بعد ہم ہر قسم کی قانونی ذمے داری سے مبرا ہوں گے اور کسی معاملے میں فریق نہیں بنیں گے۔ منی کے ابا کی حالت اس وقت تک خطرناک ہو چکی تھی۔ اگر ہم ایک فارم اور نکالتے یا ایک روپیہ اور مانگتے تو وہ کچھ نہ کچھ ضرور کرتا۔ خودکشی یا دوہرے قتل کی واردات۔

میں اسے رخصت کرنے نکلا تو ایک اور امیدوار کو منتظر پایا۔ اس کی عمر پچاس سال ہو گی لیکن وہ اتنا صحت مند تھا کہ مجھے اور ماموں کو بغل میں دبا کے دوڑ لگا سکتا تھا۔ جیسے کہ ایک مغل شہنشاہ کی ہابی تھی۔ معلوم نہیں وہ دو آدمی کون ہوتے تھے۔ اس نے بہترین سوٹ پہن رکھا تھا جس کا کپڑا امپورٹڈ تھا۔ سنہرے فریم کی عینک کلائی کی گھڑی اور جوتے سے لے کر بریف کیس تک اس کے پاس ہر چیز امپورٹڈ تھی اور وہ بہت قیمتی غیر ملکی سگریٹ پی رہا تھا۔

"فرمایئے میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں" میں نے اس کی معزز اور مہذب شخصیت سے متاثر ہو کے انگریزی میں پوچھا۔ ضرورت کے چند جملے میں نے خاصی محنت سے حفظ کیے تھے۔

"ہیں جی؟" وہ ہکلا کے بولا "ارے بابو۔ ہمار سمجھ میں کچھ نا ہیں آوت ہے۔ ایسہ سادی دفتر ہوت کہ نا؟"

Urdu Books, English Books and Old pdf books download

http://www.Mypdfsite.com

"جی... وہ تو ہے" میں نے گڑبڑا کے اردو میں کہا "لیکن میں مذاق نہیں کر رہا تھا۔ میں نے پوچھا تھا کہ آپ کیا چاہتے ہیں۔"

"تو ایسے بات کرنا" وہ سگریٹ کا کش لگا کے بولا "انگریجی ہم تا ہیں جانت ہیں۔ ہوا یوں' اپنا بیاہ کرادے کسی چھوری سے۔ ہے کوئی اول نمبر لونڈیا؟ کھب صورت ہووے۔ اس مورت کی طرح جو تو نے بورڈ پر بنائی ہے۔"

"ویسی ہی ہے" میں نے ایک سرد آہ بھر کے کہا "آپ اندر قدم رنجہ تو فرمایئے۔"

"اور کیا پھرادیں؟" وہ اکھڑ لہجے میں بولا "ای ہے لے اپنی فیس!" اس نے جیب سے دس دس کے نوٹوں کی ایک گڈی نکال کے میز پر پھینکی "اور بول؟ کم ہیں تو یہ لے" اس نے دوسری جیب سے دوسری گڈی نکالی۔

"وہ تو سب ٹھیک ہے جناب! لیکن آپ اندر چلیں" میں نے کہا "کچھ فارم بھرنے پڑیں گے آپ کو۔"

"فارم؟ دیکھو بابو! ہم انگوٹھا لگا کے دیت ہیں" وہ اٹھتے ہوئے بولا "تو ہی بھر لیو' جو تیرا دل کرے۔"

"لیکن جناب! آپ کا نام' آپ کے والد کا نام' پتا' پیشہ..." میں نے کہا "یہ سب میں کیسے لکھوں؟"

"نام ہمار بچپن میں بوت تھا" وہ بولا "اماں کا نام اللہ رکھی' ابا مولا بخش۔ اب ہم لال محمد خان ہیں۔ لوگ اپل کے خان لکھت ہیں۔ ایک بیوا اپنی ساس کا مار کے دی۔ دوسری ہمار ابا کا مار کے۔ تیسری ہم کا چھوڑ کے ایک کالج کے ماسٹر سنگ بھاگ گئی۔ چوتھی کا ہم چھوڑ کر پاکستان بھاگ آئے۔ اب کلفٹن میں رہت ہیں۔ ہجار گج کی ایک کوٹھی میں اکیلے۔ دودھ' گھی' پھل سب باہر کا کھاوت ہیں۔ مکا ملا کر کے دیکھ لے۔ جور کس میں جیادہ ہے۔"

"نہیں نہیں" میں نے گھبرا کے پیچھے ہٹتے ہوئے کہا "آپ بہت شہ زور ہیں' منہ زور ہیں' یہ بتائیں آپ کسٹم میں نوکری تو نہیں کرتے؟" "مثلاً وہاں چپراسی کے مرتبہ پر فائز ہیں؟"

"ارے واہ بیوا!" وہ میرے کندھے پر ہاتھ مار کے بولا "بڑا سیانا ہے تو۔ کھانا خراب۔ کھوب پہچانا۔"

"سب کچھ تو آپ ہیں جی۔ آدمی کے سوا" میں نے کراہ کے کہا زیر لب کہا "آپ کل آجائیں۔"

جب وہ چلا گیا تو میں نے دو ہزار روپے چیئرمین کے سامنے رکھے جو اپنے کمرے میں بیٹھے صرف مسکرا رہے تھے "کل سے میں چیئرمین۔ آپ منیجر بھورے ماموں!" میں نے کہا "کندھا تو توڑ دیا جاہل

نے۔"

"منیجر کا کام ہمیشہ اتنا جان لیوا نہیں ہوتا کالے خاں!" ماموں نے میرا شانہ دبا کے اور گھما کے بال بیئرنگ وغیرہ چیک کیے "اس کے علاوہ بڑا میں ہوں۔ پھر تم چیئرمین کیسے ہو سکتے ہو۔ ویسے تمہارے پاس بھی چیئرمین ہے اور میں یعنی آدمی تم ہو۔"

"یہ رشتہ تو کھٹو ہو گیا ماموں!" میں نے کہا "رب نے ملائی جوڑی۔"

"کل صبح سب سے پہلے منی کے ابا کے گھر جاؤ۔ وہ بھی آجائے کل" بھورے ماموں نے کہا "للا کو سامنے بٹھا کے بات کرا دو۔ پھر ہماری ذمے داری ختم۔"

صرف دو امیدواروں نے ہی... ہماری امید کا بلب کھٹ سے روشن کر دیا تھا۔ نیگیٹو اور پازیٹو تار خود ہی چل کے ملنے کے لیے ہمارے پاس آگئے تھے۔ اگلے دن میں نے منی کے ابا اور للا کو پروگرام "روبرو" میں پیش کیا اور خود وکٹ کیپنگ کرتا رہا یعنی کوئی فریق غلط سوال کر بیٹھتا تھا تو اپنی ٹانگ اڑا کے بات کا رخ بدل دیتا تھا۔ منی کے ابا نے جاتے ہوئے ہاتھ ملا کے میرا شکریہ ادا کیا اور للا نے خوشی سے میرے دوسرے شانے پر ہاتھ مارا مگر انعام میں "ہجار" روپیہ بھی دیا۔ دونوں کی فائل مکمل کر کے میں نے الماری میں رکھی اور اخبار کے لیے اشتہارات ایجاد کرنے لگا۔ عادت کے مطابق پہلا اشتہار تھا۔ بائیس سالہ تعلیم یافتہ' دراز قد خوبرو حسینہ' بچہ کوئی نہیں۔ نیویارک میں فائیو اسٹار ہوٹل کی مالک۔ شادی کے لیے پاکستان آئی ہے۔ شوہر کو امریکا ساتھ جانا ہوگا۔ کاروبار کو سنبھالنے کی صلاحیت رکھنے والے تعلیم یافتہ افراد رجوع کریں۔ لالچی لوگ زحمت نہ کریں۔"

"سبحان اللہ بھانجے!" بھورے ماموں نے قہقہہ مار کے کہا "کیا جال بچھایا ہے۔ کل پولیس کو بھی نہ بلالیں؟"

"وہ جال میں پھانستے ہیں ماموں! پھنستے نہیں" میں نے کہا۔

"تمہاری عقل اکثر گھاس چرنے چلی جاتی ہے" ماموں نے افسوس سے سر ہلایا "کالے خان۔ اس ملک میں کتنے ڈبل ایم اے' کتنے ڈاکٹر' انجینئر بے روزگار پھر رہے ہیں؟"

"لاکھوں نہیں تو ہزاروں ضرور ہوں گے" میں نے کہا "ویسے میں نے کبھی گنے نہیں۔"

"گریجویٹ اور میٹرک فیل مگر خود کو عالم فاضل سمجھنے والوں کو شامل کرلو تو لاکھوں ہو جائیں گے" ماموں نے کہا "اب یہ بتاؤ کہ ملک سے باہر کتنے جانا چاہتے ہیں۔ دوبئی سے برونائی تک۔ یہ تو پھر امریکا کی بات ہے۔"

Urdu Books, English Books and Old pdf books download

http://www.Mypdfsite.com

میرا خیال ہے شیر خوار اور نابالغ' ذہنی طور پر معذور یا بوڑھوں کے سوا سب" میں نے کہا۔

"اور سوا لاکھ کی لاٹری نکلنے' چھپن کروڑ کی چوتھائی کا مدفون خزانہ ملنے یا فلموں کی طرح کسی دولت مند حسینہ کی آس لگائے کتنے بیٹھے ہیں؟" ماموں نے کہا۔ میں نے وہی جواب دیا جو پہلے دے چکا تھا۔

"تو بھانجے! اس اشتہار کے بعد لاکھوں نہ سہی ہزاروں تو ضرور آئیں گے" ماموں نے کہا "سیکڑوں بھی ہوئے تو نقص امن کا خطرہ ہوگا۔ تمہاری ہڈی پسلی سے دفتر کا فرنیچر تک سب کچھ ٹوٹ سکتا ہے۔ لاٹھی چارج اور آنسو گیس کے استعمال کی ضرورت پڑ سکتی ہے۔ خیر تم دوسرا اشتہار سناؤ۔"

تیس سالہ کینیڈا میں مقیم ڈاکٹر کو جس کا وہاں ذاتی اسپتال ہے' تعلیم یافتہ قبول صورت شریف لڑکی کا رشتہ درکار ہے۔ شادی کے فوراً بعد لڑکی کو بھی کینیڈا جانا ہوگا۔ لڑکا تنہا ہے' والدین فوت ہو چکے ہیں۔ ایک بھائی کویت میں مستقل رہائش پذیر ہے۔ بہن جرمنی میں' ڈاکٹر صاحب کا اپنا بنگلا' کار اور معقول بینک بیلنس ہے۔ ذات پات اور جہیز کی کوئی شرط نہیں۔"

تیسرے اشتہار کا مضمون سننے کے بعد بھورے ماموں کو خاصی تشویش لاحق ہوگئی اور انہوں نے پھر پولیس کی نفری طلب کرنے پر زور دیا لیکن میں نے کہا کہ انہیں ویسے ہی بہت مواقع ملتے رہتے ہیں پبلک کی گوشمالی کے۔ امیدوار جلوس کی شکل میں تو آنے سے رہے۔ فرداً فرداً سب کو کولی دینا ممکن ہے میرے لیے۔

"احتیاط بہتر ہے بھانجے! انگریز کے اصول پر عمل کرو" ماموں نے کہا "یعنی تقسیم کرو اور غالب رہو۔ خواہش مندوں کو تین پر تقسیم کرو یعنی اشتہار تین دن دو۔ روزانہ ایک' تم جانتے ہو کہ میں تمہیں کے بغیر گزارہ نہیں کر سکتا اور ویسے بھی تم میرا خون ہو۔ اکلوتے بھانجے ہو میرے۔ میری مرحوم بہن کی نشانی۔"

مجھ پر رقت طاری ہونے لگی۔ اتنی محبت کا اظہار ماموں نے پہلے کبھی کیا تھا تو ادھار مانگتے وقت' جس کا حساب رکھنا میں نے اس لیے چھوڑ دیا تھا کہ یوم حساب سے قبل اس کا سود گننا بھی مشکل تھا۔ فرمانبرداری کا ثبوت دیتے ہوئے میں نے ان کا کہا مان لیا۔ نہ مانتا تو ماموں کی پیش گوئی درست ثابت ہوتی۔ منی اور ننھا کی اولاد کے سوا ہماری قبر پر فاتحہ پڑھنے بھی کوئی نہ آتا۔ اشتہار چھپنے کے بعد اگلے دن شائقین کا تانتا بندھ گیا۔ زیادہ جوشیلے تو صبح دم آ پہنچے تھے۔ غالباً وہ اخبار کا ایک ہی کالم پڑھتے تھے۔ ہمارے دفتر کھولنے تک قطار اتنی لمبی ہو چکی تھی۔ جتنی بینکوں کے باہر گیس یا بجلی کا بل جمع کرانے والوں کی ہوتی ہے۔ سب سے پہلے ایک بزرگوار لاٹھی ٹیکتے ہانپتے ہوئے اندر آئے۔

"چھ سو روپے نکالیے رجسٹریشن کے اور بیٹے کا نام بتایئے" میں نے کہا۔

یہ... یہ لو چھ سو..." انہوں نے کانپتے ہاتھوں سے نوٹ گنے "بیٹے سب ناخلف... سب کو عاق کر دیا ہے میں نے... شادی تو مجھے کرنی ہے... منشی فاضل کی سند ہے... اور تجربہ ہے مجھے... اپنا ہوٹل ہے میرا... تیلی محلے میں پہلی کے بعد کی گلی... سیدھے ہاتھ' جمن حلوائی کے سامنے... کھوکھا بھی اپنا ہے... کسی سے پوچھ لو... منشی چاچا کا تنور... میرا مطلب ہے ہوٹل... امریکا جانے کی... میں ویسے بھی سوچ رہا تھا۔" ان کا دم اکھڑنے لگا۔ میں نے ان کو ایک گلاس پانی پلایا اور فارم بھرنے سے فیس وصول کرنے کی تمام کارروائی مکمل کرکے انہیں دس منٹ میں رخصت کر دیا۔ عین ممکن تھا کہ فرشتہ اجل یہاں ان کے تعاقب میں آ جاتا اور امریکا کے بجائے انہیں عدم آباد لے جاتا۔ وقت تو ان کا پورا ہو ہی چکا تھا۔ بعد میں آنے والے یا تو انتہائی نامعقول تھے۔ کھجور کے درخت جیسا ایک جوان تھا۔ نیچے سے اوپر تک بالکل کھمبا اور اوپر بال بالکل کھجور کے پتے۔ اس کے پاس تقریباً ہر ڈگری تھی۔ بھورے ماموں نے اسے خرعیسیٰ کہا کیونکہ ڈگریاں اس کا کچھ نہ بگاڑ سکی تھیں۔

"تا تا تا... تعلیم یافتہ... تو میں ہوں" اس نے الفاظ کا قیمہ بناتے ہوئے کہنا شروع کیا "دنیا میں اکے... کے کے کے کیلا ہوں... اب... اب... اب... عبداللہ نام ہے۔ تجربہ... بو بو بو... بہت ہے میرا... چار سال سے بے... بے بے بے... بیرا تھا۔ اب با... بابا... باورچی ہوں" اگر اس کے کوائف کی بو بو بے بے با با جاری رہتی تو شام ہو جاتی۔ میں نے سارے فارم اس کے سامنے رکھ دیے کہ خود بھر دے۔ میں رسیدیں کاٹتا رہا۔ مُلا مجھے اس کو چیئرمین کے کمرے سے دھکے دے کر نکالنا پڑا کیونکہ وہ مصر تھا کہ اسے امریکی حسینہ سے ملوایا جائے' "ہم آپ کو ڈاک سے مطلع کر دیں گے" میں نے کہا۔

اس کے بعد آنے والے کا قد نصف تھا۔ شاید رقبہ برابر کیونکہ وہ خاصا چوڑا تھا اور دولاؤڈ اسپیکر تھا۔ اپنے قد سے تہائی ریش پر ہاتھ پھیر کے اس نے اتنی اونچی آواز میں السلام علیکم کہا کہ چیئرمین اچھل پڑے۔

"ہم پیر غلام الثقلین شاہ اصفہانی سجادہ نشین عالی حضرت مجوبہ دوراں سابق شہنشاہ ملک جنات پیر کیکڑے شاہ خلد آشیانی ہیں" اس نے اعلان کیا۔ میں دم بخود بیٹھا رہا۔ اتنی فارسی مجھے بولنا پڑتی تو میرا گلا بیٹھ جاتا۔

"بھورے... چیئرمین صاحب!" میں نے کہا "فارم تو انگریزی میں چھپے ہوئے ہیں' جواب کا ترجمہ

Urdu Books, English Books and Old pdf books download

کیجیے۔"

"یہ شادی کیوں کرنا چاہتے ہیں آپ؟" بھورے ماموں نے کہا۔ جواب سلیس اردو میں دیجیے۔"

"ہمارے مقاصد بہت بلند ہیں" وہ بولا "غفقرا اس لیے فرمارہے ہیں کہ عمر عزیز کے تمام ہونے سے قبل سارے عالم کو مشرف بہ اسلام کرلیں اور اس کار خیر کا آغاز امریکا سے ہو۔ انشاء اللہ جو بھی اس ہوٹل میں قیام کرے گا مسلمان ہوکے جائے گا ورنہ نہیں جائے گا۔ ہم اپنی روحانی قوت سے مریدوں کو حکم دیں گے کہ نافرمانوں کو سخت ترین سزا دیں جو دوسروں کے لیے باعث عبرت ہو۔"

"کون ہیں آپ کے مرید؟" بھورے ماموں نے کہا "کتنے ہیں اور کیا وہ سب آپ کے ساتھ جائیں گے؟"

"والد صاحب کے بعد ہم ان کے پیرومرشد ہیں۔" وہ بولا "اور ہمارے مرید جنات ہیں۔ نہ ان کی تعداد کا انسان اندازہ کر سکتا ہے اور نہ ان کا نظارہ کر سکتا ہے۔ یہ کام صرف ہم کرسکتے ہیں کہ صرف عرصہ پانچ سال میں پانچوں براعظم اس مملکت خداداد پاکستان کے پانچ صوبے بن جائیں۔ جو اس نیک مقصد کی راہ میں حائل ہوگا یا ہم سے تعاون نہیں کرے گا' جہنمی ہوگا۔ ہم اس کو نیست و نابود کردیں گے۔"

"بہن بھائی تو ہوں گے آپ کے؟" میں نے کہا "کیا وہ بھی اتنے ہی.... ہیں؟" میں نے پاگل کا لفظ یوں کہا کہ باعقل سنائی دے "آپ شہنشاہ ہیں تو وہ ملک جنات کے وزیراعظم اور کابینہ کے ارکان ہوں گے؟"

"صد افسوس کہ وہ لہوولعب میں پڑ کے صراط مستقیم سے بھٹک گئے چنانچہ جنات ان کے تابع نہیں رہے" وہ بولا "سات بھائی بہن ہیں۔ ایک بھائی ڈاکٹر' ایک انجینئر اور ایک وکیل بن گیا۔ تینوں بہنوں نے کالج میں مغربی تعلیم حاصل کی اور ان کے شوہر بزنس مین' پروفیسر اور سائنس داں ہیں۔ سب جہنمی ہیں۔"

حسب توقع فارم بھرنے اور فیس مانگنے پر اس نے زور سے لاحول ولا قوۃ پڑھا۔ پھر کہا کہ ہم اس کار خیر میں عدم تعاون کے مرتکب ہو رہے ہیں' جہنمی ہیں اور وہ ہمیں بھی نیست و نابود کردے گا۔ خیریت مطلوب ہے تو ہم فوراً اسے امریکی حسینہ سے ملوادیں تاکہ اسے مشرف بہ اسلام کرکے نکاح میں لایا جاسکے اور وہ بھی اس کار خیر میں شریک ہو۔

"بہت بہتر" میں نے بھورے ماموں کو خفیہ اشارہ کیا "آپ تشریف رکھیں ہم اسے لاتے ہیں۔"

باہر میرے کمرے میں آکے بھورے ماموں نے اپنی تفتیش کا اظہار کیا "یہ تو کسی پاگل خانے سے

بھاگا ہے۔ اسے کیسے نکالیں بھانجے! بہت شوروغوغا اور توڑ پھوڑ کرے گا۔ باہر ہزاروں کے نوٹ کھڑے ہیں۔"

"آپ اسے انتظار گاہ میں بٹھائیں" میں نے سوچتے ہوئے کہا "میں کرتا ہوں بندوبست!"

دس منٹ بعد میں نے ایک کیمسٹ کو رشوت دے کر خواب آور گولیاں حاصل کرلیں۔ ان کو چائے کی ایک پیالی میں حل کیا اور شہنشاہ ملک جنات کو چائے پیش کی۔ بھورے ماموں نے اس عرصے میں ایک اور امیدوار سے ہزار روپے وصول کرلیے تھے۔ پیر بکڑے شاہ کے سجادہ نشین اندر چیئرمین کے کمرے میں امریکی حسینہ کا انتظار کرتے کرتے اتنا غافل ہوگئے تو میں نے اطمینان کا سانس لیا۔ لنچ کے وقفے تک فیس ادا کرنے والے بیس امیدواروں کی رجسٹریشن ہوچکی تھی تقریباً اتنے ہی پھکڑ ہونے کے باعث ناشاد و نامراد لوٹ گئے تھے۔ اور جاتے جاتے ہمیں وہ سب خطابات دے گئے تھے جن کے ہم مستحق تھے۔ مثلاً فراڈ' چار سو بیس وغیرہ وغیرہ۔ چنانچہ ہم نے برا نہیں مانا۔ شہنشاہ جنات خراٹے لیتے رہے۔ اس وقت بھی جب میں نے ان کو ایک بوری میں ڈالا۔ بوری کو ایک ٹرک میں ڈالا جس پر پیاز اور آلو لادے جارہے تھے۔ معلوم نہیں وہ اپنے مریدان باصفا کے ساتھ کس شہر کی سبزی منڈی میں فروخت ہوئے۔

دوسرا دن نسبتاً پرسکون گزرا۔ رجسٹریشن کے لیے آنے والے لڑکیوں کے باپ' چچا یا ماموں وغیرہ تھے۔ بے چارے پڑھے لکھے لوگ جو اتنے مجبور ہوگئے تھے کہ رشتوں کی دکان تک آپہنچے تھے۔ تفصیلات بتاتے ہوئے ان کی حالت غیر تھی۔ انہوں نے خاموشی سے ہر فارم بھرا' فیس ادا کی اور معاملات کو صیغہ راز میں رکھنے کی استدعا کرکے چلے گئے۔

"نہ جانے یہ کہاں کہاں ہزار روپے داؤ پر لگا چکے ہوں گے۔" بھورے ماموں نے جذباتی ہوکے کہا "سارا قصور تم جیسے.... لفنگوں کا ہے بھانجے جو سمجھتے ہیں کہ شادی کی کیا ضرورت ہے۔"

"قصور ان کا اپنا ہے ماموں!" میں نے احتجاجاً کہا "یہ سب اپنی بیٹیوں کے لیے محلوں کے خواب دیکھتے ہیں۔ کوٹھی اور کار والا داماد مانگتے ہیں۔ کلرک اور مزدور' میکانک اور کاریگر شریف نہیں ہوتے کیا؟ ان کی حلال کی کمائی کم ہوتی ہے اور وہ ایک یا دو کمروں کے مکان میں اور غریب آبادیوں میں رہتے ہیں تو کسی کے لیے قابل قبول نہیں ہوتے۔ کیا بی اے' ایم اے پاس کے لیے خود بھاڑو برتن کرنا توہین ہے؟ لیبیا' دبئی اور جرمنی میں ہو تو منظور' یہاں ہو تو نامنظور اور کیا تقدیر کچھ نہیں۔ جو آج باہر ہے وہ نکل بھی سکتا ہے۔ فقیر کی لاٹری نکل سکتی ہے اور کرنے والے لاکھ کو خاک کردیتے ہیں۔"

Urdu Books, English Books and Old pdf books download

http://www.Mypdfsite.com

"تم نشے میں ہو یا تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں ہے بھانجے!" ماموں نے کہا "تم کچھ عقلمندی کی باتیں کر رہے ہو۔"

اس دن ہم نے گزشتہ دو دن کی فائلوں سے رشتے ملائے۔ فائلوں کو دیکھنے سے چھ لڑکیاں چھ لڑکوں کے لیے موزوں ثابت ہوئیں چنانچہ اگلے دن میں نے تیسرے اشتہار کے امیدواروں کو لوٹنے کا کام چیئرمین کے سپرد کیا اور چھبیس خطوط لکھے۔ جن کا مضمون ایک ہی تھا کہ افسوس آپ کو امریکی حسینہ نے زوجیت میں قبول نہیں کیا۔ باقی چھ خط ان کو لکھے گئے جن کی لڑکیوں سے رشتے طے ہو سکتے تھے۔ تیسرے دن بھورے ماموں نے رات تک مزید بائیس افراد کی رجسٹریشن کرلی اور مہینہ انتہائی مصروف گزرا۔ کچھ رشتے اور طے ہوئے اور کچھ اور امیدوار آئے۔ بھورے ماموں بہت خوش تھے کہ خدمت خلق بھی ہو رہی ہے اور آمدنی بھی۔ لوگوں کے گھر آباد ہو رہے ہیں اور اخراجات نکال کے منیجر اور چیئرمین کی جیب میں پچیس پچیس ہزار نقد آچکے تھے۔

"یہ صدقہ جاریہ ہے ماموں!" میں نے کہا "جن کے گھر آباد ہوئے ان کی آنے والی نسلیں بھی ہم کو دعا دیں گی۔"

"ہاں بھانجے! اس نیکی کے بدلے خدا میرا اور تمہارا گھر بھی آباد کرے گا" بھورے ماموں نے متانت سے کہا۔

ہم آفس بند کرنے کے بعد فراغت سے چائے پی رہے تھے۔ اچانک باہر ایک دھماکا ہوا اور ایسی آواز آئی جیسے کوئی سانڈ دروازہ توڑ کے اندر آگھسا ہو۔ ہم گھبرا کے اٹھے بھی نہ تھے کہ اپل خان عرف ننھا نمودار ہوا جو کسٹم میں چپراسی کے منصب پر فائز تھا چنانچہ منی کا شوہر بنا تھا لیکن اس وقت وہ سو فیصد ملکی لباس میں تھا۔ صرف ایک پاجامہ اور بنیان پہنے مگر گلے میں سہرا ڈالے' ہاتھ میں غیر ملکی سگریٹ کے بجائے کپڑے دھونے والا ڈنڈا تھا۔ منہ سے کف جاری تھا اور آنکھوں سے خون ٹپک رہا تھا "دھوکے باج بیٹان" اس نے چیخ کر کہا "ہم چندہ نہیں چھوڑتے ہیں تم کا...." اس نے نعرہ تکبیر بلند کر کے حملہ کیا۔ ڈنڈے کا پہلا وار مجھ پر کیا گیا تھا لیکن چیئرمین کے لگا کیونکہ میں بروقت غوطہ مار گیا تھا۔ چیئرمین کرسی سمیت لڑھک گئے۔ وہ میری طرف دوڑا۔ میں میز کے گرد گھوم گیا۔

"ارے بھائی کچھ منہ سے بولو۔ ایک قتل تو کردیا بغیر وجہ بتائے" میں نے چلا کر کہا۔

"ارے تو بول...." اس نے ایک بہت بڑی گالی لڑھکائی۔

"وہ تیری اماں اٹھارہ سال کی ہوت؟ ہم کا بولت منی...."

وہ میز پر چڑھ کے کودا تو بھورے ماموں پر گرا۔ میں میز کی دونوں درازوں کے بیچ میں سے نکل گیا۔ ننھا کا سر چیئرمین کی کرسی پر لگا تھا چنانچہ وہ کچھ چکرا گیا تھا مگر پھر فوراً سنبھل گیا۔

"ہم کا بولت تھا کہ قد درمیانہ .... دس جماعت پاس ... کھب صورت ...." وہ بھوتے ہوئے بڑبڑایا اور بھورے ماموں کے لات ماری۔ ان کے کراہنے پر مجھے اندازہ ہوا کہ وہ بے ہوش یا مقتول نہیں ہیں۔ وہ پھر نعرہ لگا کے بڑھا۔

"دیکھو بھائی ننھا! قسم خدا کی' میں نے دھوکا نہیں دیا تھا تمہیں۔" میں نے میز سے دوسری طرف چھلانگ لگا کے جان بچائی۔ دو منٹ میں چیئرمین پر گرنے والا میں دوسرا آدمی تھا۔ وہ چیخ چیخ کر مجھے گالیاں دے رہا تھا جو میں نے پہلے کبھی نہیں سنی تھیں اور وہ میری ایک سننے پر تیار نہ تھا۔ آخری غلطی میں نے کی اور دروازے کی طرف بھاگا۔ کنڈی کھولنے سے پہلے اس نے مجھے آلیا۔ کپڑے دھونے کا ڈنڈا میرے سر پر پڑا۔ ننھا مجھے گھسیٹتا ہوا باہر لے گیا لیکن شور ہنگامے کے باعث باہر کافی لوگ جمع ہو چکے تھے چنانچہ ننھا مجھے فوراً قتل نہ کر سکا۔

اندیشہ نقص امن میں دونوں کو بند کردینے کی دھمکی دے کر تھانے دار نے صرف ننھا کو بند کیا کیونکہ تھانے دار کو لائسنس فیس ہم دیتے تھے۔ میں نے یہ بھی ثابت کردیا کہ بیرونی حملہ آور ننھا ہے جو مسلح ہو کر آیا تھا اور اس نے چیئرمین صاحب کو تقریباً فوت کردیا تھا۔ میں نے اور بھورے ماموں نے اپنے اپنے سر پوسٹ مارٹم کے لیے پیش کیے جن کی شکل کچھ بدل گئی تھی۔ ضرب کے مقام پر خاصے نمایاں گنبد ابھر آئے تھے۔ میز کے نیچے سے سو کا نوٹ پکڑ کے تھانے دار نے ننھا کو پاپوش مبارک سے زدوکوب فرمایا اور مرغا بنا دیا۔ کسی دولھا کی شب عروسی پہلے یوں نہ گزری ہوگی۔ اس پر درجن بھر دفعات کے تحت مقدمات قائم ہو جاتے مثلاً زبردستی' مار پیٹ' اقدام قتل اور ٹریس پاس۔ کہ اس نے اچانک اپنے کسٹم میں چپراسی ہونے کا راز افشا کردیا۔ تھانے دار کا رویہ ایک دم بدل گیا۔

"کسٹم میں ہو؟ پہلے کیوں نہیں بتایا بھائی صاحب!" اس نے ملزم کو مضحکہ خیز حلیے کے باوجود کرسی پر بٹھا دیا۔

"یہ وہاں صرف چپراسی ہے۔" بھورے ماموں نے غلط موقعے پر دخل در معقولات کیا۔

"اور تم کیا گورنر ہو؟ بدھو کے بچے! فرمائیے" تھانے دار نے گرج کر کہا۔ وہ پھر مسٹر اپل کے خان کی طرف متوجہ ہو گیا "ہاں جی' آپ فرمائیں' بات کیا ہے؟"

پانچ منٹ بعد ہم ننھا کی جگہ حوالات میں تھے اور جو اس پر بیتی تھی وہ ہم پر بیت رہی تھی۔ تھانے

Urdu Books, English Books and Old pdf books download

http://www.Mypdfsite.com

دار اس سے پوچھ رہا تھا کہ باہر سے کیا کچھ آتا ہے اور اسے کیا مل سکتا ہے۔ ظاہر ہے وہ نقد جنس کی صورت میں ہم سے کہیں زیادہ پیش کر سکتا تھا چنانچہ وہ عزت و آبرو کے ساتھ رخصت ہوا۔ اس کے جاتے ہی تھانے دار نے ہمیں رہا کر دیا۔

"کیا معاملہ ہے یہ؟" اس نے کہا "اس کی شادی تم نے جھوٹ بول کے کرادی ہے؟ لڑکی کوئی اور تھی۔"

"ہم نے جناب' اسے کہاں دیکھا تھا" میں نے کہا "لڑکی کے باپ نے ہم سے جھوٹ بولا تھا۔ آپ اس سے پوچھیں سختی کے ساتھ۔"

اگلے دن منی کے ساتھ منی کے ابا کو منگوانے پر ہمارا مزید خرچ ہوا۔ منی صرف تین گھنٹے للوا کی منکوحہ رہی تھی' پھر مطلقہ ہو گئی تھی۔ میرے خیال میں جو کچھ للوا نے اس کے اور ہمارے ساتھ کیا تھا' غلط نہیں تھا۔

"اس نے ہم کو بتایا تھا کہ لڑکی اٹھارہ سال اور چند ماہ کی ہے" بھورے ماموں نے فائل پیش کی۔

"چند ماہ کتنے ہوتے ہیں بھئی؟" تھانے دار نے اس کی گردن دبوچ لی کیونکہ فائل میں دو نوٹ بھی تھے۔

"وہ... یہی کوئی... ڈھائی تین سو..." منی کے ابا نے منمناتے ہوئے کہا "ساڑھے اٹھارہ خود انہوں نے لکھا ہے۔"

"اور یہ بوٹا سا قد!" تھانے دار نے ساڑھے تین فٹ کی منی کو دیکھا "کون سا بوٹا تھا وہ؟"

"گلاب کا جناب عالی!" منی کے ابا نے کہا "ہمارے آنگن میں ہے ناپ کر دیکھ لیں۔"

"اور یہ میٹرک پاس ہے" تھانے دار نے دہاڑ کر کہا۔ وہ اب تفتیش پر اتر آیا تھا۔

"یہ بھی اس نے خود لکھا ہے" منی کے ابا نے کہا "میں نے کہا تھا کہ اسکول کے بعد کالج جاتی' پر اسکول ہی نہیں گئی۔"

"دھوکے باز!" بھورے ماموں کا پیمانہ صبر لبریز ہو گیا "ایسی ہوتی ہے وہ صورت جو چراغ لے کر ڈھونڈنے سے نہیں ملتی؟"

"قسم اللہ کی مجھے تو نہیں ملی تھی۔ منی بالکل ماں پر گئی ہے" وہ بولا لیکن اتنی دیر میں بھورے ماموں میز کے نیچے سے تفتیش کی ڈبل فیس ادا کر چکے تھے۔ ہماری جگہ منی کے ابا نے لے لی۔ سوچا زیادہ سوچوتے کھانے کے لیے۔

"یہ ہمارا قصور کیسے ہوا بھانجے کہ منی اپنی ماں پر گئی...؟"

ماموں نے تھانے سے نکل کے فرمایا "یہ کاروبار خطرناک ہے۔ اس میں کرتا ہے داڑھی والا اور پکڑا جاتا ہے مونچھوں والا۔" میں نے اتفاق کیا "ہر منی پردہ دار ہو گی تو ہم تصدیق کیسے کریں گے کہ وہ ناڑے ہے یا جھاڑ' چکنی ہے یا مٹ اور پری ہے یا چڑیل۔ والدین تو ہر خامی کو خوبی لکھوائیں گے۔"

"ہاں کالے خاں! لیلیٰ بھی مجنوں کی نظر سے تو پری تھی" بھورے ماموں نے کہا "مگر تصدیق صرف کوئی عورت کر سکتی ہے۔"

"اور عورت تو ممانی بھی ہیں۔ ڈریکولا لگتی ہیں تو کیا۔ پولیس کی لیڈی سرچ بھی تو ایسی ہی ہوتی ہیں" میں نے کہا۔

رات کو ہم ممانی کو تیسرا بزنس پارٹنر بنانے کی سوچ رہے تھے کہ دو افراد سیدھے اندر آ گھسے۔ انہوں نے آگے پیچھے سے ایک اسٹریچر اٹھا رکھا تھا۔ اسٹریچر پر کوئی پٹیوں میں لپٹا ہوا لیٹا تھا۔ اسے اٹھا کر لانے والے بیس بائیس سال کے ہپی ٹائپ نوجوان تھے۔ رنگین جرسیاں اور چست پتلون پہنے ہوئے۔

"آپ لوگ غلط جگہ آ گئے ہیں" بھورے ماموں نے ہمدردی سے کہا اور بانس جیسے پتلے مجروح کو دیکھا۔

"ہم بالکل ٹھیک جگہ آئے ہیں" ایک ہپی نے چیونگم چباتے ہوئے فلمی بدمعاش کی طرح کہا۔

"لیکن یہ کسی اسپتال کا شعبہ حادثات یا ایمرجنسی وارڈ نہیں ہے" میں نے اسے سمجھایا۔

"نہیں ہے تو ہو جائے گا۔" دوسرے ہپی نے دونوں ہاتھوں کو آپس میں رگڑا "یہ ہمارے چاچا ہیں۔"

"بڑی خوشی... میرا مطلب ہے بڑے افسوس کی بات ہے" بھورے ماموں نے دفاعی پوزیشن لے کر کہا "کیا ہوا ہے ان کو؟"

"ان کی ساری ہڈیاں ٹوٹ گئی ہیں۔" "ان پر سے ٹرک گزر گیا تھا۔"

"اور ہم ان کو حجلہ عروسی سے اٹھا کے لائے ہیں" دوسرے نے باکسنگ گلوز پہنتے ہوئے کہا۔

"مگر ٹرک...؟ حجلہ عروسی میں ٹرک کیسے گھس گیا؟" بھورے ماموں نے کانپتے ہوئے کہا۔

"وہ ٹرک ہی تھا جس سے تم نے ہمارے سائیکل ٹائپ چاچا کا رشتہ کرا دیا۔ جھوٹ بول کر" پہلے نے ایک دم حملہ کیا "اور... اب ہم تمہاری بھی ساری ہڈیاں توڑیں گے" دوسرے نے محمد علی بنے کی

Urdu Books, English Books and Old pdf books download

http://www.Mypdfsite.com

طرح پیش قدمی کی۔ میرا دفاع بے کار گیا۔ اس دفعہ میرے سر پر گرز کی طرح لگا۔ میں نے بھورے ماموں کو زمین سے خلائی سفر پر روانہ ہوتے دیکھا لیکن وہ چھت سے ٹکرا کے لوٹے تو باکسر پر گرے۔ ابھی میں جھوم ہی رہا تھا کہ پہلوان نے مجھے دبوچ لیا۔ میں دوسرے خلائی سیارے کی طرح بلند ہوا اور ایسے واپس آیا جیسے اسکواش کی گیند دیوار سے ٹکرا کے لوٹتی ہے۔ آدھے راستے میں مجھے بھورے ماموں ملے جو باکسر کی ضرب سے اڑتے ہوئے جا رہے تھے۔ اس وقت تک "کے پی میرج بیورو" کی آدھی ہڈیاں یقیناً ٹوٹ چکی تھیں۔ لیکن نوجوان اپنے ارادے میں پختہ معلوم ہوتے تھے۔ انہوں نے منیجر اور چیئرمین کے ساتھ یکساں سلوک کیا۔ ماموں بھانجے میں فرق نہیں رکھا اور گدھے گھوڑے کو ایک ہی لاٹھی سے ہانکا بلکہ ٹھوکا۔

صفائی کی ساری کوشش ٹی وی کا خبرنامہ بن گئی۔ انہوں نے ہماری کسی بات کا یقین نہیں کیا۔ آخری بار جب میں چیئرمین کی میز پر گرا اور چیئرمین مجھ پر گرے تو ہم دونوں کے ذہن میں ایک ہی ترکیب آئی۔ میں نے آخری ہچکی لی اور ساکت ہو کے سانس روک لی۔ خود بھورے ماموں مجھ سے زیادہ فوت ہو چکے تھے۔ ان میں سے ایک نے مجھے بھورے ماموں کے بوجھ سے آزاد کیا "اوئے' یہ تو مر گیا" ایک نے کچھ گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا "بالکل مر گیا۔"

"سانس تو اس کی بھی رکی ہوئی ہے بھیا!" دوسرا بولا "بالکل رکی ہوئی ہے" غالباً وہ بھاگے۔

"ارے بھیا! اپنے چاچا" ایک نے دوسرے کو یاد دلایا۔ دولھا میاں تو رہ گئے۔ میں نے ایک آنکھ کھول کے دیکھا۔ وہ چاچا کو اٹھا کے نکل رہے تھے لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ میرج بیورو کو شعبہ حادثات بنا گئے تھے۔

بھورے ماموں پہلے کراہتے ہوئے اٹھے "تو.... آؤ بھانجے!... کیا تم زندہ ہو؟"

"پتا نہیں ماموں" میں نے کہا "غالباً عالم نزع ہے۔ کلمہ پڑھ لیں.... آپ..."

لیکن آدھے گھنٹے بعد ایک دوسرے کی مرگِ ناگہاں پر تعزیت کے بعد ہم دونوں اٹھنے کے قابل ہو گئے۔ میرج بیورو ایک ہفتہ بند رہا اور ممانی مجھے کوستی رہیں جس نے ان کا سہاگ لوٹنے کے لیے بھورے ماموں کو یہ جان لیوا پیشہ اختیار کرنے کا مشورہ دیا تھا اور ان کے مزید چرمر ہو جانے والے اعضا پر ہلدی چونا تھوپتی رہیں۔ اس حالت میں ان کی رنگین تصویر بہت شاندار آئی۔ ان کا وجود واٹر کلر میں تجریدی مصوری کا نمونہ بن گیا تھا۔ مجھے عورت کی ناشکری ذات پر رونا آیا۔ صرف ایک ماہ میں پچیس ہزار ملنے سے ان کا گھر بھر گیا تھا۔ نئے فرنیچر کے ساتھ ساتھ نیا فریج اور رنگین ٹی وی آ گیا تھا اور ماموں

پھر مار کھانے کے لیے زندہ سلامت تھے۔ ذاتی طور پر میرا خیال تھا کہ اتنی ہی خاطر مدارات کے بعد کوئی مجھے ہر ماہ اس سے آدھی رقم بھی دے تو یہ گھاٹے کا سودا نہیں۔ آدمی دو دن تھانے میں یا کسی بھی مناسب جگہ پر پٹے اور باقی اٹھائیس دن لیٹ کر علاج کرائے۔ خوب کھائے اور پھر کمائی کے لیے اٹھ کھڑا ہو۔ زندگی اور موت ویسے بھی اللہ کے ہاتھ میں ہے' جیسے چاہے دے۔

دس دن بعد میں اور ماموں پھر افتاں و خیزاں میرج بیورو پہنچے جہاں دوبارہ گھمسان کا رن پڑا تھا چنانچہ تباہی کے آثار ہر سو نمایاں تھے۔ بیشتر آرائشی سامان ٹوٹ پھوٹ گیا تھا۔ فرنیچر الٹا پڑا تھا اور میرج بیورو پانی پت کا میدان نظر آتا تھا۔ نئے عزم اور حوصلے کے ساتھ ہم نے سامان کو ترتیب سے رکھنا شروع کیا۔ صفائی کی اور نقصانات کا اندازہ لگایا۔ ممانی نے ہماری تجویز کو قتل کی سازش قرار دیا تھا "ہاں تو تم مزے سے دفتر میں بیٹھو۔ لوگوں کو ٹھگو اور رشتے کراؤ۔ میں گھر گھر جا کے روز جوتے کھاؤں۔ جہاں تصدیق کے لیے جاؤں لوگ جان کے دشمن ہوں۔ راز رکھنے کے لیے میری زبان کاٹ دیں۔ ہمیشہ کے لیے خاموش کر دیں مجھے..." انہوں نے زار و قطار روتے ہوئے کہا تھا۔ چنانچہ ہم نے فیصلہ کیا تھا کہ اس کارِ خیر کے لیے ایک "موزوں" لیڈی سیکریٹری رکھ لی جائے۔

ابھی ہم کام سے فارغ بھی نہیں ہوئے تھے کہ خاموشی سے چار آدمی اندر آ گئے۔ ان سب کے چہروں پر نقاب تھی اور ہاتھوں میں ریوالور تھے۔

"آ... آ... آپ لوگ ڈاکو ہیں؟" بھورے ماموں نے ہکلا کے کہا "ہم... جو کچھ ہے دے دیتے ہیں" میں نے تھر تھر کانپتے ہوئے کہا "سوائے جان کے...؟"

"چار دن سے ہمیں تمہارا انتظار تھا" ان میں سے ایک نے کہا جو ڈاکوؤں کا سردار معلوم ہوتا تھا۔ ہم اتنی دیر میں سب کچھ جیبوں سے نکال کے میز پر رکھ چکے تھے۔

"یہ سب نہیں چاہیے ہمیں۔ ہمارا نقصان اس سے بہت زیادہ ہوا ہے" دوسرا بولا۔

"زندگی عزیز ہے تو خاموشی سے ہمارے ساتھ چلو" تیسرے نے کہا۔ چوتھے نے ہم دونوں کو دھکا دیا۔

وہ چاروں ایک گاڑی میں آئے تھے جس پر نمبر پلیٹ تو تھی مگر ہم دیکھ نہ سکے۔ انہوں نے پچھلے دروازے سے ہم دونوں کو اندر دھکیل دیا۔ ریوالور ان کی جیب میں تھے چنانچہ دیکھنے والوں نے کچھ نہیں دیکھا مگر وہ ہم پر واضح کر چکے تھے کہ حلق سے آواز نکلی تو ریوالور سے گولی نکل جائے گی اور ہمارے جسم سے روح۔

"آخر ہمارا قصور تو بتا دو" بھورے ماموں نے گاڑی کے روانہ ہوتے ہی کہا "فرد جرم کے بغ

Urdu Books, English Books and Old pdf books download

سزائے موت دینا سخت ناانصافی ہے۔"

"اگر تم نے تعاون کیا تو تمہیں کچھ نہیں ہوگا" ڈاکوؤں کے سردار نے کہا "ہمیں اپنے گھر لے چلو۔"

"اپنے گھر؟" بھورے ماموں نے بلبلا کے کہا "اس سے بہتر تو یہی ہے کہ مجھے اسی جگہ گولی مار دو۔"

"تمہیں قتل کرکے ہم پھانسی چڑھنا نہیں چاہتے" دوسرا بولا "وہ ہمارا بے وقوف بھائی تھا جو تمہارے جال میں پھنس گیا۔"

"تم نے جس لڑکی سے اس کی شادی کرائی تھی وہ گھر میں جھاڑو پھیر کر فرار ہو گئی" تیسرے نے کہا۔

"وہ تمہارے گروہ کی رکن تھی" چوتھے نے کہا "ہم سارا مال تمہارے گھر سے خود برآمد کرلیں گے۔"

تعمیل کیے بنا چارہ نہ تھا۔ ماموں نے ان کی رہنمائی کی۔ گھر میں داخل ہوتے ہی انہوں نے ممانی کو چیخ مارنے سے پہلے ناک آؤٹ کیا۔ پھر مجھے اور بھورے ماموں کو یک جان و دو قالب کرکے باندھا۔ ایک پاجامے کے دو حصے کیے جو بھورے ماموں نے زیب تن فرما رکھا تھا۔ ایک پائنچہ میرے منہ میں حلق تک ٹھونس دیا گیا۔ دوسرا بھورے ماموں کے منہ میں۔ ممانی نے بعد میں دونوں کو جوڑ کر پھر پاجامے کی شکل دے دی تھی۔ ہم سب کو بیت الخلا میں بند کرنے کے بعد انہوں نے گھر کا انخلا شروع کیا۔ ہم ان کی آوازیں سن رہے تھے اور بے بس تھے۔ وہ گھر کی ایک ایک چیز اٹھا کے نہ جانے کہاں لے جا رہے تھے۔

کئی گھنٹے بعد ایک پڑوسن نے گھر کے کھلے دروازے دیکھے تو اپنے شوہر نامدار کو مطلع کیا کہ پڑوس کا گھر خالی ہو گیا۔ تصدیق کے لیے آنے والوں نے ہمیں آزاد کیا تو ہم نے دیکھا کہ گھر واقعی خالی ہو چکا ہے۔ وہ صرف کھڑکیاں اور دروازے چھوڑ گئے تھے۔ دوسرے ہمسائے نے ہماری موجودگی پر سخت حیرت کا اظہار کیا "آپ کا سب سامان تو ٹرک پر لادا جا رہا تھا" وہ بولا "مجھے معلوم ہوا تھا' آپ نے مکان بیچ دیا ہے اور کھنڈو جا رہے ہیں۔"

آج ایک مہینے بعد بھی ممانی اپنے میکے سے نہیں لوٹیں۔ وہ اسپتال سے سیدھی اپنے ابا کے گھر چلی گئی تھیں چنانچہ بھورے ماموں کے ساتھ میں بھی روپوش ہوں۔ میں تو خیر پھر اپنے پرانے دھندے کی طرف لوٹ گیا ہوں لیکن ماموں پھر سے بے روزگار' بے گھر اور بے زوجہ ہیں۔

وہ میرے اس خیال سے متفق نظر آتے ہیں کہ ہمیں کسی میرج بیورو سے رجوع کرنا چاہیے جہاں کسی گھر داماد کا رشتہ موجود ہو۔

آئسی ایز رشوہر

"وقت تو دس بجے کا ہی رکھا جاتا ہے ماموں۔" کالے خاں نے کہا "لیکن ہاؤس فل ہو جائے تو شو نو بجے یا آٹھ بجے بھی شروع ہو جاتا ہے۔"

"کیسی عجیب بات ہے کالے خاں۔" بھورے ماموں نے کہا "اتنی زندگی گزر گئی مگر قبل از وقت کچھ ہوتے دیکھا ہے تو ولادت۔ ورنہ کبھی ٹرین کے بارے میں نہیں سنا کہ قبل از وقت آجائے' یعنی ریلوے ٹائم ٹیبل میں لکھے ہوئے وقت پر۔ نہ کسی کو وقت سے پہلے موت آئی مثلاً تمہاری ممانی کو۔"

"یہ قصور آپ کا ہے ماموں۔ آپ نے انہیں بیوہ کرنے کے متعدد سنہری موقعے ضائع کردیے۔" کالے خاں نے کہا "اب جس دن آپ انہیں چڑیا گھر لے گئے تھے' اس دن شیر روزے سے تھا اور افطار کے وقت وہ ممانی کو کیسے دیکھ رہا تھا؟"

"بالکل اسی طرح جیسے کسٹم افسر دبئی کے مسافر کو دیکھتا ہے۔"

"ہاں.... بس ذرا ہوشیاری سے کام لیتے تو کہتے کہ آؤ اندر چل کر شیر کے ساتھ فوٹو اترواتے ہیں۔" کالے خاں نے کہا "بھوکے کا پیٹ بھرتا ثواب کماتا اور شیر کو قتل کے جرم میں کبھی پھانسی نہ ہوتی۔"

"کیا خبر بھانجے' وہ سالا تھانے دار اسے شیر کے اندر سے برآمد کرلیتا۔ وہ جس سے چاہے چوری کا مال برآمد کرلیتا ہے' سوائے چور کے۔" بھورے ماموں نے کہا "مگر خیر' تم بتاؤ کہ وقت سے پہلے یہ شو کیوں شروع ہو جاتا ہے؟"

"اس لیے کہ شائقین اور عقیدت مند سب پہنچ جاتے ہیں۔ ان کا بس چلے تو اسکول سے سیدھے وہاں آجائیں بلکہ اسکول ہی نہ جائیں' وہیں آجائیں۔" کالے خاں بولا۔

"اسکول سے؟ مگر یہ اسپیشل شو تو بالغوں کے لیے ہوتا ہے۔"

Urdu Books, English Books and Old pdf books download

http://www.Mypdfsite.com

"وہ سب بالغ نظر ہوتے ہیں۔" کالے خاں نے وضاحت کی "بلوغت زندگی کے تجربات سے آتی ہے۔ آپ نے ایک شادی کرلی تو کیا بالغ ہو گئے؟"

"شادی ایک آرٹ ہے بھانجے۔" بھورے ماموں نے خفت سے کہا۔

"آپ کی شادی تو مارشل آرٹ ہے۔" کالے خاں گستاخ نے بھورے ماموں کی خانہ جنگی اور مار دھاڑ سے بھرپور زندگی کے حوالے سے کہا "جو بروس لی کی فلم سے زیادہ سنسنی خیز تھی۔ کیونکہ اس میں بروس لی کا زنانہ کردار ممانی نے کیا تھا۔"

"افسوس یہ ہے کالے خاں کہ خون کی حرارت بھی سیاست کی طرح ٹھنڈی پڑ گئی ہے۔" بھورے ماموں نے کہا "ورنہ جد امجد کا جلال مشہور تھا اور سہاگ رات کو بلی کے مرڈر کا پہلا کیس انہی سے منسوب ہے۔ وادی تھر تھر کانپتی تھیں۔"

"ان کو تو ... کا مرض تھا۔" کالے خاں نے تاریخی حقائق کی بھی نفی کردی "یہ بتائیں کہ آپ دس روپے دے رہے ہیں یا میں جاؤں؟"

"کیا دس روپے بہت زیادہ نہیں ہیں بھانجے؟" بھورے ماموں نے کہا۔

"کہاں زیادہ ہیں ماموں۔ اگر آج آپ فوت ہو جائیں تو آپ کی میت پر لوٹا بھر پانی ڈالنے والا بھی زیادہ ہی لے گا۔" کالے خاں نے کہا "ماموں کانجن کا سرمہ تک نہیں ملتا دس روپے میں۔"

"یہ کون سا سرمہ ہے بھانجے؟" بھورے ماموں نے دلچسپی سے پوچھا "میں نے سنا تھا کہ ولایت میں کوئی عینک ایجاد ہوئی ہے جس سے سب کچھ نظر آتا ہے۔ سوائے کپڑوں کے کیا ایسی ہی کوئی ایجاد ہے یہ بھی؟"

"ہاں۔ اس کے لگاتے ہی ایک کے دو دکھائی دینے لگتے ہیں۔" کالے خاں جل کر بولا۔

"میں سمجھ گیا کالے خاں۔ یہ اپنے رویت ہلال کمیٹی والے لگاتے ہوں گے تو ان کو ایک کے دو چاند دکھائی دیتے ہوں گے۔" بھورے ماموں نے کہا "تبھی تو دو عیدیں' دو بقرعیدیں اور دو شبراتیں۔ جیسے بعض سینماؤں میں ڈبل پروگرام چلتے ہیں۔ لوگوں کی خوشیاں دگنی تو ہو ہی گئی ہیں۔ حکومت بھی یہی چاہتی ہے کہ عوام کا ہر روز' روز عید ہو اور ہر شب' شب برات۔ بالآخر ایسا ہی ہو گا۔"

"ماموں' آپ وقت ضائع کر رہے ہیں میرا بھی..."

"اچھا یہ بتاؤ بھانجے کہ اسپیشل شو کیا بہت اسپیشل ہوتا ہے؟" بھورے ماموں نے جلدی سے کہا۔

"یہ ... ڈی آئی جی کا بیان حلفی ہے کہ دس روپے میں پیرس کی سو رنگین راتوں کے مزے ملتے ہیں۔" کالے خاں نے کہا۔

"اپنی تو جوانی کی راتیں بھی بلیک اینڈ وہائٹ گزر گئیں کالے خاں' مگر تم کس ڈی آئی جی کو بار بار ...

کہہ رہے ہو؟ یہ بڑا سنگین جرم ہے۔ تمہاری جوانی کی راتیں حوالات میں گزر جائیں گی۔" بھورے ماموں نے کہا۔

"... اپنا یار ہے ماموں۔" کالے خاں نے جھنجلا کے کہا "خود کو مالی نہیں کہتا' ڈائریکٹر انٹرنل گارڈن کہتا ہے۔ اس کا خسر ہے کلو ایس ایس پی... کسی گورے کا سائیس بن کے سمندر پار گیا تھا' تب سے خود کو ایس ایس پی لکھنے لگا ہے۔ اب قبر میں پیر لٹکائے بیٹھا ہے۔"

"کس کی قبر میں؟" بھورے ماموں نے حیران ہو کے کہا۔

"یہ محاورہ تھا۔" کالے خاں نے بھنا کے کہا "وہ اس عمر میں عصا تھامے ہی اسپیشل شو دیکھنے جا پہنچا' جہاں اتفاق سے داماد پہلے سے موجود تھا۔ جب روشنی ہوئی تو دونوں نے ایک دوسرے کو پکڑ لیا اور شرم دلانے لگے ایک دوسرے کو۔ ڈی آئی جی ... اور ایس ایس پی کلو تو لڑتے ہی رہتے مگر ... کے بڑے بیٹے نے دخل اندازی کی اور یاد دلایا کہ ابا' آپ نے تو ہمیں سے کہا تھا کہ کسی دوست کا چہلم ہے۔ ... نے اس کے ایک جھانپڑ مارا کہ الو کے پٹھے' یہ تو کون سے کوچنگ سینٹر میں آتا ہے؟ یہ تو مرکز تعلیم بالغاں ہے۔"

"ٹوکنے سے بچوں کی نفسیات پر برا اثر پڑتا ہے۔" بھورے ماموں نے اپنی دھوتی کا رخ درست کرتے ہوئے ارشاد کیا۔

"مگر ٹوکنے کا سب سے اچھا اثر خسر کی نفسیات پر پڑا ماموں۔ جانتے ہیں' اس نے اگلے دن کیا حرکت کی؟" کالے خاں بولا۔

"کیا وہ اسی قبر میں لیٹ کے شرم سے مر گیا جس میں پاؤں لٹکائے بیٹھا تھا؟"

"نہیں ماموں۔ اس نے ایک اور عقد کر لیا۔" کالے خاں نے افسوس سے سر ہلا کے کہا "بڑا ظلم ہوا ہے بے چارے ... پر۔"

"... پر یا اس منکوحہ ثانی پر؟"

"... پر ماموں۔ ایک ساس ہی کم مصیبت نہ تھی۔ یک نہ شد دو شد۔" کالے خاں نے کہا "اور یہ دوسری ساس تو بالکل نمائو ساس تھی۔"

"اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ بڑا زود اثر اور اپنے حکیم صاحب کی معجون سے زیادہ تیر بہدف شو ہوتا ہے؟" بھورے ماموں نے قائل ہو کے کہا۔

"... تو اشتہار دینے والا تھا کہ بوجہ نافرمانی و بدچلنی میں نے کلن خاں عرف کلو ایس ایس پی (سات سمندر پار) کو اپنی خسریت سے عاق کیا لیکن میرے سمجھانے سے رک گیا۔ آخر اس کا داماد ... بھی تو ہے۔ بڑی اچھی گاڑی چل رہی ہے اس کی۔ بارہ سال ہو گئے۔"

Urdu Books, English Books and Old pdf books download

http://www.Mypdfsite.com

"گاڑی؟ تم نے کہا تھا کالے خاں کہ تمہارا یار اصلاو ... مالی ہے اور مالی کے پاس بارہ سال پرانی گاڑی کا ہونا بھی اتنا ہی ناممکن لگتا ہے جیسے کسی پولیس افسر کے پاس رکھانے کو صرف شرافت۔ سواری کے لیے ایک سائیکل اور رہنے کو سرکاری کوارٹر ہو۔ یا کسٹم والوں کا سارا اثاثہ ان کا زہد و تقویٰ اور پرہیزگاری ہو۔ کون سی گاڑی ہے اس مالی کے پاس؟"

"میں زندگی کی گاڑی کی بات کر رہا تھا۔ اس کی بیوی بارہ سال پہلے کا ماڈل ہے۔ ہر سال کوئی گل کھلاتی ہے مگر ... کو وہ سب کدو' کریلے' ٹنڈے' بینگن اپنے ہی لخت جگر لگتے ہیں اور وہ بہت خوش ہے اپنی سبزی منڈی بنا کے۔"

"گاڑی تو اپنی بھی چل رہی ہے بھانجے مگر یوں جیسے گدھے کو اونٹ گاڑی کھینچنا پڑے۔" بھورے ماموں نے سرد آہ بھر کے کہا "دس روپے لینے کے لیے مجھے اس سے دس کالے جھوٹ بولنے پڑیں گے۔ سفید جھوٹ تو ختم ہو گئے۔"

"افسوس کہ آپ میں کچھ سیکھنے کی صلاحیت نہیں' ورنہ آپ ایسا نہ کہتے ماموں۔" کالے خاں نے کہا "سچ بولنا تو واقعی مشکل ہوتا ہے مگر آپ دیکھیں ٹی وی والوں کا حوصلہ۔ کیسے نظر بند کر کے ذرا بھی شرمندہ ہوئے بغیر روز خبرنامہ پڑھ دیتے ہیں۔ میں نے تو ایسے ایسے احمق بھی دیکھے ہیں جو اپنی بات سنتے ہیں اور سچ سمجھ کے سنتے ہیں۔"

"یہ تم کیا کہہ رہے ہو کالے خاں۔ اب تو لوگ اتنے عقل مند ہو گئے ہیں کہ ٹی وی کا وہ ڈراما تک نہیں دیکھتے جو کئی سال سے چل رہا ہے اور خبروں کے بعد آتا ہے۔" بھورے ماموں نے کہا "یہ ٹی وی کی تاریخ کا سب سے لمبا سیریل ہو گا۔ نیلام گھر کے ڈرامے سے بھی لمبا۔"

"خبروں کے بعد کوئی ڈراما نہیں آتا ماموں۔ صرف ڈراما آتا ہے مگر وہ بھی اگلے دن صبح سویرے۔ صبح ایک ڈیڑھ بجے کے قریب....."

"تمہاری ممانی خود دیکھتی ہے بڑے شوق سے۔ کہتی ہے' سب سے اچھے مزاحیہ خاکے خبرنامے میں آتے ہیں اور ڈراما سیریل وہ ہے۔ کیا بھلا سا نام ہے اس کا۔ ہاں۔ حالات غیر حاضر....." بھورے ماموں نے کہا۔

"پھر تو آپ کا ہر جھوٹ چل سکتا ہے۔" کالے خاں نے مسرت سے ہاتھ مل کے کہا "اگر ممانی ہر بات پر یقین کر سکتی ہے تو ... کے جذبات سے فائدہ ضرور اٹھائیے۔ ممانی کی جذباتی کمزوری کیا ہے؟ بچے۔ اپنے بچے۔"

"تو کیا دس روپے کے لیے یہ کہوں کہ یو ... سنور کارپوریشن سے سستے مل رہے ہیں؟" بھورے ماموں نے خفگی سے کہا "بفرض محال ملتے بھی تو کیا وہ گھر میں رکھنے کے قابل ہوتے؟ دس روپے میں مرغی

کا بچہ بھی نہیں ملتا۔"

"میں آپ کو جھوٹ کا ایک پاکٹ پروگرام دیتا ہوں..." کالے خاں نے کہا "بالکل محفوظ ہو گا۔ اپنا ... ڈی آئی جی ان دنوں جہاں ملازم ہے وہاں مالک نے کوئی اعلیٰ نسل کی کتیا خریدی تھی مگر وہ اس سے بہت ناراض تھا۔ کہتا تھا کہ ایک پی آئی اے کی مرغی روز انڈا دے سکتی ہے تو یہ کتے کی بچی ایک پلا نہیں دے سکتی؟ اس کے پاس درجن بھر صرف مرغیاں تھیں۔ مرغا ایک نہیں تھا مگر اس احمق کو علم نہ تھا کہ وہ مرغی خود کفیل ہوتی ہے۔ خیر پھر ایسا چکر چلایا ... نے کہ کتیا نے گزشتہ ماہ چھ بچے دیے اور مالک نے ... کو پورا ہزار روپیہ انعام میں دیا۔"

"... کو؟" بھورے ماموں دم بخود رہ گئے "یا بچوں کے باپ کو؟"

کالے خاں ہنسنے لگا "اس نے صاحب سے کہا تھا کہ اس کے پاس ایک خاندانی نسخہ ہے۔ سو سالہ ستیا ناس باوا کا عطا کیا ہوا۔ آپ ممانی سے کہیں کہ ... اس ستیا ناس باوا سے دس روپے میں وہ نسخہ لا دے گا۔"

"کیا غضب کرتے ہو بھانجے؟" بھورے ماموں نے گھبرا کے کہا "کہیں اس نے سچ مچ لا دیا.... تو ایک ساتھ چھ.... بے شک' تمہاری ممانی کی گود بھی بند رگاہ کی گودی ہے مگر...."

"ارے ماموں' ... نے ویسے تو چار آنے والی چورن کی پڑیا ہی کھلائی تھی۔ آپ بھی کھلا دینا۔ اس سے کچھ نہیں ہوتا۔ وہی ہوتا ہے جو منظور خدا ہوتا ہے۔ اب آپ جلدی سے جائیں.... میں انتظار کروں گا۔"

یہ تیسرے پہر کی بات تھی اور اب شام کے سات بج رہے تھے۔ چنانچہ کالے خاں کا تشویش میں مبتلا ہونا برحق تھا۔ یہ ذرا مشکل لگتا تھا کہ صرف دس روپے بچانے کے لیے ممانی نے بھورے ماموں کو ایک ضرب کلیم سے خرچ کر دیا ہو لیکن بہت سے امکانات پر غور کرنے سے کالے خاں کا دل ڈوبنے لگا تھا۔ یہ ہو سکتا تھا کہ ممانی نے ان کا واحد آؤٹ ڈور سوٹ ضبط کر لیا ہو' جو ایک ریشمی دھوتی اور میچ کرتے ہوئے کرتے پر مشتمل تھا۔ گزشتہ بار فیشن بدلا تھا تو ممانی نے پرانے برقع میں مناسب ردوبدل کر کے اوپر والے حصے سے کرتا نکال لیا تھا اور نچلے حصے سے دھوتی ایجاد کی تھی۔ ان کے ڈیزائن کیے ہوئے اس سوٹ میں بھورے ماموں سب سے جدا نظر آتے تھے اور جب گھر سے نکلتے تھے یا نکالے جاتے تھے تو اس ... فاخرہ میں بڑے سرسبز نظر آتے تھے۔ ممانی کا پرانا برقع سبز رنگ کا تھا۔ گھر کے اندر ماموں ایک انڈر گنڈیشنڈ بنیان اور ممانی کے جہیز کی ایک شلوار زیب تن فرماتے تھے۔ جو اب ان کو فٹ تھی۔ تاہم اس لباس پر ماموں کمبل میں روپوش رہنے کو ترجیح دیتے تھے۔ ممکن ہے' اس وقت بھی وہ کفن پوش مردے کی طرح کمبل اوڑھے چارپائی پر سیدھے پڑے ہوں اور اسپیشل شو صرف تصور میں

Urdu Books, English Books and Old pdf books download

http://www.Mypdfsite.com

دیکھ رہے ہوں۔

یک لخت کالے خاں کا دل اپنے اکلوتے ماموں کے لیے محبت کے جذبات سے یوں لبریز ہو گیا جیسے عوام کا پیمانہ صبر لبریز ہوتا رہتا ہے۔ کبھی ٹیلی فون کے غلط بلوں سے' کبھی لوڈ شیڈنگ سے اور کبھی ان اعلانات سے کہ سختی سے نمٹا جائے گا شرپسندوں سے' سرجانی ٹاؤن کے ناجائز قا[illegible]ں سے۔ نام نہاد انگلش میڈیم اسکول چلانے والے ڈاکوؤں سے۔ کالے خاں کے دل میں ممانی کے خلاف علم بغاوت بلند کرنے اور اپنے ماموں کو ان کے ظلم و استحصال سے نجات دلانے کے لیے جہاد کرنے کی خواہش پیدا ہوئی۔ ماموں کمزور ہے تو کیا ہوا۔ بھانجا تو چیتے۔ بحری بیڑے کی طرح ان کی مدد کو پہنچ سکتا ہے۔ ممانی سے اس کے تعلقات ان دنوں ویسے ہی سخت کشیدہ تھے اور اس کا سبب وہ اشتعال انگیز بیانات تھے جو ممانی نے موقع بہ موقع جاری کیے تھے اور جن میں اپنے بچے سے زیادہ معصوم اور بے ضرر شوہر کے اخلاق و کردار کے زوال کا ذمے دار صرف کالے خاں کو قرار دیا گیا تھا۔ یہ ٹھیک ہے کہ وہ جیبیں کاٹتا تھا مگر ماموں اس عمر میں کون سے چلے کاٹتے تھے۔ ان کی باتصویر سوانح حیات شائع ہوتی تو اس کے پڑھنے سے [illegible]ں کا بھلا ہوتا۔ لوگ اب تک جوان ہونے کے لیے وہی کورس پڑھ رہے تھے جو ان کے بزرگوں نے پڑھا تھا۔

آٹھ بجے کالے خاں نے ماموں کے یتیم خانے کی طرف مارچ کا فیصلہ کیا۔ ماموں اپنے گھر کو غریب خانہ اس لیے نہیں کہتے تھے کہ غریب کی بہرحال گھر میں عزت ہوتی ہے۔ پاگل خانہ نہیں کہتے تھے کیونکہ وہ خود کو بہرحال پاگلوں میں شمار نہیں کرتے تھے اور جیل خانہ یوں نہیں سمجھتے تھے کہ جیل سے آدمی بہرحال ایک دن رہا ہو جاتا ہے۔ اس یتیم خانے میں وہ ایک نکاح نامے کی رو سے داخل ہوئے تھے اور اب تک مسکرا لیتے تھے۔

کالے خاں نے دروازے پر دستک دینے سے احتراز کیا' اس کے لیے عین دروازے تک جانا پڑتا تھا اور اتنے قریب سے ممانی کا زنانہ اسلحہ چمٹا' چکنی' بیلن یا کفگیر براہ راست کالے خاں کے خلاف آلہ قتل کے طور پر استعمال ہو سکتا تھا۔ اس نے دور سے ہی ایک پھٹا ہوا جوتا کوڑے میں سے اٹھا کے پھینکا۔ کالے خاں حلف اٹھا کے کہہ سکتا تھا کہ اس نے صرف دروازے کا نشانہ لیا تھا۔ ساری غلطی اس چیز کی تھی جو درمیان میں آ گئی۔ اوپر سے وہ چیز بالکل الٹی رکھی ہوئی چکنی ہانڈی جیسی تھی۔ درمیانی حصہ تنور نما تھا اور باقی پہلوان دو ٹانگوں پر رکھا ہوا موت کا گولہ تھا۔ پڑا تا جوتا اس کے گنجے منڈے ہوئے سر کی سطح پر اس طیارے کی طرح اترا جس کے پہیے نہ کھلے ہوں اور جو رن وے پر رکے بغیر کریش کر جائے۔ پہلوان کے حلق سے ایسی آواز نکلی جیسے زلزلہ آنے سے پہلے زمین سے سنائی دیتی ہے۔ جو الفاظ لاوے کی طرح اس کے منہ سے نکلے وہ کالے خاں سے زیادہ اس کے شجرہ نسب کو غلط کرتے تھے۔ چنانچہ اس

نے پروا نہیں کی اور اپنی جان بچانے کے لیے دوڑا۔ اس کے مقابل ایک چرخ بڑھیا آ گئی جو اپنے خیمے ٹائپ برقع کا نقاب اٹھا کے نہ جانے کدھر دیکھ رہی تھی۔

پہلوان کسی چٹان کی طرح لڑھکتا چلا آ رہا تھا اور حلق سے بھونپو کی طرح آوازیں نکال رہا تھا "اسے بچھر کے بچے۔ تیری اتنی ہمت کہ گو۔ پہلوان کے سر پر جوتا مارے۔ قسم اللہ کی پہلوان کے آرم لاک کی' بھنگ کی طرح گھوٹ دوں گا۔ مار مار کے زمین میں کیل کی طرح ٹھونک دوں گا۔ کوٹ کوٹ کے ورق بنا دوں گا۔ کھینچ کے رکھ دوں گا تار کی طرح۔"

ابھی وہ اپنے پانچ نکاتی پروگرام کا اعلان کرتا ہوا دوڑنے کی ناکام کوشش کر ہی رہا تھا کہ مخالف سمت سے مصنوعی سیارے جیسی منی گدھا گاڑی نمودار ہوئی جس پر ایک پورنجبل قسم کا ولن ٹائپ شخص سوار تھا۔ گدھے سے جیٹ انجن کی صدا بلند ہو رہی تھی اور وہ گاڑی کو پونگ کی طرح لے جا رہا تھا۔ رفتار میں مزید اضافے کے لیے پائلٹ بہت سی چیزیں استعمال کر رہا تھا' مثلاً گدھے کی دم۔ اسے وہ کبھی گیئر لیور کی طرح حرکت دیتا تھا اور کبھی یوں لگتا تھا جیسے اکھاڑ کے کہیں اور لگانا چاہتا ہے۔ اس کے ہاتھ میں ٹین کا ایک زنگ خوردہ ڈبا تھا جس میں شاید اس کے دل کے ٹکڑے بھرے ہوئے تھے کیونکہ جب وہ اسے خرگوش نما گدھے کے کان پر رکھ کر ڈگڈگی کی طرح ہلاتا تھا تو پاپ میوزک کا شور اٹھتا تھا اور گدھا بھاگتا تھا۔ رہی سہی کسر پائلٹ خود عجیب و غریب آوازیں نکال کے پوری کرتا تھا ہا... ہو ہو ہو... قل قل... او گدھے کے بچے' چل اسپیڈ پکڑ نہیں تو... او نجل کی اولاد۔" یہ آخری الفاظ اس نے تب کہے' جب گولو پہلوان اور گدھا گلے مل چکے تھے۔ گولو پہلوان ایک دھماکے سے گرا کیونکہ گدھا تقریباً اس کے پیٹ میں گھس گیا تھا۔ پھر گدھا اس کے پیٹ کی پہاڑی کو عبور کرتا ہوا دوبارہ سڑک پر اترا اور گاڑی سمیت ہوا ہو گیا۔

"ارے میاں' وہ پھر گر گیا۔ گو۔ پاڑ زہ..." ایک پان خور نے منہ آسمان کی طرف اٹھا کے غرارے کرتے ہوئے کہا۔ اس طرح پیک کا وہ سب [illegible] محفوظ رہا جو انہوں نے آدھے گھنٹے جبڑے چلا کے جمع کیا تھا۔

"نئی سڑک پھر ٹوٹ گئی؟" ایک اخباری نمائندہ گڑھے میں پڑے ہوئے گولو پہلوان کے ملبے کی تصویر بنانے لگا۔

"میٹریل ناقص ہے... ادھر ہمارا پہلوان چت ہوا ادھر گڑھا..."

"میٹریل ہے ہی نہیں... ناقص کا کیا سوال۔"

"گویا یہ گولو پہلوان اور کارپوریشن کے ٹھیکے دار کی ملی بھگت ہے۔" رپورٹر بولا "میں ایک اور فیچر بناتا ہوں۔"

Urdu Books, English Books and Old pdf books download

http://www.Mypdfsite.com

"میرا نام آیا تو ایسا دھوبی پچھاڑ دوں گا کہ۔۔۔" پہلوان بالآخر کھڑا ہو گیا "کہ سب ٹرٹر بھول جائے گا رپورٹر کی دم۔ اس سڑک پر سے تو ٹرک بھی گزرتے ہیں۔"

"ٹکران میں ٹائر ہوتے ہیں۔ ٹائروں میں ہوا ہوتی ہے۔" رپورٹر بولا "تمہارے ٹائر کدھر ہیں۔ تم بھی تو بیوی ڈیوٹی ٹرک ہو۔"

کالے خاں کی جان پہلوان سے تو بچ گئی تھی مگر اس خیمہ بردار بڑھیا سے ملاپ زیادہ دردناک ثابت ہوا۔ جب بڑھیا نے چیخ مار کے نقاب گرایا تو کالے خاں کو احساس ہوا کہ وہ بھی پنجرے میں قید ہو گیا ہے۔ یہ ایک نیام میں دو تلواروں والا کیس تھا۔ بڑھیا کی عمر نصف ہوتی تو کالے خاں یک جان دو قالب ہونے پر بہت خوش ہوتا مگر وہ تو مسلسل خطرے کے سائرن کی طرح بج رہی تھی اور اس کی آواز ریل کے کالے انجن کی سیٹی سے زیادہ کان خراب کرنے والی تھی "ارے موئے مردود' اندھے تیلی۔ پردہ دار عورتوں کے پردے میں گھسا چلا آتا ہے۔ تیرا ستیاناس۔ ارے لوگو دوڑو' بچاؤ۔ ارے یہ بھوت کہاں سے چمٹ گیا۔ ارے میری اماں۔"

کالے خاں اس کپڑے کے کفن نما لفافے میں ایسا بند ہوا تھا کہ اسے کسی طرف سے نکلنے کا راستہ ہی نہیں مل رہا تھا۔ بڑھیا صرف زبان ہی نہیں ہاتھ بھی چلا رہی تھی اور کالے خاں پردے ہی پردے میں خاصا پٹ چکا تھا۔ اس نے بھی شور مچانے میں کمی نہیں کی "ارے شیطان کی خالہ۔ چھوڑ مجھے۔ میں تیرے بیٹوں کے برابر ہوں۔ تو کہاں سے چمٹ گئی مجھ سے چڑیل۔" مگر اس کی آواز بڑھیا کی آواز میں یوں دب گئی تھی' جیسے مخالف مجمع کے شور میں تقریر کرنے والے کی آواز۔ اندر بالکل یک جان دو قالب والا مسئلہ تھا اور بڑھیا کمبل ہو گئی تھی۔ بالآخر کالے خاں نے اسے اتنا اوپر اٹھایا کہ برقع زمین سے دو فٹ اوپر آندھی میں اکھڑے ہوئے خیمے کی طرح لہرانے لگا۔ وہ زن سے غوطہ مار کے نیچے سے نکلا۔ جب بڑھیا نے پھر نیچے لینڈ کیا تو نہ جانے کیسے برقع کالے خاں کے ساتھ ہی نکل گیا۔ اسے اچانک احساس ہوا کہ وہ برقعے کو بغل میں دبائے بکرے کی کھال کی طرح گھسیٹتا ہوا دوڑ لگا رہا ہے۔ بڑھیا سڑک پر بھاڑ کے چنے کی طرح اچھل رہی تھی اور ایسے رہ گئی تھی جیسے کوئی دلہن' جس کا حجلہ عروسی جن اٹھا لے جائے اور وہ سڑک کے کنارے بیڈ پر بیٹھی ہو "ارے وہ چور اچکا' میرا سب کچھ لے گیا۔ ارے وہ تو میری ساس کا برقع تھا۔ وہ میری کھال کا برقع بنا لے گی۔ ہائے۔۔۔ ہائے۔ کسی غیر کی آج تک نظر نہیں پڑی تھی میرے چاند سے چہرے پہ۔۔۔"

کالے خاں نے اس کالی کلوٹی جلی ہوئی خشک لکڑی کو دل ہی دل میں گالی دی۔ کیسے مزے سے نقاب اٹھائے مٹکتی چلی آ رہی تھی اور کہتی ہے' غیر کی نظر نہیں پڑی۔ غیروں کو کیا اچھی صورت نہیں ملتی دیکھنے کو' جو اس گرہن لگے چاند کو دیکھ کر بڑے بڑے خواب دیکھیں تو اماں اماں چلانے لگیں۔ اس نے

دوڑنا جاری رکھا مگر برقعے کو ایسے لپیٹ لیا جیسے پیراشوٹ کو جہاز سے کودنے والے سمیٹ لیتے ہیں۔ برقع بغل میں دبا کے اسے تھوڑی سی خوشی ہوئی۔ بڑھیا کے لیے سر سے کفن باندھ کے لڑنے کا یہ کوئی نیا تجربہ نہیں تھا۔ چنانچہ اس نے کالے خاں کو اندر ہی اندر دھن کر رکھ دیا تھا۔ چھ گز' تقریباً نیا لٹھا ہاتھ آ جانے کے بعد کالے خاں اس ڈیل کو بھول گیا۔ اب کم سے کم ایک شلوار' ایک پجامہ اور ایک جانگیے کا سیٹ تو نکلے گا برقعے کے کپڑے سے۔

بڑھیا کے لیے ہنگامی امداد' ہنگامہ شروع ہوتے ہی نہیں پہنچی تھی۔ کالے خاں نے ایک عقل مندی یہ کی تھی کہ خط مستقیم میں سفر نہیں کیا تھا۔ وہ گلیوں سے گزرا جو جلیبی کی طرح سیدھی تھیں۔ اس نے ایک گلی ڈنڈے کے میچ میں خلل ڈالا۔ ایک اجلاس کے شرکا کو ڈسٹرب کیا جس میں حضرات اور خواتین کا تناسب برابر تھا اور وہ جاروب کش برادری کی ذیلی شاخ کے نمائندے تھے۔ پہلے ایک کتا اس کے پیچھے لگا پھر وہ ایک کتے کے پیچھے لگ گیا اور بالآخر ایک ایسی جگہ پہنچا جہاں اسے دیکھنے والا کوئی نہ تھا۔ یہ کارپوریشن کا بیت الخلا تھا وہ پھر باہر آیا تو برقعے میں ملفوف تھا۔ یہ ایک حفاظتی قسم کی کارروائی تھی مگر وہاں خدمت خلق پر متعین افسر اعلیٰ دم بخود رہ گیا۔ اس کی نظروں کے سامنے جنس بدلنے کا یہ واقعہ پیش آیا تھا۔ اب تک تو اس نے صرف سنا ہی تھا کہ ایسا بھی ہوتا ہے۔

برقعے کے اندر کالے خاں نے خود کو بہت محفوظ تصور کیا۔ اب اس کا پیچھا کرنے والے آ جاتے تو دوڑتے ہوئے سیدھے گزر جاتے۔ ایسے ۔ کاک برقعے کی طرف اس نے بھی آج تک محبت سے نہیں دیکھا تھا تو اس کی طرف کون دیکھے گا پھر بھی اس نے اپنی چال میں تھوڑی سی نسوانیت پیدا کر لی اور جائے واردات کی طرف چل پڑا۔ وہاں حالات معمول پر آ چکے تھے۔ بڑھیا غالباً ساس کو بیچی آپ بیتی سنا رہی ہو گی۔ کالے خاں کو خیال آیا۔ کیا اس کی ساس یقین کرے گی کہ بہو کے سر سے کوئی مسٹنڈا برقع اتار کے بھاگ گیا تھا۔ وہ ضرور اس کی کھال کھینچ کر اپنا برقع بنوائے گی۔ حالانکہ اس کے بھی برقع نہیں' کفن پہننے کے دن ہوں گے۔

وہ بھورے ماموں کے گھر کے دروازے تک برقعے میں گیا۔ اس کا مقصد صرف خود کو کیموفلاج کرنا تھا لیکن عین وقت پر اس کے ذہن میں ایک نیا خیال آیا۔ اس نے بڑے اعتماد کے ساتھ دستک دی۔

"اری مردار۔" بھورے ماموں کی زوجہ نے دروازہ کھول کے کہا "پھر آ گئی خیرات لینے۔ ابھی لے کر گئی تھی۔ دفع ہو جا' نہیں تو کاٹ کے رکھ دوں گی۔" انہوں نے ایک ہاتھ میں چھری اور دوسرے میں ڈنڈا لہرایا۔

"شٹ اپ۔۔۔ میرا مطلب ہے' چپ کر نیتی۔" کالے خاں نے فوراً زنانہ لہجہ بنا کے کہا "تو کیا خیرات دے گی۔ میں نہ کر دوں تجھے خیرات۔ کدھر ہے بھورے خاں۔ اپنے گھر میں یہ کون قصائی کی بچی

Urdu Books, English Books and Old pdf books download

http://www.Mypdfsite.com
KHAN BOOKS
STATIONARY AND LIBRARY
F/890/4 NISHTAR ROAD BHABRA BAZAR
RAWALPINDI PH:5556532
PROP:ALI KHAN

ڈال رکھی ہے جو مجھے کاٹنے کی دھمکی دیتی ہے۔"

"اپنے گھر میں۔ بھورے خاں تیرا کیا لگتا ہے؟" ممانی دم بخود رہ گئیں۔

"میرا تو خصم ہے۔ تیرا کیا ہے؟" کالے خاں نے چلا کے کہا "تو کیوں گھسی ہوئی ہے یہاں۔ اس نے کہا تھا کہ چوبیس گھنٹے میں تیری چٹیا پکڑ کے باہر نکال دے گا تجھے۔ بیس سال سے چمٹی ہوئی ہے اس سے 'بدروح۔ اب دیکھ چھ سال میں درجن بھر بچوں کا باپ نہ بنے بھورے خاں تو...."

ممانی نے ایک ایسی چیخ ماری کہ بھورے ماموں بے تحاشا دوڑے۔ وہ اپنے اسی ان ڈور سوٹ میں تھے جو ٹاپ لیس تھا۔ ممانی کی ساٹن کی شلوار میں ایک خوبی یہ بھی تھی کہ ماموں کے قد پر وہ شرعی ہو گئی تھی اور ان کے ٹخنوں سے بھی چار انگل اونچی تھی۔ اس کا سرخ عنابی رنگ بھورے ماموں کے سیاہ رنگ پر خوب کھل رہا تھا۔

"کیا ہوا... کیا ہوا؟" بھورے ماموں نے ممانی کو اوپر سے نیچے تک دیکھا "خدا کا شکر ہے تم پوری ہو اور زندہ ہو۔ میں تو سمجھا تھا کہ...."

"تم خاک سمجھے تھے۔ سمجھاؤ اس حرافہ کو جو میرے خصم کو اپنا خصم کہتی ہے۔" ممانی نے چیخ کر کہا۔

"کیا؟" بھورے ماموں پٹاخے کی طرح اچھلے "کون... یہ...؟"

"ہاں میں..." کالے خاں نے ہاتھ چلایا "بتاؤ اسے 'کیا میں تمہاری گھر والی نہیں ہوں۔ مجھ سے نکاح نہیں کیا ہے تم نے؟"

"نکاح؟" بھورے ماموں نے گڑبڑا کے کہا "نکاح تو میرے باپ نے بھی نہیں کیا تھا... میرا مطلب ہے 'دوسری بار۔"

ممانی نے اپنے اصلی مجازی خدا کے ووٹ پر کامیابی کی خوشی کا اظہار یوں کیا کہ برقع پوش کالے خاں کو گھر سے بے گھر کرنا چاہا۔

کالے خاں اسی موقع کی تاک میں تھا۔ ممانی کے آگے بڑھتے ہی اس نے برقع کے اندر رکوع میں جا کے سر جھکایا اور ایک دم آگے بڑھا۔ ممانی ریورس گیئر میں دوڑتی گئیں اور گھڑونچی سے ٹکرا کے لیٹ گئیں۔ گھڑا ان کے اوپر گر کر ٹوٹا۔ بھورے ماموں کی عقل خبط ہو گئی۔

"ارے 'مار دیا.... قتل کر دیا.... الحمد.... میرا مطلب ہے 'انا.... اب پانی پیو اور کلمہ پڑھو بیگم۔" وہ نیچے بیٹھ کر بولے "یٰسین شریف پڑھتا میں مگر...."

"ارے مریں مجھے مارنے والے..." ممانی دوسرے راؤنڈ کے لیے اٹھ کھڑی ہوئیں "میں پوچھتی ہوں 'آخر کون ہے یہ.... میری ساس کے جیسی؟"

"ہائے 'براؤن خاں۔ تم سن رہے ہو؟" کالے خاں نے زنانہ آواز میں فریاد کرتے ہوئے کہا "مسز براؤن کو یہ بلڈوزر کی بچی کیا کہہ رہی ہے؟"

"مسز براؤن... ارے غضب خدا کا! تم کہاں آ گئیں۔ یہ تو بھورے خاں کا گھر ہے۔" بھورے خاں بوکھلا کے بولے۔

"کیا بھورے کو براؤن نہیں کہتے؟ بولو... کیا یہ وہی نہیں ہے جس کو تم کالی چڑیل کہتے تھے؟" کالے خاں نے کہا "کیا تم بیس سال سے اس مصیبت سے جان چھڑانے کی فکر میں نہیں تھے؟ تم نے تو کہا تھا کہ میں اس کو قتل کر کے بھی گاڑ سکتا ہوں گندے نالے میں؟ ابھی تک تم نے اسے بتایا نہیں کہ تم نے اب اس کی جگہ مجھے دے دی ہے؟ کالے خاں گواہ ہے اس نکاح کا۔"

"کالے خاں... ارے کیوں اسے بیچ میں لاتی ہو۔ غضب خدا کا۔" بھورے ماموں ہکلا گئے۔

ممانی نے چیخ کے ساتھ بھورے ماموں کو ایک لات ماری۔ وہ لوٹے کی طرح لڑھک گئے "ارے بے حیا بھورے خاں.... یہ سوکن ہے میری.... یہ تیری دوسری جوانی کے کرتوت ہیں۔ تو نے اور اس کالے خاں نے مل کر سب کیا ہے۔ اس سے تو میں بعد میں نمٹوں گی۔" ممانی نے ایک دم کفگیر اٹھا لیا۔ اس وقت جب ممانی کالے خاں کی طرف متوجہ نہیں تھیں 'کالے خاں نے نقاب اٹھا کے پھر گرا دیا۔ بھورے ماموں نے اپنے پیارے بھانجے کو دیکھا اور حیرت سے منجمد ہو گئے۔ ان کو یوں لگا جیسے یہ سب نظر کا دھوکا تھا۔ بھلا کالے خاں اتنی سی دیر میں برقع اوڑھ کے کیسے آ سکتا ہے۔ اس نے برقع کہاں سے لے لیا؟ لوگوں کی جیب میں سے تو برقع نکلتا نہیں... اور کہیں سے لیا تو کیوں لیا؟ مگر ان سب سوالوں کا جواب دینے سے پہلے کالے خاں رفوچکر ہو گیا۔

"ابے کالے خاں۔" بھورے ماموں نے چیخ کر کہا "تیری تو..." وہ کفگیر کی پہلی ضرب پر بلبلا کے دوڑے اور اپنے دفاع کے لیے سالن کا بڑا چمچہ اٹھا لیا۔ اگلے سارے وار انہوں نے اس چمچے پر روکے۔

"ارے بیگم... وہ سور کا بچہ... وہ کالے خاں... خدا کی قسم... یہ سب اس کی شرارت ہے۔"

"شرارت؟ اس نے شرارت میں نکاح کرا دیا اور تم نے کر لیا۔" ممانی نے اس کو اقرار جرم مان کے نیا حملہ کیا۔ ممانی نے پھر چھری اٹھالی۔ وہ بھورے ماموں کے 'ٹنڈے کی طرح دو ٹکڑے کرنے کے موڈ میں تھیں "ایک کے دو کر دوں گی.... آدھا اس کو دے دوں گی۔"

"لاحول ولا قوۃ۔" بھورے ماموں نے پلنگ کے نیچے گھس کر خود کو مقتول ہونے سے بچایا۔ خبیث کالے خاں 'ممانی کو بارود پر بٹھا کے چنگاری پھینک گیا تھا اور بھورے ماموں کی بیس سال پرانی منکوحہ اب بیوہ ہونے پر تیار تھی۔ کیسا جان لیوا مذاق کیا تھا اپنے ہی بھانجے نے۔ دکھانی تھی تو اپنی صورت ممانی کو دکھاتا۔ یہ تو صاف حرام موت ہوگی۔ اگر وہ کالے خاں کی بدمعاشی کے باعث اللہ کو پیارے

Urdu Books, English Books and Old pdf books download

http://www.Mypdfsite.com

KHAN BOOKS
STATIONARY AND LIBRARY
F/1504 NISHTAR ROAD BHABRA BAZAR
RAWALPINDI PH:5556532
PROP:ALI KHAN

ہو گئے۔۔۔

"ارے بھئی بیگم' میری بھی سنو۔" بھورے ماموں نے چلا کر چمچہ لہرایا "وہ کوئی عورت نہیں تھی۔"

"کیا۔۔۔؟ عورت نہیں تھی۔" ممانی نے پلنگ کے اوپر سے کودنے کی نیت کی "عورت نہیں تھی تو کیا مرد تھا؟ اندھا ہی نہیں' پاگل بھی بناتا ہے مجھے بڈھے۔"

بھورے ماموں پھر پلنگ کے نیچے سے گزر گئے۔ اسی وقت ممانی کے چھلانگ مارنے سے پٹی ٹوٹی۔ ممانی کا کچھ وزن ماموں پر آیا' باقی آگے گیا۔

"آف۔۔۔ میری کمر۔۔۔" بھورے ماموں دوسری جانب سے ہلال عید بن کے پھر طلوع ہوئے "اف۔۔۔ تیرے کمان بنا دیا۔"

ممانی کی کمر تو کمرا تھی' چنانچہ وہ پھر کھڑی ہو گئیں "اور تو جو عورت کو۔۔۔ اپنی بیوی کی سوکن کو۔۔۔ عورت نہیں مانتا' کیا وہ داڑھی والا بابا تھا کوئی؟ جو مجھے عورت نظر آرہا تھا۔ تیرے ابا میاں کا بھوت تھا؟"

"بس۔۔۔ خبردار جو ابا میاں کا نام لیا۔" بھورے ماموں کی مردانگی ایک دم جوش میں آگئی "الو کی پٹھی دو۔۔۔ وہ کالے خاں۔۔۔"

"بھاڑ و پھرے کالے خاں پر۔" ممانی نے دنا دن ٹنڈے فائر کرنے شروع کیے۔ ان میں سے چار لنچ کے لیے قتل کیے جا چکے تھے۔ باقی بھورے ماموں سے شہاب ثاقب کی طرح ٹکرائے پھر لوٹے اور تھال پھینکے گئے۔ ہر روز کی طرح سننے والے دعا کرتے رہے کہ اس جنگ میں کم سے کم ایک فریق کو شہادت ملے تو شاید محلہ پھر محلہ بن جائے مگر یہ اسی صورت میں ممکن تھا' جب کسی کا پھینکا ہوا لوٹا کسی ایک کے سر پر یوں لگے کہ صرف سر ٹوٹے۔

کالے خاں نے صرف ماموں پر ہونے والے مظالم کا بدلہ لینے کے لیے ایک اسکیم بنائی تھی کیونکہ بھورے ماموں کے ساتھ ان کے اپنے گھر میں ہر روز وہ ہوتا تھا جو تھانے میں شرفا کے ساتھ بھی نہیں ہوتا۔ ممانی کو ایک ٹکر سے منہدم کر کے اسے بڑا دلی سکون حاصل ہوا تھا مگر اس کے بعد وہ اپنے ماموں کی طرف سے سخت تشویش میں مبتلا ہو گیا تھا۔ معلوم نہیں اس عملی مذاق کے بعد ان کی جان ناتواں پر کیا گزری ہو۔۔۔ کہیں وہ خود ہی جاں سے نہ گزر جائیں۔ وہ برقع بغل میں دبائے پھر ان کے دروازے تک پہنچا اور کان لگا کے کچھ سننے کی کوشش کی مگر اندر مقبرہ نور جہاں کا سا سکوت تھا۔ جھانکنے پر اسے ویسی ہی نے چراغے' نے گلے والی تاریکی بھی دکھائی دی اور کالے خاں کو یہ فکر لاحق ہونے لگی کہ کہیں ممانی نے بھورے ماموں کے ساتھ بھی وہی تو نہیں کیا جو وہ ٹنڈوں کے ساتھ کر رہی تھیں۔ پھر

بہرحال ان کے ہاتھ میں تھی اور بھورے ماموں اکیلے تھے اور غیر مسلح تھے۔ اس کا دل بھر آیا۔ اس ڈریکولا کی بچی نے بھورے ماموں کی گاجر مولی جیسی گردن پر شمشیر کی طرح وار کیا ہو گا اور بھورے ماموں یک نہ شد دو شد ہو گئے ہوں گے۔ حصہ اول میں سری' حصہ دوم میں پائے اور دیگر اعضائے رئیسہ و غریبہ' مگر یہ تو غالباً قتل کہلائے گا۔ اس نے بڑے افسوس سے سوچا اور بھورے ماموں کا خون صدقے کے بکرے کی طرح ہو گا۔ سالا تھانے دار' بہن کو صاف بچا لے گا۔ قتل کر کے وہ آنسو بہاتی جائے گی اور غمگین اداکاری میں نیر سلطانہ کو مات دیتے ہوئے کہے گی کہ بھیا' مجھ سے تھوڑا سا وہ ہو گیا ہے' قتل۔ بھیا کہے گا کہ رونے کی بھلا کیا ضرورت ہے باجی۔ کیا کسی پاگل کتے کو مار دیا ہے اور وہ سڑ سڑ کر کے سرہلائے گی "کچھ ایسا ہی سمجھو۔ وہ جو تمہارے جیجا جی تھے نا۔ تم تو جانتے ہو' کتنے کمزور تھے۔ آدمی بلبلہ ہے پانی کا۔ وہ تو پیدائشی بلبلے تھے۔ اکثر تیز ہوا میں بھی ان کے طائر روح کے پرواز کرنے کا خطرہ پیدا ہو جاتا تھا۔ بس وہی بیٹھے تھے میرے پاس اور میں ٹنڈے کاٹ رہی تھی۔ کہنے لگے کہ زوجہ محترمہ! تمہیں اعتراض نہ ہو تو میں کٹوا دوں۔ مجھے بڑی شرم آئی۔ میں نے ہاتھ جھٹک کے کہا کہ چلو ہٹو' پہلے ایک بار کٹوا چکے' کافی ہے۔ میرا تو روز کا کام ہے اور اس دن بھی تم نے ٹنڈے ایسے کاٹے تھے کہ پھر حلوا بنانا پڑا تھا۔ تو بھیا' اسی کھینچا تانی میں ہاتھ جو پھسلا تو سر بھٹے کی طرح ادھر جا پڑا" اور یہ بات سن کے قصائی بھیا کہے گا کہ "لو باجی۔ یہ بھی کوئی رونے کی بات ہے۔ میں آپ کو اگلی مرتبہ امپورٹیڈ جیجا جی۔۔۔ لا کے دوں گا اور اس لاش کا کیا ہے۔ افریقہ کے آدم خور قبائل کو تحفہ بھیج دیتے ہیں یا مردہ خانے بھجوا دیتے ہیں لاوارث قرار دے کر۔"

"نہیں۔ میرا ماموں لاوارث لاش نہیں ہے۔" کالے خاں فرط جذبات میں رو کے بولا۔

"پھر کیسی لاش ہے؟ چلتی پھرتی لاش' زندہ لاش؟" ایک شخص نے کتاب سے نظر اٹھا کے کہا۔ اس کتاب کا نام تھا "پراسرار لاش عرف ایک ماموں کی دکھ بھری کہانی" اس کے نیچے لکھا ہوا تھا۔ صرف مردوں کے لیے اور پہلے لفظ پر غالباً پیش نہیں تھا۔ زبر تھا لیکن تصدیق کا موقع دیے بغیر اور کالے خاں کا جواب سنے بغیر وہ بس پر چڑھ گیا ورنہ بس اس پر چڑھ جاتی۔ وہ کھڑا ہوا ہی ایسی جگہ پر تھا۔ کالے خاں اپنے ماموں کے گھر کی طرف لپکا۔ اب اسے بھورے ماموں کا مرقد لگتا تھا۔ اس نے دروازے پر لات ماری اور چلا کے بھورے ماموں کو آواز دی۔

"آؤ میرے پیارے بھانجے کالے خاں۔" ممانی نے دروازہ کھول کے محبت اور شفقت کے ساتھ کہا۔ وہ مسکرا بھی رہی تھیں۔

کالے خاں بھونچکا رہ گیا۔ اتنا زبردست انقلاب اتنی سی دیر میں کہ ہمیشہ مواجیب کترا' مسٹنڈا' حرام خور اور کالے کرتوت والا کالے خاں بدمعاش' آج پیارے بھانجے کے نام سے مخاطب کیا جا رہا تھا۔

Urdu Books, English Books and Old pdf books download

http://www.Mypdfsite.com

"اندر... اندر آجاؤں۔" کالے خاں سہم کے بولا "تاکہ تم مجھے بھی کاٹ دو ٹنڈے کی طرح... میں ٹنڈا... میرا مطلب ہے' پاگل نہیں ہوں۔"

"یہ تم کیسی بہکی بہکی باتیں کر رہے ہو۔ خدا خیر کرے۔ کہیں دشمنوں نے کچھ کرا تو نہیں دیا۔" ممانی نے یوں کہا کہ کالے خاں کا شبہ یقین میں بدل گیا۔ اس اداکاری کا مقصد ہی کالے خاں کو دھوکے سے اندر بلا کے بھورے ماموں کے پاس بھیجنا تھا۔ تاکہ ان کا کوئی والی وارث ان کے خون کا دعویٰ تک نہ کر سکے۔

"رہنے دو یہ ٹنڈے بازی۔ میرا مطلب ہے' ڈرامے بازی۔" کالے خاں ایک قدم پیچھے ہٹ گیا "میں سب کچھ سمجھ گیا ہوں۔"

"ہائے ہائے۔ آ میں تیری نظرا تاروں بچے۔" ممانی نے ہاتھ بڑھائے۔

"نظرا تارو۔ میرے ماموں کو قبر میں اتار دیا۔ میرا بھی سر اتارو گی تم۔" کالے خاں ایک دم ہوشیار ہو گیا "سچ سچ بتادو' کیا تم نے اپنے شوہر کو بھی ٹنڈوں کے ساتھ کاٹ دیا؟"

"یہ کیا ٹنڈے' ٹنڈے لگا رکھی ہے۔ کبھی خود کو ٹنڈا کہتا ہے' کبھی اپنے ماموں کو۔" ممانی کا لہجہ ویسا ہی شریفانہ رہا جیسا کہ کبھی نہ تھا۔

"میں کہتا ہوں' میرے ماموں کہاں ہیں؟ ان کا جسم کہاں ہے اور روح کہاں ہے؟" کالے خاں چلایا۔

"تیرے ماموں۔ وہ بس۔ یہیں کہیں۔ شاید تیری طرف ہی گئے تھے۔ ممانی نے پھر مسکرا کے کہا "میں نے کہا تھا کہ کبھی تو اپنے بھانجے کی دعوت کردو۔"

"دعوت یا آخری طعام۔" کالے خاں اسی لہجے میں بولا "ایک ساتھ ہم دونوں کو قتل کرنا چاہتی ہے سنگ دل ممانی عرف قاتل بیوہ۔ لیکن قسم ہے مجھے بھورے ماموں کی بہن کی' جو چپ رہے گی زبان خنجر' لہو پکارے گا ٹنڈوں کا۔ یہ قتل چھپے گا نہیں۔ ایسی کی تیسی سالے تھانے دار کی۔ بھورے ماموں مرحوم کے سالے کی۔ میں اس کو بھی پھانسی پر لٹکا دوں گا تمہارے ساتھ۔"

اس کی چیخ و پکار نے کچھ لوگوں کو متوجہ کر لیا تھا۔ کالے خاں یہی چاہتا تھا مگر حیرت اسے ممانی کی ہمت پر تھی' جو اب تک کسی پیشہ ور قاتل کی طرح پر سکون تھی۔

"کیا ہوا میاں۔ کیوں ہنکار رہے ہو۔ پیٹ میں درد ہے کیا؟" ایک منحنی سے بزرگوار' سارس کی طرح گردن نکال کے بولے اور ایک ہچکی لی۔

"لگتا ہے بے چارے کی بیوی بھاگ گئی۔" ایک خاتون نے ہمدردی سے کہا۔

"ایسے ہی مجمع لگا رکھا ہے۔ ابھی منجن بیچے گا۔" کسی نے اشتعال انگیزی کی۔

"بزرگو' دوستو اور بھائی بہنو۔" کالے خاں نے کسی ناکام سیاست داں کی طرح مکا فضا میں لہرایا "نہ میں مداری ہوں اور نہ شادی شدہ۔ بھاگے گی تو کسی اور کی بیوی میرے ساتھ بھاگے گی۔" کالے خاں بولا "یہاں تو میرے بھورے ماموں کا مرڈر ہو گیا ہے۔ بھورے خاں کو اس خونی بلا نے قتل کر دیا ہے۔"

"تیرا دماغ خراب ہے کالے خاں!" ممانی نے احتجاج کیا "وہ تیری طرف ہی گئے ہیں۔ ابھی تو بتایا ہے۔"

"یہ جھوٹ ہے۔" کالے خاں عوام سے مخاطب ہو کے چلایا "اس عورت کے جھوٹ کا مقصد اپنے جرم میں مجھے ملوث کرنا ہے۔ یہ خود کو بچانا اور پھانسی کا پھندا میرے گلے میں ڈالنا چاہتی ہے۔"

"کالے خاں! ہوش میں تو ہے... وہ میرا سہاگ تھے۔"

"تھے؟" کالے خاں چلایا "تھے کا کیا مطلب ہوا حضرات و خواتین' یہ کہ اب نہیں ہیں... تمام عمر یہ اذیت پسند عورت ان کو ٹنڈے کھلا کھلا کے مارنے کی کوشش کرتی رہی۔ ابھی کچھ دیر پہلے میں آیا تھا تو اس کے ہاتھ میں چھری تھی۔"

"خدا سے ڈر کالے خاں۔ تو کب آیا تھا..." ممانی نے شور مچایا۔

"میں آیا تھا۔ سفید ... کاک برقعے میں اور کون تھا؟" کالے خاں نے ترکی بہ ترکی جواب دیا۔

"شٹ... ... کاک برقعے میں؟" بزرگوار نے پھر سارس کی طرح گردن اٹھائی "یہ تو نشے میں لگتا ہے۔" انہوں نے پھر ہچکی لی۔

"میں نشے میں نہیں ہوں۔ وہ برقع تھا اس بڑھیا کا... بلکہ اس بڑھیا کی ساس کا..." کالے خاں چلایا۔

"ہیروئن پی لی ہے سالے نے۔" ایک نوجوان نے اس کی گردن دبوچ کر کہا۔

"قسم خدا کی... میں سچ کہہ رہا ہوں۔" کالے خاں نے خود کو چھڑانے کی بے سود کوشش کی "یہ چھری سے ٹنڈے کاٹ رہی تھی۔ اس نے میرے ٹنڈے ماموں کو بھی کاٹ دیا۔"

"ٹن... ٹن... ٹنڈے ماموں؟ ابھی کہہ رہا تھا' بھورے ماموں۔ تھانے پہنچا دو جی اسے..." بزرگوار نے ہچکی لے کر کہا "وہ سب نشہ اتار دیں گے۔" وہ چند قدم لہراتے ہوئے گئے۔ ایک کھمبے سے ٹکرائے اور بولے "معاف کرنا بھائی۔ آپ کی غلطی ہے کہ سڑک کے بیچ میں کھڑے ہیں۔" پھر جھومتے ہوئے گانے لگے "ابھی تو میں جوان ہوں سور کی بچی۔ ابھی تو میں نوجوان ہوں۔ تیرے خصم سے زیادہ جوان ہوں۔" لوگ پھر بھی زبردستی کالے خاں کو تھانے لے گئے۔ اس نے بالکل مزاحمت نہیں کی۔ وہ خود تھانے جا کے قتل کی ایف آئی آر لکھوانا چاہتا تھا۔

حسب معمول تھانے والوں نے اسے روایتی مہمان نوازی کے جذبے کے ساتھ خوش آمدید کہا۔

Urdu Books, English Books and Old pdf books download

http://www.Mypdfsite.com

ایک تھر تھر کانپنے والے حوالدار نے اپنی جھینگر ٹائپ مونچھوں کو ہلا کے جھینگر کی آواز میں کہا "ارے یہ تو وہی ہے۔ جیب کترا۔" اس کے منگ نما پیٹ کو دیکھنے کے بعد اس کی آواز بڑی مضحکہ خیز لگتی تھی۔ جیسے بابو بینڈ کے سب سے بڑے باجے سے بانسری کی آواز نکلے۔

"نہیں جی۔ اس نے ہیروئن پی ہے۔" اسے گرفتار کرنے والا جوان بولا۔

"اس کو بچانا چاہتے ہو۔" حوالدار نے میز پر مکا مارا "کیا تم ہم سے زیادہ جانتے ہو اسے؟"

"ہاں جی تھانے دار صاحب۔" کالے خاں مسکرا کے بولا "یہ بھی اپنا ہی ساتھی ہے۔"

"ابے.... یہ کیا بدمعاشی ہے۔" جوان چلایا مگر کالے خاں نے اس کے گلے میں ہاتھ ڈال دیا تھا۔ یوں جیسے وہ پرانے بے تکلف دوست ہیں۔

"ابھی سے گھبرا گئے دوست۔" کالے خاں بولا "جب تفتیش ہوگی تو پتا چلے گا تھانہ کیا ہوتا ہے۔ بہت شوق تھا، تمہیں بھی تھانہ دیکھنے کا۔"

حوالدار صاحب.... یہ بکتا ہے۔ میں بالکل نہیں جانتا اسے۔" جوان خود کو چھڑا کے گڑگڑایا۔

"ابھی تو یہ بھی انکار کرے گا۔" کالے خاں نے دوسرے کے کندھے پہ ہاتھ مارا۔ وہ اچھل پڑا اور پھر دہاڑیں مار مار کے رونے لگا۔

"ابے، مجھے کیوں گھسیٹتا ہے؟" وہ بولا "کیا میں نے قتل کیا ہے تیرے ماموں کو؟ ابے، میں تو اپنے سسر کو قتل نہیں کر سکا جس نے ایسی بیٹی پیدا کی اور پھر مجھے تھما دی۔"

دوسرے قانون پسند شہری بھی حوالات میں یوں شور مچاتے اور چلاتے رہے، جیسے پولنگ فارم میں کڑک مرغیاں فریاد و فغاں کر رہی ہوں۔ کالے خاں بغلیں بجاتا رہا۔

"اب پتا چلا، قانون اندھا ہوتا ہے۔" وہ بولا "جو تم سب نے کیا، وہی اب تمہارے ساتھ ہو رہا ہے۔ اس بڈھے کو نہیں پکڑا جو نشے میں تھا۔ مجھے پکڑ لائے۔ اب میں نکل جاؤں گا۔ اللہ تم کو حوالات کی زیارت مبارک کرے۔ اب یہاں سے دس جوتے بحساب پچاس روپے فی جوتا کھا کے نکلو گے۔ پانچ پانچ سو روپے گھر سے منگوالو۔ پیسہ اور عزت آنی جانی چیز ہے۔"

"ابے، آرام تو یہاں گھر سے زیادہ ہے۔" دوسرا بولا "مگر منہ پر تو کالک لگ گئی۔"

بڑا تھانے دار گشت سے لوٹا تو اس نے پہلے راؤنڈ کی آمدنی شمار کی پھر حوالات کا معائنہ کیا اور کالے خاں کو طلب کیا۔

"کتنا دے رہا ہے بے آج۔ لمبا ہاتھ مارا ہے کیا؟" وہ بولا۔

"آج تو دوسرا معاملہ ہے جناب۔ کہیں ہاتھ نہیں مارا۔"

وڈے تھانے دار نے اس کے منہ پر ہاتھ مارا "ہمارا حصہ مارنا چاہتا ہے۔"

"کمال ہے جناب۔ پرانا ساتھ ہے ہمارا آپ کا۔ کبھی ایک پیسہ بھی کم دیا ہے آپ کو؟ آپ کو اعتبار ہونا چاہیے مجھ پر۔ ہم برابر کے شریک ہیں۔"

"اچھا.... پھر کیا بات ہے؟" تھانے دار نے قائل ہو کے کہا۔

کالے خاں نے اسے بھورے ماموں کے لرزہ خیز قتل کی روداد سنائی اور اس یقین کا اظہار کیا کہ سانڈا تھانے دار یقیناً لاش کو غائب کر چکا ہوگا۔

"اس کی بیوی کیسی ہے.... دیکھنے میں؟" تھانے دار بولا۔

کالے خاں نے تیس سال پہلے کی ایک اداکارہ کا نام لیا "بالکل ویسی ہی ہے۔ ممکن ہے، وہ اداکارہ کچھ اچھی ہو۔"

"اور اندر سے؟ مال دے گی یا نہیں؟" تھانے دار مایوسی کو چھپا کے بولا۔

"کھال کھینچو گے تو مال بھی دے گی۔" کالے خاں مطمئن ہو کے بولا "پہلے اس سے اعتراف جرم تو کرالو۔ یہ پوچھ لو کہ لاش کہاں ہے؟ مگر اس کے بھائی کا خیال رکھنا۔ وہ بھی تھانے دار ہے۔"

"اس سے تو اپنی پرانی لگتی ہے۔" تھانے دار بولا "اس نے میرے چاچا کو پچھلی بقرعید پر اندر کر دیا تھا۔ بکرا چرانے کے الزام میں۔ آج میں اس کی بہن کو اندر کرتا ہوں۔ تم کو قتل کا یقین ہے؟"

"میرے ساتھ کچھ مہمان آئے ہیں۔ ان سے بھی گواہی لے لیں۔ آپ تو جانتے ہیں کہ گواہی کیسے لی جاتی ہے؟" کالے خاں بولا۔

پہلا گواہ ڈرائنگ روم میں حاضر کیا گیا تو اس کی خوبی بہت بلند تھی اور اس کا انصاف اور قانون پر یقین بہت مستحکم تھا۔

"ہاں بھئی.... تو تم نے قتل ہوتے دیکھا؟" تھانے دار بولا۔

"قتل.... کیسا قتل.... کس کا قتل؟" وہ بولا۔

ایک فرض شناس کانسٹیبل نے اسے فوراً رکوع کی حالت میں کر دیا اور مرغا بنا دیا "ہاں بھئی.... اب بتاؤ کیا دیکھا؟"

"آ.... دن میں تارے۔" گواہ نے تیرہ نمبر جوتے پر ہلہلا کے کہا مگر چالیسویں جوتے تک اس کی آنکھیں ٹھیک ہو گئیں۔ اسے وہی نظر آنے لگا جو اس تھانے دار کو نظر آ رہا تھا۔ آنکھوں کے بعد ان کے کانوں کا علاج بھی فائدہ مند ثابت ہوا۔ ان میں سے آدھے یقین کے ساتھ کہہ سکتے تھے کہ انہوں نے بھورے ماموں کے گھر میں سے چیخ و پکار کی آواز سنی تھی اور غالباً وہ بھورے ماموں کی آواز تھی جو نزع کے عالم میں نکل رہی تھی مگر وہ سمجھے تھے کہ ٹی وی کے قومی مواصلاتی رابطے میں خرابی پیدا ہو گئی ہے۔ باقی آدھے تسلیم کرتے تھے کہ انہوں نے ممانی کے ہاتھ میں ایک خون آلود تلوار یا چھری دیکھی تھی اور

Urdu Books, English Books and Old pdf books download

http://www.Mypdfsite.com

دوسرے ہاتھ میں ٹنڈا تھا مگر وہ بھورے ماموں کا سر بھی ہو سکتا تھا۔ اندھیرے میں کیا پتا چلتا ہے۔ ابھی رپورٹ درج نہیں کی گئی تھی مگر تھانے دار پکا کام کرنا چاہتا تھا "لاش قتل اور لاش کا برآمد ہونا ضروری ہے۔" وہ بولا۔

"لاش قتل تو آپ کے پاس بہت ہیں۔" کالے خاں بولا "لاش کے بارے میں مقتول کی بیوہ بتائے گی۔"

اچانک کالے خاں نے اپنے یار لفٹو ڈی آئی جی کو دیکھا۔ شاید وہ کالے خاں کو تلاش کرتا ہوا تھانے پہنچ گیا تھا۔

"کالے خاں... ایک خبر لایا ہوں بہت بری..." وہ سرگوشی میں بولا۔

"کون ہے یہ کارٹون؟" تھانے دار بولا۔ کالے خاں نے اسے لفو سے متعارف کرایا اور اس کے ڈی آئی جی کہلانے کی وضاحت بھی کر دی۔ ان کو الگ بات کرنے کی اجازت مل گئی۔

"بری خبر ہے کالے خاں..." لفو کی آواز بھرانے لگی "وہ تیرے ماموں تھے نا' بھورے خاں... مجھے شک ہے کہ اب وہ نہیں رہے۔"

کالے خاں بھونچکا رہ گیا "تجھے کیسے پتا چلا؟"

"یار' میں تجھے ڈھونڈتا ہوا گیا تھا۔" لفو بولا "ابھی دروازے تک پہنچا ہی تھا کہ ایک دم دروازہ کھلا اور..."

"اور کیا... تو نے لاش دیکھی بھورے ماموں کی؟" کالے خاں نے کہا۔

"نہیں کالے خاں... لاش تو نہیں... مگر وہ لاش بننے والے تھے۔ ان کی گردن پر یہاں سے خون بہہ رہا تھا... بلکہ پھوٹ رہا تھا۔" اس نے اپنی گردن پر ایک جگہ انگلی رکھ کے بتایا "بس اسی وقت تیری ممانی نے ان کو اندر کھینچ لیا اور دروازہ بند ہو گیا۔ تیری ممانی کے ہاتھ میں چھری تھی... بڑی تیز' چمکتی دھار والی... اور اس پر خون تھا۔"

"یہ کب کی بات ہے؟" کالے خاں کی آواز حلق ہی میں پھنس گئی۔

"حش... شاید ساڑھے سات بجے یا آٹھ بجے کی۔" لفو بولا۔

کالے خاں کا دل دھاڑیں مار مار کے رونے کے لیے مچلنے لگا مگر اس نے اپنے جذبات کو قابو میں رکھا۔ لفو کے بیان کے بعد... بھورے ماموں کے مرحوم ہونے میں ایک فی صد شک کی گنجائش بھی نہ رہی تھی۔ یہ وہی وقت تھا جب اس نے برقع اوڑھ کر ممانی کی سوکن کا رول کیا تھا اور پھر بھاگ گیا تھا۔ اس کا تو پلان ہی مختلف تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ چند دن کے لیے بھورے ماموں کو غائب کر دے اور ممانی پر واضح ہو جائے کہ تنگ آ کے انہوں نے سچ مچ کسی اور سے بیاہ رچا لیا ہے اور اب انہیں ڈھونڈ چراغ رخ

زیبا لے کر... ممانی کو آئندہ کے لیے نصیحت ہو جاتی کہ بھورے خاں بھی شوہر ہوتا ہے اور تمام شوہرانہ مراعات کا مستحق ہوتا ہے لیکن مذاق کی بات میں بھورے ماموں فوت ہو جائیں گے۔ یہ اس نے سوچا بھی نہیں تھا۔

"پھر... پھر تو نے کیا کیا..." کالے خاں بالآخر گویا ہوا۔

"میں تجھ کو ڈھونڈتا رہا یار۔" لفو بولا "ادھر میں نے اپنی گھر والی کو وہاں بھیج دیا۔ بھورے ماموں کے گھر... وہ بہت روئی پیٹی کہ مجھے کسی اور سے کٹوا کے دوسری کرنا چاہتے ہو۔ میں نے اس کے ایک جھانپڑ مارا تو عقل ٹھکانے آ گئی۔ میں نے کہا۔ چمار کی اولاد... تجھے سراغ رسانی کا موقع دے رہا ہوں میں... جا کے دیکھ اندر کا نقشہ کیا ہے۔ بھورے ماموں ہیں یا نہیں اور اس کی قاتل بیوی فرار تو نہیں ہو گئی۔ اس نے جو رپورٹ دی' اس کے بعد میں یہاں آ گیا۔"

"تجھے کس طرح معلوم ہوا کہ میں یہاں ہوں؟" کالے خاں بولا۔

"وہیں... بھورے ماموں کے محلے سے پتا چلا تھا مجھے۔" لفو بولا۔

کالے خاں مطمئن ہو گیا "کیا رپورٹ دی تیری اہلیہ نے؟"

"بڑی اندوہناک رپورٹ تھی۔" لفو خشک آنکھوں پر رومال پھیر کر بولا "اندر ایک مزدور صحن کھود رہا تھا۔"

"صحن کھود رہا تھا؟" کالے خاں نے چیخ ماری "بھورے ماموں کی قبر؟"

"یہ تو پتا نہیں..." لفو بولا "مگر میری گھر والی نے بہت کچھ دیکھ لیا۔ تیری ممانی بہت گھبرائی تھی۔ کہنے لگی' پانی نہیں آتا نا۔ ٹیوب ویل لگوانا ہے۔ حالانکہ نلکے سے پانی بہہ رہا تھا... اور اس نے تو کمرے کے فرش پر خون کے داغ بھی دیکھ لیے تھے۔ ایک زنانہ شلوار بھی پڑی تھی۔"

"لال رنگ کی؟... پرانے فیشن کی...؟" کالے خاں کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے "وہ بھورے ماموں کی تھی۔"

"بھورے ماموں کی...؟" لفو دم بخود رہ گیا "یار' وہ تو مرد تھے؟ ورنہ تیرے ماموں کیسے ہوتے؟"

"بڑی مجبور زندگی تھی مرحوم کی..." کالے خاں بھوں بھوں رونے لگا۔

"صبر کر یار۔ صبر کر۔ اللہ تجھے نعم البدل دے گا۔" لفو بولا۔

"اے' وہ اکلوتے بھائی تھے میری اماں کے... اور اب نہ اماں نہ ابا تو نعم البدل تیرا باپ دے گا؟" کالے خاں بولا۔

"شلوار کا رنگ کچھ اڑ گیا تھا۔ اس لیے خون کے گہرے داغ صاف نظر آ گئے..." لفو نے اپنی رپورٹ کا باقی حصہ پڑھا۔ کالے خاں کی نگاہ میں دنیا اندھیر ہو گئی۔ اس نے تھانے دار کے سامنے لفو کا

Urdu Books, English Books and Old pdf books download

http://www.Mypdfsite.com

بیان دہرایا۔ جب اس نے تصدیق کے لیے ۔ کی طرف دیکھا تو اسے ۔ لی کرسی خالی نظر آئی۔ وہ غالباً تھانہ کچہری اور اپنی جورو کی گواہی کے ڈر سے فرار ہو گیا تھا۔ کالے خاں کو سخت صدمہ ہوا۔ ایسے بزدل یاروں پر لعنت۔ اس نے فیصلہ کیا۔ تاہم اس کی فراہم کرو۔ معلومات بہت اہم تھیں۔ کالے خاں نے اپنی ذمے داری پر تھانے دار کو یقین دلایا کہ ۔ ڈی آئی جی جھوٹ بول ہی نہیں سکتا اور وہ بھی ایسے حساس موضوع پر۔

"اب آپ کارروائی کریں فوراً۔۔۔" کالے خاں بولا "لاش صحن میں گاڑی گئی ہے۔ آپ فوراً کھود کر نکال لیں۔ بعد میں تحریری بیان دے دے گا۔"

"اور تم کیا دو گے بھورے ماموں کے بھانجے؟"

"میں۔۔۔ آئندہ سہ ماہی کے پروگرام۔۔۔ ساری آمدنی میں سے تین چوتھائی نذر کروں گا حضور کی' اگر اس خونی بیوہ کو پھانسی ہو جائے۔" کالے خاں بولا۔

"کالے خاں۔ بہتر یہی ہے کہ تو اپنا کام کر۔" تھانے دار بولا "اسی میں ہم دونوں کا فائدہ ہے۔ بھورے ماموں کو ایک دن تو دنیا سے جانا ہی تھا۔ دو دن پہلے چلے گئے تو رونا کیا۔ بھول جا ان کو۔۔۔؟"

"بھول جاؤں۔۔۔؟" کالے خاں نے فریاد کی "کیسے بھول جاؤں؟"

"بھولنا کیا مشکل ہے۔" تھانے دار بولا "شرع کی حد میں رہ کے چار شادیاں کرنے کے بعد میں اکثر بھول جاتا ہوں کہ کون سا بچہ کس ماں کا ہے۔ ڈھائی یا تین درجن میں ایک اوپر ہے یا نیچے۔۔۔"

"مگر وہ میرے اکلوتے ماموں تھے۔ صرف ایک۔"

"فرض کر لے کہ ایک بھی نہیں تھے۔" تھانے دار بولا "وہ پیدا ہی نہیں ہوئے تھے۔۔۔ اور ماموں کے بغیر گزارا نہیں تو مجھے ماموں سمجھ لے اپنا۔ تھانے دار ماموں اور جیب تراش بھانجے کی جوڑی ایسی ہی ہو گی جیسی وسیم اکرم اور عمران خان کی جوڑی۔"

مگر کالے خاں کے لیے ہر چور' ڈاکو۔۔۔ یا تھانے دار کو ماموں بنا لینے سے بھورے ماموں کو بھول جانا اتنا ہی مشکل تھا جتنا کہ پبلک کے لیے یہ بھول جانا کہ موت کسی بھی وقت آ سکتی ہے اور بجلی کسی بھی وقت جا سکتی ہے۔ اس نے زار و قطار رو کے تھانے دار کو قائل کر لیا کہ بھورے ماموں کی قاتل بیوی کو گرفتار نہ کیا گیا تو ان سب بیویوں کی حوصلہ افزائی ہو گی جو خطرناک عزائم رکھتی ہیں۔ ظاہر ہے' ایک سے زیادہ بیویاں اشاک میں رکھنے والے شوہروں کے لیے خطرہ چار گنا زیادہ بھی ہو سکتا ہے۔ خصوصاً اس وقت جب وہ بھورے ماموں کی طرح قلاش نہ ہوں بلکہ اتنے دولت مند ہوں کہ ہر بیوی کو بیوہ ہونے سے ان سب خواہشات کی تکمیل ممکن' نظر آئے جو شوہر کو قید حیات میں رکھنے سے پوری نہ ہوں۔"

اس آخری بات نے تھانے دار کو قائل کر لیا کہ قانون کے مطابق کارروائی نہ کی گئی تو اس کی جگہ

کوئی اور پوسٹ ہو گا اور اس کا صرف پوسٹ مارٹم ہو گا۔ چار بیویاں چار دانگ عالم میں نکل جائیں گی۔ ہر ایک کے پاس ایک کوٹھی ہو گی اور ایک کار۔۔۔ کم سے کم ایک لاکھ نقد تو ایک شوہر نے سمیٹا۔ اس نے فوراً گواہان کو طلب کیا اور ان کو چشم دید گواہ میں تبدیل کرنے کا فیصلہ کیا۔ پہلا گواہ سوجوتے اور سو پیاز کھانے والا تھا۔ وہ بیان حلفی کا ایک جملہ لکھتا تھا تو چلانے لگتا تھا۔

"ارے میرے باپ کی توبہ۔ میں نے کچھ نہیں دیکھا۔ میں نے تو بھورے خاں کو ہی کبھی نہیں دیکھا تھا۔ میں یہ لکھوں کہ اس کی بیوی نے اچانک ٹنڈے کاٹنے والی چھری سے۔۔۔" پھر اسے لائن حاضر کر کے دس چھترمارے جاتے تھے تو وہ ریکارڈ کے دوسرے حصے کی طرح بجنے لگتا تھا۔

"ارے میرے باپ کی توبہ۔ میں نے سب دیکھا تھا۔ وہ بھورے خاں میرا پرانا جاننے والا تھا۔ اس کی بیوی نے ایک دم اس کو ٹنڈے کی طرح کاٹ کر پھینک دیا۔" اس کے بعد وہ باقی بیان لکھنے لگتا تھا۔ ایک سادہ صفحے پر مشتمل بھورے ماموں کے قتل کا یہ آنکھوں دیکھا حال اس نے یوں مکمل کیا' جیسے بہت بڑے انگلش میڈیم اسکول کا سب سے ہونہار طالب علم ایک ایک دو دو پرچوں کی شرح سے قسطوں میں میٹرک کرتا ہے۔

"کیا میں عدالت میں اس بیان سے منکر نہیں ہو سکتا۔" وہ رخصت ہوتے وقت آنسو پونچھ کر بولا۔

"ہو جانا مگر اپنی بیوی کو یہاں جمع کرا دینا۔" تھانے دار بولا "سنا ہے' وہ ہیروئن پیتی ہے اور بیچتی ہے۔ یہ بھی بتا دینا کہ ہیروئن ہم کہاں سے برآمد کریں۔ چونکہ عقل مند کو اشارہ کافی ہوتا ہے اور رات بھر میں اس کی عقل بالکل ٹھکانے آ چکی تھی' اس لیے وہ لگڑ بھگے کی طرح چلتا ہوا بھاگ گیا۔ وہ سیدھا چل ہی نہیں سکتا تھا۔ دوسرا چشم دید گواہ زیادہ ضدی تھا۔ جب اسے یقین دلا دیا گیا کہ اس کے گھر سے ناجائز اسلحہ برآمد ہوا ہے اور وہ اسلحہ بھی دکھا دیا گیا تو اس نے بڑی فصاحت و بلاغت کے ساتھ قتل کی اس واردات کا دردناک بیان لکھا۔ اور اس شعر پر ختم کیا۔ حسرت ان غنچوں پہ ہے جو بن کھلے مرجھا گئے۔ وہ بڑی عقیدت کے ساتھ کالے خاں اور تھانے دار سے مصافحہ کر کے گیا اور جاتے جاتے یقین دلا گیا کہ وہ ہر وقت حاضر ہے۔ بھورے ماموں کے دوبارہ قتل ہونے کا احوال منظوم کر کے بھی لا سکتا ہے۔ بھورے ماموں کا قطعہ تاریخ وفات فی البدیہہ پیش کرنے کے بعد اس نے کہا۔

"احقر نے سن شعور کے آغاز میں بلکہ عہد طفولیت میں طبع کو موافق پایا تو اساتذہ کی زمین میں اور طویل بحر سے آغاز سخن کیا۔ پھر جناب' اجل مدفن آبادی تخلص کیا۔ مصنف نزع گور آبادی کی خدمت میں زانوئے تلمذ تہ کیا۔"

"بھاگ جاؤ۔" تھانے دار گرج کر بولا "پہلے جو کیا سو کیا۔ آئندہ ایسی کوئی غلطی کی تو منھ سے برا کوئی

Urdu Books, English Books and Old pdf books download

http://www.Mypdfsite.com

نہ ہوگا۔ قانون کے معاملے میں کسی سے رعایت نہیں کرتا میں۔" جب شاعر بھاگ گیا تو وہ کالے خاں سے مخاطب ہوا "کیسے نڈر مجرم ہوتے ہیں۔ میرے سامنے تھانے میں کہہ رہا تھا' میں نے زمین پہ یہ کیا اور بحر میں یہ کیا۔ وقت ہوتا تو یہ دیکھتا کہ ضابطہ فوجداری کی کون کون سی دفعہ لگ سکتی تھی مگر خیر... اب آخری چشم دید گواہ سے بیان لے کے چلتے ہیں۔"

حسب توقع بھورے ماموں کے یتیم خانے کا دروازہ بند تھا اور وہ گھر کالے خاں کو ایسا مذبح خانہ لگتا تھا جہاں بھینس نے قصائی کو ذبح کر دیا ہو۔ اس نے بے خوفی سے دروازے پر لات ماری۔

"اب منہ چھپانے سے کچھ نہیں ہوگا۔ بھورے ماموں کا بھانجا آگیا ہے۔" کالے خاں نے بلند آواز میں کہا "پھانسی میں خود دوں گا تجھے...." پھر اس کی آواز ایک دم بند ہو گئی کیونکہ اندر سے وہ سالا تھانے دار نکل آیا تھا۔

"لات کیوں ماری تھی دروازے پر؟" وہ غرا کے بولا "باپ کی وہ سمجھ کر... جاگیر۔" کالے خاں نے سمجھ لیا کہ آخری لفظ بدلا گیا ہے۔

"دیکھا آپ نے تھانے دار صاحب؟" کالے خاں ذرا پیچھے ہو گیا "کیسا اکڑ رہا ہے۔ قتل اسی کی شہ پر ہوا ہے۔"

"قتل؟ کس کا قتل...؟" بھورے ماموں کا سالا بولا "اور تم انسپکٹر چنگیز خاں' تم اس پاگل خانے کی بات میں آ گئے۔"

"انسپکٹر نادر شاہ... بمطابق بیان چشم دید گواہان 'بالیاں محلہ۔'"

"محلے والے جانتے ہیں اسے۔ یہ ناشتے میں افیون کھاتا ہے۔ لنچ میں چرس استعمال کرتا ہے اور ڈنر میں ہیروئن...." انسپکٹر نادر شاہ بولا۔

ہا ہا ہا۔ انسپکٹر نادر شاہ۔" چنگیز خان نے سلطان راہی برانڈ قہقہہ مار کے کہا "محلے والے تو قتل کے چشم دید گواہ بنائے ہیں میں نے۔ جیسے تم نے میرے چاچے کے خلاف بکرے کی چوری کے چشم دید گواہ بنائے تھے۔ میں مقتول بھورے خاں کی بیوہ کو گرفتار کرنے' آلۂ قتل اور لاش سب کچھ برآمد کرنے آیا ہوں۔"

"کہاں سے برآمد کرو گے یہ سب.... امپورٹ لائسنس ہے؟" نادر شاہ بولا۔

"ابھی پتا چل جائے گا۔ مقتول کو اندر ہی دفن کیا گیا ہے اور تم قاتل کو اس لیے نہیں بچا سکتے کہ وہ تمہاری بہن ہے۔" چنگیز خاں نے کہا۔

"چنگیز خاں! چھ ماہ کے بعد جب تمہارے چاچا بکرا کیس میں باعزت طور پر بری ہو گئے تھے تو تم نے چشم دید گواہوں کے ساتھ کیا کیا تھا؟" نادر شاہ بولا۔

"وہی جو مجھے کرنا چاہیے تھا۔" چنگیز خاں بولا "آج بھی وہ بکرے کی طرح چلتے ہیں۔"

"اس کیس کے چشم دید گواہ اس گاڑی کی طرح چلیں گے' جس کے چاروں ٹائر برسٹ ہو گئے ہوں۔" نادر شاہ نے اعلان کیا "رپورٹ کس کے ایما پر درج کی گئی ہے؟" وہ کالے خاں کو فرشتہ اجل کی طرح دیکھنے لگا۔

"یہ مقتول کا بھانجا ہے۔ ایک معزز شہری' جو غلط نہیں کہہ سکتا۔" چنگیز خاں نے کالے خاں کو آگے کیا۔ خالے خاں کا ماتھا تو پہلے ہی ٹھنک چکا تھا کہ دیر سے معاملہ بگڑ گیا ہے۔ سالے تھانے دار نے اتنی دیر میں جرم کے سب سراغ مٹا دیے تھے اور اب الٹا کالے خاں کا قاتل ثابت ہو جانا بعید از امکان نہیں تھا۔ تھانوں کی زریں تاریخ کے ہر دور کی تابندہ روایات ایسی ہی رہی ہیں۔ جو چوری کی رپورٹ درج کرانے جائے وہی چور۔ جو ڈاکے کی رپورٹ لکھوانا چاہے وہی ڈاکو۔ یہ بہت آسان اور موثر طریقہ تھا جس سے ہر تھانے کی کارکردگی اچھی رہتی تھی۔ رپورٹ درج کرانے کا فیشن کم ہوتا جا رہا تھا۔ چنانچہ اعداد و شمار بہتر ہو گئے تھے اور وہ وقت آنے والا تھا جب ہر تھانے کا ایس ایچ او' افسران بالا کی نظر میں سرخ رو ہوگا کہ اس کے علاقے میں جرائم ناپید ہو گئے ہیں کیونکہ سب جرائم پیشہ افراد کی سرکوبی کر دی گئی ہے۔ راوی چین ہی چین لکھتا ہے۔ لوگوں نے دروازے مقفل کرنے چھوڑ دیے ہیں اور یہ صحافی جو کہتے ہیں کہ رہا کھٹکا نہ چوری کا' دعا دیتا ہوں رہزن کو۔ اگر ان شرپسندوں کو بھی ختم کر دیا جائے تو فتنہ و فساد بھی ختم ہو جائے۔"

کالے خاں کے لیے بھورے ماموں کی اہمیت کم نہ تھی مگر اسے اچانک احساس ہوا کہ وہ ضرورت سے زیادہ جذباتی ہو گیا تھا۔ بقول علامہ صاحب کے "اگر کھو گیا ایک ماموں تو کیا غم ہو مقامات آہ و فغاں اور بھی ہیں۔" ہر ایک کو باپ نہیں بنایا جا سکتا مگر ماموں کی خالی ویکنسی پر تو کسی بھی موزوں امیدوار کا تقرر کیا جا سکتا تھا' لوگ ضرورت پڑنے پر تو گدھے کو بھی باپ بنا لیتے ہیں۔ وہ بھورے ماموں کی جگہ لال پیلے ماموں قبول کر لیتا تو وہ تھانے داروں کی محاذ آرائی میں کام نہ آتا۔ ہاتھی لڑیں تو مینڈک پس جاتے ہیں۔

"چل بھی آگے۔ بہت ٹر ٹر کر رہا تھا تو۔" چنگیز خاں نے کالے خاں کی گدی تھام کے آگے دھکیلا۔ کالے خاں کک لگنے والی فٹ بال کی طرح گیا اور دروازے کے گول سے سیدھا گزر گیا۔ بھورے ماموں کا سالا تھانے دار بیچ سے ہٹ گیا تھا۔ کالے خاں کی سمت کچھ غلط ہو گئی تھی چنانچہ بریک لگانے کے باوجود وہ دیوار پر منطبق ہو گیا۔ اس کی کھڑی آریائی ناک سب سے زیادہ متاثر ہوئی اور میدان جاپان نظر آنے لگی۔ خود کالے خاں کو دن میں تارے چمکتے نظر آئے' پھر اس نے دیکھا کہ وہ باغ بہشت میں ہے جہاں بھورے ماموں غالباً دودھ یا شہد کی نہر کے کنارے بیٹھے کسی حور کے ہاتھوں سے ہنس ہنس کر انگور یا

Urdu Books, English Books and Old pdf books download

http://www.Mypdfsite.com

سیب وغیرہ نوش کر رہے تھے۔

لیکن بہت جلد کالے خاں کے حقیقت پسند ذہن نے تسلیم کر لیا کہ ایسا ہونا ناممکن تھا۔ اول تو بھورے ماموں کا اپنے دنیاوی اعمال کے باعث بہشت میں پایا جانا اتنا ہی مشکل تھا جتنا کہ اصل مجرم کا کسی حوالات میں ملنا پھر یہ کہ عالم بالا کا منظر کالے خاں فوت ہوئے بغیر کیسے دیکھ سکتا تھا۔ اس کے فوت کیے جانے کے امکانات بہت روشن تھے لیکن ابھی وہ بھورے ماموں کی طرح زندہ تھا۔ اس کی آنکھوں نے دیکھا کہ بھورے ماموں چارپائی پر آلتی پالتی مارے بیٹھے ہیں۔ انہوں نے ڈسکو دھوتی باندھ رکھی تھی اور لشکارے والا سلک کا کرتا پہن رکھا تھا۔ دونوں چیزیں بالکل نئی تھیں۔ بھورے ماموں کی آنکھوں میں کاجل کے علاوہ پیار کا پورا تریڑا ڈیم بنا ہوا تھا اور دونوں آنکھوں کی سرگموں سے وہ بجلی پیدا ہو رہی تھی جس سے پوری ممانی میں کرنٹ دوڑ رہا تھا چنانچہ روشن جمال یار سے ہے انجمن تمام۔۔۔ والے اس منظر سے بھورے ماموں کا یتیم خانہ آج جیم خانہ بنا ہوا تھا۔ ممانی ان کو اپنے ہاتھ سے گرما گرم پراٹھے اور ٹنڈے فرائی کھلا رہی تھیں۔

"ارے بھئی کالے خاں۔" بھورے ماموں نے کہا "آؤ دیکھو کیا مزے کے ٹنڈے پکائے ہیں تمہاری ممانی نے۔۔۔"

مگر کالے خاں اس وقت تک ایک جھانپڑ ایک مکا اور ایک لات کھا چکا تھا۔

"کہاں ہے وہ خون آلودہ زنانہ شلوار؟" چنگیز خاں نے اس کے محمد علی کلے والا زوردار پنچ مارا "آلہ قتل اور ٹنڈے۔۔۔"

"اور کدھر ہے وہ صحن میں کھدی ہوئی قبر؟" نادر شاہ نے اس کے ایک فلائنگ کک ماری "جو تمہارے یار کی گھر والی دیکھ گئی ہے۔"

"اس سالے کی تو ایسی تیسی۔۔۔" کالے خاں بمشکل تمام بولا۔

"ڈی آئی جی کو بھی بلا لیتے ہیں۔" چنگیز خاں نے کہا "پہلے تم بتاؤ کہ تم نے جو بیان دیا تھا۔۔۔ کہ تم یہاں زنانہ برقع اوڑھ کر آئے تھے۔ تو وہ برقع کس کا تھا؟ تم نے کیوں اوڑھا تھا؟" اور کالے خاں کے دوسرا رائٹ پنچ مارا۔ کالے خاں کا چہرہ اب میڈان تائیوان ہو گیا۔

"یہ میں بتاتا ہوں۔ اب اس نے مینا بازار اور بسوں کے زنانہ حصے میں ہاتھ کی صفائی دکھانا شروع کر دی ہو گی۔" نادر شاہ نے پھر کک لگا کے واپس کیا "مسز بھورے خاں کے ہینڈ بیگ سے اس نے دس ہزار روپے نکال لیے تھے۔ وہ طارق روڈ پر شاپنگ کر رہی تھیں۔"

"دس ہزار روپے۔" کالے خاں چلایا "ممانی سے دس روپے مانگنے مشکل تھے بھورے ماموں کو۔ اسپیشل شو کے لیے۔ بتائیں ان کو ماموں کہ اس ظالم اور بے رحم بیوی کے سامنے آپ دس روپے کی

خاطر کتنا بڑا جھوٹ بولنے آئے تھے' وہی دس روپے میں بچے کے نسخے والا؟"

"دس روپے میں۔۔۔ بچہ! کیا کھلا دیا ہے تم کو کسی نے کالے خاں' تم بہت سی بے سروپا باتیں کر چکے ہو۔ یہ کہ میں زنانہ شلوار پہنتا ہوں' سرخ ساٹن کی اور تم نے کالک برقع اوڑھ کے پھر رہے تھے۔ ٹنڈوں کا قتل اور اب یہ دس روپے میں بچے کی بات۔" بھورے ماموں نے تشویش سے کہا "میں نے تو کل سے یہی کپڑے پہن رکھے ہیں۔ تمہاری ممانی بہت محبت کرتی ہے مجھ سے۔ میں کیوں جھوٹ بولوں گا اس سے۔ اس کو بے رحم اور ظالم کہنا تمہاری نالائقی ہے بھانجے۔ دس کیا میں اس سے دس ہزار مانگوں تو دے دے۔"

"کیوں نہیں میرے سرتاج۔" ممانی نے کہا اور سو سو کے نوٹوں کی ایک پوری گڈی زنانہ سیف ڈپازٹ والٹ سے نکال کر ماموں کو تھما دی۔ کالے خاں سمجھ گیا' یہ اس کے بھائی نے دی تھی اور نوٹ بالکل اصلی تھے۔

"اور یہ اسپیشل شو کا کیا ذکر ہے بھانجے؟ مجھے اور تمہاری ممانی کو آج شام کئی جگہ جانا ہے۔ ایک میلاد شریف۔ ایک رسم عقیقہ اور ایک چہلم ہے۔" بھورے ماموں بولے۔

"اگر وقت ملے جیجا جی۔۔۔" سالے تھانے دار نے اپنی آواز میں شہد گھول کے کہا "تو تھانے آجایئے گا۔ اسپیشل شو دیکھنے' بہت ہی اسپیشل ہو گا۔"

اسپیشل شو کے شرکا میں پہلا مقام کالے خاں کا رہا۔ اس کے لیے سرکاری پاپوش سے فیض پانا کایہ پہلا سانحہ نہیں تھا۔ چنانچہ اس نے محکمہ قومی بچت کی طرح ہنگامہ بہت کیا۔ بچت پھر بھی نہ ہوئی۔ بھورے ماموں کا سالا تھانے دار بھی آدمی نہیں' فرہاد علی تیمور تھا کہ دماغ میں جا کے سب جان لیتا تھا۔ کالے خاں نے ایک بار پھر بے ہوش ہونے اور دوسری بار جاں بحق ہونے کی ناکام کوشش کی مگر اس کا جرم بہت سنگین تھا۔ اس نے ایک تھانے دار کی بہن کو پھانسی کے ذریعے قتل کرنے کی کوشش کی تھی۔ کیا اسے معلوم نہیں تھا کہ اول تو تھانے داری کے اختیارات رکھنے والے سب لوگ قانون سے بالاتر ہوتے ہیں۔ پھر یہ کہ تھانے دار اگر سو جرائم ہونے ہی نہیں دیتا تو بونس میں اس کے لواحقین کو دو چار معمولی نوعیت کے جرائم مثلاً قتل' ڈکیتی وغیرہ کی سہولت حاصل رہتی ہے۔ کالے خاں کو دو بار ہوش میں آنا پڑا اور ایک بار زندہ رہنا پڑا۔

احقر اجل مدفن آبادی کی حالت سب سے ابتر رہی۔ ہر بار ہوش میں آتے ہی وہ اپنا یا قطعہ تاریخ وفات پیش کرتے تھے۔ ایک بار انہوں نے تھانے دار کو پیشکش بھی کی کہ وہ کالے خاں کا نوحہ لکھ سکتے ہیں جسے معمولی رد و بدل کے بعد تھانے دار صاحب اپنی شادی کا سہرا بھی بنا لیں تو خوب چلے گا۔ تاہم اسپیشل شو ختم ہونے تک ان کی شاعری میں میر کا سا سوز و گداز آگیا تھا مگر وہ شاعر نہ رہے تھے۔ ان

Urdu Books, English Books and Old pdf books download

http://www.Mypdfsite.com

کے سارے ردیف قافیے وغیرہ شارٹ سرکٹ ہو گئے تھے اور ان کا ارادہ تھا کہ اب وہ اپنے تمام غیر مطبوعہ دیوانوں کے ساتھ بحیرۂ عرب میں غرق ہو کے اردو ادب کو یتیم اور لاوارث کر جائیں۔ کالے خاں کا خیال تھا کہ اگر انہوں نے ایسا نہ کیا تو اردو ادب کے ساتھ زیادہ برا ہو گا۔ جو شعر انہوں نے دم رخصت کہا تھا' وہ اتنا ہی ٹیڑھا میڑھا تھا جتنے وہ خود ہو گئے تھے اور اس میں غالباً لاطینی' روسی' مراٹھی اور کچھ قدیم زبانوں کے الفاظ شامل تھے جو معدوم ہو چکی تھیں۔ تھانے دار نے اس ماتحت کی اعلیٰ کارکردگی کو سراہا جس نے ان کے سر پر صحیح جگہ ضرب لگائی تھی اور بہت ہی موثر۔

کالے خاں کے لیے تھانہ ایک صحت افزا مقام تھا یا سلمنگ سینٹر تھا جہاں کسی خرچ اور فیس کے بغیر وزن گھٹانے کا سب سامان تھا۔ چھ مہینے میں اس پر روز رات کا کھانا کسی شادی ہال میں کھانے سے جتنی چربی چڑھتی تھی' وہ تھانے میں ایک رات کی جمناسٹک اور خون پسینہ ایک کرنے والی ورزشوں سے پگھل جاتی تھی۔ اسے شب بیداری کا بالکل دکھ نہیں تھا۔ صدمہ اسے کم ظرف للو کی دغا بازی کا تھا۔ اسی کے بیان نے سارے مسائل پیدا کیے تھے ورنہ صرف شک کی بنا پر کالے خاں تھانے کبھی نہ جاتا۔ اس کو للو کی گھر والی پر سخت طیش آ رہا تھا جس نے کچھ دیکھے بغیر ایک جاسوسی اور سسپنس سے بھرپور کہانی سنادی تھی۔ ان سرکاری وعدوں اور دعووں کی طرح جو حکومت اکثر رات کے وقت اونگھتے ناظرین سے کرتی تھی کہ آئندہ ترقیاتی منصوبے کی تکمیل کے بعد عوام کو باقاعدہ مسلسل ساٹھ منٹ یومیہ بجلی ملا کرے گی اور فی کس ایک چلو پانی بھی دستیاب ہو گا۔ للو کی بیوی کی بات پر اعتبار کرنا فاش غلطی تھی.... مگر تنو خود کیوں بھاگ گیا تھا۔ بیوی کی آنکھوں نے دھوکا کھایا تھا تو اصولاً جوتے شوہر کھاتا۔ یا کم سے کم وہ کالے خاں سے دوستی کا حق ادا کرتے ہوئے پچاس پیاز اور پچاس جوتے رضاکارانہ طور پر کھاتا۔

دوسرا افسوس اسے بھورے ماموں پر تھا۔ مانا کہ اس کے مذاق نے ممانی کے جذبات کی دنیا پر بمباری کی تھی مگر اس کے بعد جو کچھ ہوا تھا' غلط فہمی کا نتیجہ تھا۔ بھورے ماموں پر لازم تھا کہ سالے تھانے دار کے سامنے سینہ سپر ہو جاتے کہ خبردار! جو میرے اکلوتے بھانجے پر انگلی بھی اٹھائی۔ وہ تھوڑے بہت مرد بہرحال تھے اور دھمکی دے سکتے تھے کہ ممانی پر اپنا شرعی حق استعمال کرتے ہوئے تین حرف بھیج دیں گے مگر وہ تو منہ دکھانے کے لیے بھی تھانے نہیں آئے۔

کالے خاں نے پہلے للو سے نمٹنے کا فیصلہ کیا۔ وہ اچھن مرزا ایم سی پی (ماہر کبوتر باز) سے اس موضوع پر بات کر رہا تھا' وہ کالے خاں کے سوئم اور چہلم کے انتظامات تک پہنچ چکے تھے کہ انہوں نے کالے خاں کو یوں آتے دیکھا جیسے محمود غزنوی سومنات کے بت پر یلغار کرنے آیا تھا۔

اچھن مرزا نے پہلے للو کو روکنے کی کوشش کی مگر وہ جوتیاں بغل میں دبا کے دوڑا تو سیدھا گھر میں گھس گیا اور قلعہ بند ہو گیا۔ پھر اچھن مرزا نے کالے خاں کی راہ میں ٹانگ اڑائی اور کالے خاں بھد

سے گرا۔

"ابے' جانے دو اسے۔" اچھن مرزا ایم سی پی نے کالے خاں کو روکنے کی ناکام کوشش کی "وہ اپنی غلطی مانتا ہے۔"

"ایک غلطی میں بھی کروں گا اچھن مرزا۔" کالے خاں نے اٹھ کے اچھن مرزا کے اس کبوتر کو جھانپڑ رسید کیا۔ جو بے تکلفی میں کالے خاں کے سر کو بطور باتھ روم استعمال کر چکا تھا "میری غلطی سے تم جیسے یاروں کو عبرت حاصل ہو گی۔ اس کا انجام ایسا ہو گا کہ اس کی گھر والی اس کے مزار کی مجاور بن گئی ہے۔"

اچھن مرزا اپنا کبوتروں کا اینٹینا درست کر رہا تھا جو کبوتروں کو صحیح ریسیو نہیں کرتا تھا۔ کالے خاں اس کے ہاتھ سے بانس لے کر دوڑا اس نے للو ذی تئی جی کے گھر تک دوڑ کر بانس کے سہارے یوں صحن کی دیوار عبور کرنے کی کوشش کی جیسے وہ پول والٹ کا چیمپئن رہا ہو مگر ایسا نہیں تھا چنانچہ کالے خاں تھوڑا سا اوپر اٹھا پھر بانس ٹوٹ گیا اور وہ دروازے سے ٹکرایا۔ کنڈی کے ٹوٹنے سے اندر پہنچا اور مرغیوں کے ڈربے میں فٹ ہو گیا جہاں سے اسے خود للو ذی آئی جی نے چار ٹوٹے ہوئے انڈوں' ایک لنگڑے ہو جانے والے سات مرغیوں کے شوہر اور ایک مجروح مرغی کے ساتھ نکالا۔ مرغی کو اس کی نازک حالت کے پیش نظر فوراً ذبح کیا گیا تھا مگر بعد میں تنو نے اپنے یار کو یقین دلایا کہ مرغی صرف اسے سوپ پلانے کے لیے کاٹی گئی تھی۔ اس نے کالے خاں پر ہوش آتے ہی واضح کیا کہ اس کی گھر والی بے قصور ہے۔ اس کی نظر بھی ٹھیک ہے اور دماغی حالت بھی۔

"پھر اس نے ایسا گمراہ کن بیان کیوں دیا تھا تنو؟" کالے خاں کراہ کے بولا۔

"اس کی جگہ تو ہوتا کالے خاں تو ایسا ہی کرنے پر مجبور ہوتا۔" تنو نے ایک ٹھنڈی یخ بستہ آہ بھر کے کہا۔

"ابے میں تیری جورو کیسے ہوتا؟" کالے خاں بولا۔

"میرا مطلب تھا کہ ایسے ہی حالات تیرے بھی ہوتے۔" تنو نے کہا "کوئی بھی تھانے دار اگر کہے کہ اس قسم کا بیان نہ دیا تو دونوں کو حدود آرڈیننس کے تحت اندر کرا دوں گا۔ ہمارے پاس کوئی نکاح نامہ نہیں ہے کالے خاں اور نہ کوئی زندہ گواہ۔ وہ بھی مجبور تھی اور میں اس سے زیادہ مجبور تھا۔"

"تیرا دماغ خراب ہے۔ چار بچے ہیں تیرے....؟"

"چار نہیں یار۔ چھ ہیں.... مگر وہ چھ پھر کیا ثابت ہوتے؟" تنو رو کے بولا۔

"تو یہ بات تھی۔" کالے خاں کا دل اپنے یار کے آنسو دیکھ کر پگھل گیا۔

"اور کیا مجھے شوق تھا تجھے تھانے پہنچانے کا۔" تنو بولا "سارا قصور تیرے بھورے ماموں کا ہے۔

Urdu Books, English Books and Old pdf books download

http://www.Mypdfsite.com

اس نے سالے تھانے دار کو شہ دی تھی۔ خود کہا تھا۔۔۔"

"اچھا؟ انہوں نے خود کہا تھا۔۔۔؟" کالے خاں اٹھ کھڑا ہوا "تجھے کیسے معلوم؟"

"میں نے خود سنا تھا۔۔۔ جب سالے تھانے دار نے مجھے بلوایا تھا تو وہاں وہ کرسی پر بیٹھے شربت پی رہے تھے۔ میں تو خون کے گھونٹ پی کر رہ گیا۔ تیری ممانی نے بھیجا تھا ان کو مگر کیا ان کے لیے ضروری تھا کہ وہی کریں جو گھر والی کہے۔ آخر ہم بھی تو ہیں کہ جو روکہے کہ دائیں چلو تو ہم چلتے ہیں بائیں۔ وہ کہے کھڑے ہو جاؤ' تو ہم بیٹھ جاتے ہیں۔ مرد کی تو یہی شان ہے کہ وہ اپنی عورت کا غلام نہ ہو۔"

اسی وقت اندر سے اس کی بیوی نے پکار کے کہا "ارے مردوئے۔۔۔ کیا کہا تھا تجھ سے کہ دوڑ کے بازار سے ایک پاؤ جلیبی لا دے۔۔۔ چل اٹھ!"

"ہاں۔۔۔ وہ بس میں گیا اور آیا۔" اس نے گھبرا کر اٹھتے ہوئے کہا "تو بیٹھ کالے خاں۔ میں یوں گیا اور یوں آیا۔" وہ چٹکی بجا کے دوڑا مگر کالے خاں اب وقت ضائع کرنے کے موڈ میں نہیں تھا۔ اٹھ کر بھورے ماموں کے یتیم خانے کی طرف چل پڑا۔ خون کا رشتہ اسے بلا رہا تھا۔ وہ ماموں کا خون کرنا چاہتا تھا۔

دروازہ اس کی ممانی نے کھولا "تو پھر آ گیا جھاڑو پھرے۔" وہ چیخ کر بولی "بھیا نے تو کہا تھا۔۔۔"

"ایسی کی تیسی تمہارے بھیا کی۔" کالے خاں چلا کے بولا "میں کوئی ٹنڈا۔۔۔ میرا مطلب ہے' کسی ٹنڈے لاٹ سے نہیں ڈرتا۔ بھورے ماموں کہاں ہیں؟"

"اچھا۔ بھورے ماموں سے ملنے آیا ہے تو؟" ممانی نے کہا اور اندر کی جانب منہ کر کے آواز دی "سنا تم نے جی۔ تمہارا بھانجا آیا ہے تم سے ملنے۔"

"بھانجا؟" بھورے ماموں کی آواز آئی "تمہارا مطلب ہے' مرحوم کالے خاں؟"

"لگتا تو وہی ہے۔ آ کے دیکھو ذرا۔" ممانی نے کہا "کہیں اس کی بدروح تو نہیں؟"

بھورے ماموں اندر سے یوں نمودار ہوئے کہ ان کے ایک ہاتھ میں ٹنڈا تھا اور دوسرے ہاتھ میں چھری "کالے خاں۔" وہ چلائے "مجھے پہلے ہی شک تھا بھانجے۔ تم بہت ڈھیٹ ہو۔ سالا تھانے دار تمہارا بال بیکا نہیں کر سکے گا۔ خیر یہ بتاؤ' اچھے تو رہے۔" اور پھر ٹنڈے کو سیب کی طرح کاٹ کے کھا گئے۔

"میں تو بہت اچھا رہا بھورے ماموں۔" کالے خاں بھونچکا رہ گیا "مگر یہ آپ۔۔۔ ٹنڈے کھا رہے ہیں۔ کچے ٹنڈے۔"

"ہاں بھانجے۔۔۔ کیا کچے اور کیا پکے۔ ٹنڈے مقدر میں لکھے تھے سو کھانے پڑ رہے ہیں۔" بھورے ماموں نے آہ بھر کے کہا اور ٹنڈے کا دوسرا حصہ بھی چبا چبا کے نگلنے لگے "حکم ہے سالے تھانے دار

کا۔"

"اس سے تو اچھا ہوتا کہ آپ بھی وہی کرتے۔۔۔ سوپیاز کھاتے اور سو جوتے۔" کالے خاں کا دل پھر اپنے بھورے ماموں کی محبت سے لبریز ہونے لگا۔

"پاگل۔۔۔ سو پیاز نہیں کالے خاں۔ سو جوتے اور سو ٹنڈے یہی ہے اپنی سزا۔ شادی جو کر لی ہے۔ تھانے دار ہے سالا۔" بھورے ماموں نے کہا "اس سے صرف اتنی ہی شکایت کی تھی کہ آخر میں آدمی ہوں۔ بتا کیسے روز ٹنڈے کھاؤں۔ وہ بولا صاف صاف کہو کہ آدمی ہو یا شوہر۔ مجھے ماننا پڑا کہ شوہر ہوں' آدمی نہیں ہوں۔ وہ بولا تو پھر گلہ کیسا۔ بیوی کی اطاعت کرو گے تو سکھ پاؤ گے تو بھانجے میں بیوی کی اطاعت کر رہا ہوں اور اس نے تمہارے مذاق کی سزا دی ہے۔ پورے دس سیر ٹنڈے کھانے ہیں مجھے دو دن میں۔ آج پہلا دن ہے۔ اندر آ کے دیکھو۔"

"بھورے ماموں۔۔۔ آخر میں آپ کا بھانجا ہوں۔ دکھ سکھ کا ساتھی ہوں۔" وہ بھورے ماموں کے ساتھ بیٹھ گیا "لائیں آدھے مجھے دے دیں۔"

"میں تو خودکشی کر چکا ہوں کالے خاں۔" بھورے ماموں بولے۔

"میں پریکٹس کر رہا ہوں خودکشی کی بھورے ماموں۔" وہ بولا "آخر مجھے بھی ایک دن شادی کرنا ہے اور شوہروں کا یہی راتب کھانا ہے۔" اس نے بڑے شوق سے ایک ٹنڈا اٹھایا اور سیب کی طرح کتر کر مزے سے کھانے لگا۔

○☆○

Urdu Books, English Books and Old pdf books download

http://www.Mypdfsite.com

تلاشِ زوجہ

قورمہ، شیرمال اور پلاؤ سے پیٹ کا آخری کونا بھی بھر چکا تھا مگر بھورے ماموں کا ہاتھ اور ان کی بتیسی یوں چل رہے تھے کہ لگتا تھا، ماموں ختم ہو جائیں گے مگر ان کا کھانا ختم نہیں ہوگا۔ کالے خاں کو ہمیشہ کی طرح اندیشہ لاحق تھا کہ معدے میں جگہ نہ رہی تو کھانا ان کے دل، جگر اور دیگر اعضائے رئیسہ میں داخل ہو جائے گا یا کہیں نہ کہیں سے باہر نکلنے لگے گا۔

"بھورے ماموں!" کالے خاں نے ان کے کان کے قریب سر لا کے کہا "آپ کو پھر بیضہ نہ ہو جائے۔"

"ہونے دو بھانجے۔" ماموں نے زردے کے انبار کو نگلتے ہوئے کہا "پہلے بھی تو دو دن میں ٹھیک ہو گیا تھا میں اور جب موت کا ایک دن معین ہے تو آدمی بھوکا کیوں مرے؟"

کالے خاں کی تشویش میں اضافہ ہونے لگا کیونکہ خوف ناک مونچھوں والے، ہیوی ڈیوٹی کرین ٹائپ شخص کی نظر انہی پر ٹھہرنے لگی تھی۔ انھیں معلوم نہ ہو سکا تھا کہ دعوت طعام بارات کی ہے یا ولیمے کی مگر یہ بات واضح تھی کہ وہ خطرناک شخص انتظامیہ کا رکن ہے اور وہ یہ اختیار رکھتا ہے کہ ناپسندیدہ عناصر کے میرج ہال میں داخلے پر پابندی عائد کر دے یا بزور بازو ان کو گردن سے پکڑ کر کرین کی طرح اٹھائے اور ویڈیو فلم بنانے والوں کو موقع دے کہ دلہن کی رخصتی کے دردناک منظر سے پہلے ماموں بھانجے کی روانگی کا عبرت ناک منظر ریکارڈ کریں اور بعد میں فلم دیکھنے والے ٹریجڈی کے ساتھ یہ کامیڈی دیکھ کر خوش ہوں۔

کالے خاں نے خطرے کا سگنل نمبر دو دینے کے لیے ماموں کی پسلی میں اپنی کہنی ماری "باقی کل

کھا لینا ماموں یا ساتھ والے ہال میں کھا لینا۔"

وار سخت ہو گیا یا چوٹ کسی نازک مقام پر پڑی کہ بھورے ماموں بلبلا کے اچھلے۔ زردے کی پلیٹ ان کے ہاتھ سے نکل کر اڑن طشتری کی طرح گئی اور ایک سفید شیروانی اور سفید ریش والے بزرگوار کے سر کی شفاف سطح پر لینڈ کر کے کریش ہو گئی۔ چمچ مخالف سمت میں گیا اور ایک سرکاری چمچے کی ناک پر لگا جو پولیس افسر کی طرح یہ ثابت کرنے پر مصر تھا کہ امن و امان کے سوا ملک میں کچھ ہے ہی نہیں۔ امن و امان اسی وقت درہم برہم ہو گیا۔ پہلے پلیٹ کے ٹوٹنے اور چمچے کے گرنے کی آواز آئی پھر غلط قسم کے کلمات کا شور اٹھا اور آخر میں وہی ہوا جس کا ڈر تھا۔

ہوم سیکریٹری ان کی طرف لپکا۔ کدھر سے آئے ہو تم لوگ؟" اس نے ریچھ کی طرح غرغرا کے کہا۔

"ادھر سے۔" بھورے ماموں نے سکون کے ساتھ ہال کے دروازے کی طرف اشارہ کیا مگر یہ مکمل اور منطقی جواب ناکافی سمجھا گیا اور پلیٹ سے متاثر ہونے والے بزرگ نے بھی واویلا شروع کیا۔

"اے بھائی، آخر کون ہیں یہ بدبخت؟ ذرا دیکھو ان کی بدتمیزی۔" انہوں نے حاضرین کے سامنے خود کو پیش کیا۔ چاول کے زرد دانے ان کی شیروانی پر چسپاں تھے اور ان کی ریش دراز میں یوں چمک رہے تھے جیسے جھاڑی میں جگنو اور ان کے سر کی ناہموار بنجر سطح پر پھولوں کی طرح بکھرے ہوئے تھے۔ کرین ٹائپ شخص نے اپنا سوال دہرایا۔

کالے خاں نے ابھی تک دولہا یا دولہن کو نہیں دیکھا تھا لیکن اس نے اپنی خودی کو بلند رکھا "ہم لڑکے والوں کی طرف سے آئے ہیں۔"

ہوم سیکریٹری یوں اچھلا جیسے غلطی سے اس نے کسی اخبار میں حقیقت پر مبنی اطلاع پڑھ لی ہو "کیا؟ کہتا ہے لڑکے والوں کی طرف سے؟" اس نے چیخ کر کہا۔

"وہ ۔۔۔ بھائی صاحب ۔۔۔" بھورے ماموں نے فوراً بھانجے کی غلطی سے پیدا ہو جانے والی صورت حال کو سنبھالا۔ "دراصل ہم ادھر سے بھی ہیں، میرا مطلب ہے لڑکی والوں کی طرف سے بھی۔ رشتہ ہی کچھ ایسا ہے۔"

مگر رشتہ طے ہونے کی نوبت ہی نہیں آئی۔ ہیوی ڈیوٹی کرین نے بھورے ماموں کو اٹھا لیا پھر بزرگوار کے اشارے پر ایک بلڈوزر ٹائپ نوجوان دوڑتا ہوا آیا۔ اس کی ٹکر سے بچنے کے لیے کالے خاں نے بڑی پھرتی کا مظاہرہ کیا ورنہ وہ چپٹا ہو جاتا۔ بلڈوزر ٹائپ نے چار بھری ہوئی توند والوں کو منہدم

Urdu Books, English Books and Old pdf books download

http://www.Mypdfsite.com

کردیا۔ اسی وقت کالے خاں نے اپنے ماموں کو ہال سے باہر سڑک پر گرتے دیکھا پھر وہ خود بھی دو منٹ بعد انہی کی طرح زیروزبر ہوتا‘ اسی مقام پر اسی شان سے پہنچا۔

”بڑے سپے رحم اور بے مروت لوگ تھے۔“ بھورے ماموں نے جائے واردات سے کچھ دور آجانے کے بعد کراہتے ہوئے کہا۔ چلتے وقت وہ تقریباً اسی درجے کے زاویے پر بائیں جانب جھکتے تھے پھر‌ ترنا سا رکوع میں جاتے تھے اور بالآخر سیدھے ہو کر اگلا قدم اٹھاتے تھے۔ ان کی چال میں رقص کی یہ کیفیت ہڈیوں کے ادھر ادھر ہو جانے سے پیدا ہوئی تھی ”اب دیکھو نا‘ ہم جو کچھ کھا چکے تھے‘ وہ تو کسی طرح بھی ہمارے پیٹ سے نکالا نہیں جا سکتا پھر ہمیں نکالنے سے ان کو کیا ملا؟ یہی کھانا پھینکا جاتا۔ جس کی وجہ سے ہم پھینکے گئے اور پھینکنے کے بھی کچھ شریفانہ طریقے ہیں۔ ہم تو پڑوسی کے گھر کے سامنے ہڈیاں اور کوڑا کرکٹ تک ایسے نہیں پھینکتے۔

”یہ سب تو ٹھیک ہے۔“ کالے خاں نے ایک ماموں کو مخاطب کیا حالانکہ اسے دو نظر آ رہے تھے ”مگر آج ہمارے جواب غلط ہو گئے۔ ہمیں کیا معلوم تھا کہ یہ گولو پہلوان کے سسر کی برسی ہے۔“

”ہاں بھانجے! پہلے کبھی ایسی غلط فہمی نہیں ہوئی اسی لیے کہ ہم برات کے ساتھ ہی پہنچتے تھے۔ آج ذرا دیر ہو گئی تھی۔“ بھورے ماموں نے کہا ”وہ تمہارا دوست اچھن مرزا‘ ایم سی بی بہت کمینہ نکلا۔ ٹھیک ایک گھنٹے بعد جوتے واپس لینے آ گیا۔ میں تمہاری ممانی کے کہنے پر ذرا مونچھیں تراشنے کے لیے کھڑا ہو گیا تھا ورنہ ہم نکل جاتے۔ خیر میں نے جوتے کرائے پر لے لیے۔ دو روپے میں کیسے ہیں؟“

”اچھے ہیں مگر دو روپے میں کون جوتے کرائے پر دیتا ہے ماموں؟“ کالے خاں نے بایاں ہاتھ اپنی دائیں آنکھ پر رکھا جو کسی شدید ضرب سے اتنی اندر چلی گئی تھی کہ اس سے ظاہری دنیا کو دیکھنا مشکل ہو رہا تھا اور فی الحال یہ آنکھ صرف اپنے باطن کو دیکھنے کی رہ گئی تھی۔

”ہاں‘ وہ اپنی گلی کے موڑ پر ہے‘ ایک خدا ترس اور نیک دل موچی۔“ بھورے ماموں نے کہا ”کوئی مرمت کے لیے جوتے دے گیا تھا۔ کل لے جائے گا۔ موچی نے رات بھر کے لیے مجھے دے دیے۔ کیا خیال ہے‘ صبح واقعی لوٹا دوں؟“

”آخر عزت بھی کوئی چیز ہے ماموں!“ کالے خاں نے کہا ”اگر ممانی کے سامنے وہ دونوں آ گئے۔ اصل مالک اور خدا ترس موچی۔ تو دونوں ایک ایک جوتا اٹھا لیں گے۔“

”اچھا۔ تم کہتے ہو تو ٹھیک ہے۔ ذرا دو روپے تو دینا۔ چلتے وقت تمہاری ممانی نے سو سو کے دو نوٹ ڈال دیے تھے‘ اچکن کی جیب میں‘ اس مار پیٹ... میرا مطلب ہے غلط فہمی میں کہیں گر گئے شاید۔“

کالے خاں کا دایاں ہاتھ شانے کے قریب سے بھی متاثر ہوا تھا۔ کچھ اس طرح کہ اب وہ عبدالقادر کی طرح باؤلنگ کرانا چاہتا تو پورا ہاتھ نہیں گھما سکتا تھا۔ اس کا ہاتھ زیادہ سے زیادہ اتنا اٹھتا تھا کہ کسی کی جیب تک پہنچ جائے چنانچہ اس نے خدا کا شکر ادا کیا کہ وہ بے روزگار نہیں ہوا اور خاصی مشکل سے اس ہاتھ کو اپنی جیب تک لے گیا ”آپ کو چھوٹوں سے مانگتے ہوئے شرم آنی چاہیے ماموں!“ کالے خاں نے دو کا نوٹ نکال کے کہا۔

”مانگنے میں شرم کیسی بھانجے؟“ بھورے ماموں نے دو کا نوٹ اچکتے ہوئے کہا ”لوگ پہلے بھی رشتے مانگتے تھے‘ معافی مانگتے تھے خدا سے گناہوں کی۔ اولاد مانگتے تھے اور اب پناہ مانگتے ہیں رشوت سے۔ حق اور انصاف مانگتے ہیں‘ امن اور سلامتی مانگتے ہیں۔“

”لوگ تو بے وقوف ہیں۔ وہ چیز مانگتے ہیں جو مل ہی نہیں سکتی۔“ کالے خاں نے افسوس سے کہا ”مگر آپ.....“

”میں کیا‘ حکومتوں کو دیکھو۔ یہ سپر پاور کہلانے والے بھی لڑوسے مانگتے ہیں۔“ بھورے ماموں نے کہا ”اور ہم جیسے ممالک بھی امریکن ایڈز مانگتے ہیں حالانکہ ابھی حال ہی میں ایک مشہور اداکار تھا امریکن جو ایڈز سے مر گیا۔“

”اف ماموں!“ کالے خاں نے دوسرے ہاتھ سے آنکھ کی جگہ سر پکڑ کے کہا ”وہ ایڈز ایک متعدی مرض ہے۔“

”تم کیا سمجھتے ہو کہ مجھے انگریزی نہیں آتی؟“ بھورے ماموں نے بگڑ کر کہا ”کیا ایڈز کا مطلب امداد نہیں ہوتا اور مجھے معلوم ہے‘ امداد مانگنا ایک متعدی مرض ہے۔ یہ پہلے افراد کو ہوتا ہے پھر اقوام کو۔ اب دیکھتے دیکھتے اس متعدی مرض نے ساری دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے۔ ایڈز کے چکر میں پڑ جانے والے زندہ نہیں رہتے۔ ایڈز دینے والے جانتے ہیں کہ ایڈز لینے والوں کی قوت مدافعت ختم ہو جائے گی۔ وہ اسی لیے ایڈز دیتے ہیں‘ کبھی فوجی کبھی اقتصادی۔“

”غالباً آپ کے سر میں بھی چوٹ آئی ہے ماموں۔ اتنا سچ تو کبھی بی بی سی نے بھی نہیں بولا۔“ کالے خاں نے کہا۔ وہ کچھ دور خاموشی سے چلتے گئے۔ بھورے ماموں ایک خوب صورت شام کے اس انجام پر بار بار ٹھنڈی آہ بھرتے تھے۔

”اب یہ سلسلہ چلے گا نہیں بھانجے!“ ماموں نے اچانک کہا ”لوگ ہمیں دھوکا دینے لگے ہیں۔ میرج ہال میں سب کچھ ہونے لگا ہے۔ کبھی برسی‘ کبھی مجالس اور کبھی مشاعرے اور اب ہم ویسے بھی ہر

Urdu Books, English Books and Old pdf books download

http://www.Mypdfsite.com

جگہ پہچان لیے جاسکتے ہیں۔"

"اسی لیے کہتے ہیں 'گھر کی مرغی دال برابر۔'" کالے خاں نے کہا "میرا تو گھر ہی نہیں ہے اور آپ کو دال اچھی نہیں لگتی۔"

"دال بھی کہاں پکاتی ہے تمہاری ممانی۔" بھورے ماموں نے دردناک لہجے میں کہا "وہ تو ہر روز ایک نیا تجربہ کرتی ہے مجھ پر۔ جیسے سائنس داں چوہوں پر کرتے ہیں۔ کہ کیا کھا کر میں زندہ رہتا ہوں اور مجھے کیا کھلا کے وہ مظلوم بیوہ بن سکتی ہے۔ ایسے کہ قتل کا الزام نہ آئے۔ ابھی کل ہی اس نے شاید افیون کے سوکھے ہوئے پتے کے پانی میں ابال کے کیکر کی چھال کے ساتھ پکائے تھے اور مٹی کے تیل کا بگھار دیا تھا۔ اس سے پہلے کاکروچ پکائے تھے' شاید سمندری گھاس کے ساتھ اور مٹھی بھر چاول ڈال کے کہتی تھی' زردوزری کام کا پلاؤ ہے۔ سلمیٰ ستارے والا کدو کا حلوا۔ سب اماں کے سکھائے ہوئے۔ ایک سے ایک جان لیوا نسخے ہیں۔"

"آپ کے تو سسر کا انتقال بھی نہایت پراسرار حالات میں ہوا تھا۔" کالے خاں نے کہا۔

"ہاں' مرحوم رات کا کھانا کھا کے لیٹے تھے۔" بھورے ماموں نے آبدیدہ ہو کے کہا "اچانک مسکرانے لگے حالانکہ وہ بھی میری طرح شادی سے پہلے ہی مسکراتے تھے۔ مسکرانے کے بعد گنگنانے لگے پھر جھنجھنانے لگے۔ اس کے بعد اچھلے اور تار کی طرح فلیٹ ہو گئے۔ ساس رو رو کے کہہ رہی تھیں' ہائے رات کتنے شوق سے چناچی کا پلاؤ اور کامدانی کا رائتہ کھایا تھا۔ چٹاپٹ کام تمام ہو گیا۔"

"اس کا مطلب ہے' شادی سے قبل بھی آپ کی نظر اور عقل میں فتور تھا۔" کالے خاں بولا "ورنہ آپ ضرور دیکھتے کہ لڑکی کھانا کیسا پکاتی ہے۔"

"مجھے تو یاد بھی نہیں تھا کہ تمہاری ممانی شادی سے پہلے لڑکی تھی۔" بھورے ماموں نے رونے کے انداز میں ہنس کر کہا "اب بھلا کون یقین کر سکتا ہے لیکن بھانجے سچ تو یہ ہے کہ اسی بریانی' زردے نے پہلے مغلوں کو تباہ کیا تھا پھر مجھے۔ شادی سے قبل میں نے ایک بار اس کے گھر کھانا کھا لیا تھا۔ بالکل ویسا ہی پلاؤ زردہ تھا جیسا آج ملا تھا۔"

"اسی لیے آپ کا حشر بھی وہی ہوا جو آج ہوا تھا۔" کالے خاں نے سرہلایا۔

"خدا شاید مرحومہ کو معاف کر دے مگر میں کیسے کروں۔" بھورے ماموں نے کہا "میری ساس نے تو ایک پریس نوٹ جاری کروا دیا تھا کہ ذائقہ لڑکی کے ہاتھ میں ہے حالانکہ وہ پڑوس کے کسی گھر سے آیا ہوا شادی کا کھانا تھا جو بچ گیا تھا تو محلے میں تقسیم کر دیا گیا تھا۔"

"اور آپ کو بھی شاید اسی لیے کھلا دیا گیا ہو گا کہ سڑ جاتا تو گلی میں کتوں کو ڈالنا پڑتا۔" کالے خاں نے اتفاق کیا۔

"یہ انگریز بہت عقل مند قوم ہے۔" بھورے ماموں نے برا مانے بغیر کہا "ان کا کہنا ہے کہ مرد کے دل کا راستہ اس کے معدے سے گزرتا ہے۔ ساس کے جھوٹ سے مجھ پر ہارٹ اٹیک ہو گیا اور میری عقل ماری گئی۔ تم مزے میں ہو کہ ہوٹل میں کھاتے ہو۔"

"ہر روز دال فرائی کھاتا ہوں ماموں' یہ بھی کوئی زندگی ہے؟" کالے خاں نے کہا۔

"تم مرغی بھی کھا سکتے ہو بھانجے!" بھورے ماموں نے کہا۔

"آج کل بڑی دریا اور شاید نائیلون کی بنی ہوئی مرغیاں آرہی ہیں۔" کالے خاں بولا "آپ نے دیکھی ہوں گی۔ ریڑھی پر سوپ بیچنے والے پورے سیزن ایک ہی بدبخت مرغی کی لاش کو سرعام معلق رکھتے ہیں اور پینے والے' پاؤڈر کا چکن سوپ پی کر خود کو ٹارزن کی طرح محسوس کرتے ہیں۔ میں مرغی منگوا تو سکتا ہوں' کھا نہیں سکتا' ایک بار ضد میں آ کے گھنٹے تک ایک ہی بوٹی کو چباتا رہا۔ شام کو ڈ۔۔۔۔ کے پاس جانا پڑا کیونکہ مسوڑ۔۔ سوج گئے تھے۔ اب تو دل چاہتا ہے کہ چوڑیوں کی جھنکار کے ساتھ نازک اور گرم چپاتیاں اتریں۔ کبھی خستہ پوریاں ہوں اور آلو مٹر کی بھجیا۔ کبھی پودینے کی چٹنی۔"

"عاقل تو نہیں لیکن بالغ ضرور ہو چکے ہو تم کالے خاں۔" بھورے ماموں نے سرہلا کے کہا "ویسے بھی محلے والے کہتے ہیں کہ تم کو اب شادی کر لینی چاہیے۔ تمہارے خلاف شکایات ٹیلی فون اور بجلی کے محکمے سے زیادہ ہونے لگی ہیں۔ ابھی کل ہی اپنے شیخ صاحب نے اپنی گناہ گار آنکھوں سے دیکھا کہ تم ان کی منکوحہ کو ایسے دیکھ رہے تھے جیسے...."

"غلط فہمی ہو جاتی ہے ماموں۔ میں تو اب تک سمجھتا تھا کہ وہ اپنی پوتی کے ساتھ اکیلے رہتے ہیں۔" کالے خاں نے ان کی بات کاٹ کر کہا۔

"شادی کے لیے تم کو اپنا یہ ذریعہ معاش بدلنا پڑے گا۔" بھورے ماموں نے سوچ کر کہا "تبدیلی تو اچھی ہے تمہاری مگر عزت نہیں ہے۔"

"اور ان چوروں کی بہت عزت ہے جو ملک اور قوم کو لوٹ رہے ہیں؟" کالے خاں نے برہمی سے کہا "میں کسی ایک آدمی کی جیب کاٹتا ہوں۔ سرکاری خزانہ تو لوٹا نہیں کرتا۔ تھانے داروں نے چوروں سے گٹھ جوڑ کر رکھا ہے' کسٹم والوں نے اسمگلر سے' اسمگلر۔۔۔ خود کو امپورٹر ایکسپورٹر کہتے ہیں۔ ٹھیکے دار۔۔۔۔ ریت کے پل بنا بنا کے قتل عام کرتے ہیں۔ ان کو مجھ سے زیادہ شریف سمجھا جاتا

Urdu Books, English Books and Old pdf books download

http://www.Mypdfsite.com

ہے۔"

تمہارا جذباتی ہونا' تمہارے بے وقوف ہونے کی دلیل ہے بھانجے۔" ماموں نے کہا "چلو ہم شادی کرانے کے لیے تمہارے پیٹے کا کوئی اچھا سا نام رکھ لیتے ہیں۔ مثلاً تم کو انکم ٹیکس افسر ثابت کیا جا سکتا ہے۔ ان کے اور تمہارے کام کی نوعیت میں زیادہ فرق نہیں ہے۔ یہ بتاؤ کہ تم کس قسم کی شادی کے قائل ہو؟"

"شادی تو ایک ہی قسم کی ہوتی ہے ماموں۔" کالے خاں نے سر کھجا کر کہا۔

"ہوتی تھی کالے خاں لیکن زمانہ بہت آگے نکل گیا ہے۔" بھورے ماموں نے کسی فلسفی کی طرح سر ہلایا۔ "پہلے ایک ڈاکٹر جسم کے ہر روگ کا علاج کر لیتا تھا۔ اب دائیں کان کا اسپیشلسٹ الگ ہے تو بائیں کان کا الگ۔ ایک دل کو دیکھتا ہے تو دوسرا دماغ کو۔ مشترک بات صرف یہ ہے کہ سب مریض کی جیب کو ضرور دیکھتے ہیں۔ اس قسم کی شادی تو اب فلموں میں ہوتی ہے۔ جیسی لیلیٰ مجنوں سے چاہتی تھی یعنی محبت والی شادی۔ زیادہ مقبول ہے دولت والی شادی۔ اس کے علاوہ ہجرت والی شادی ہے جو کسی گرین کارڈ ہولڈر سے کی جاتی ہے یا برطانوی شہریت حاصل کرنے کے لیے۔ تجارت والی شادی ہے جو آدمی کسی دولت مند کی بیٹی سے کر بیٹھتا ہے جس کے مقابلے میں بھینس ہر لحاظ سے بہتر ہوتی ہے۔ حماقت والی شادی بھی ہے جس میں آدمی کسی کنجوس یا کنگال کا گھر داماد بن جاتا ہے۔"

"میرا مسئلہ ہے کہ کوئی گھر والی مجھے اچھا پکا کے کھلائے۔ مثلاً کسی خانساماں کی بیٹی۔"

"بے وقوف' خانساماں کی بیٹی کیا جانے کھانا کیسے پکایا جاتا ہے۔" بھورے ماموں نے اسے ملامت آمیز نظروں سے دیکھا "باپ کسی کوٹھی کا خانساماں ہو یا فائیو اسٹار ہوٹل کا' ہر روز پکی پکائی کھا لیتا ہے اور بہترین مرغن خوراک سے عموماً وہ اتنی ہیوی ویٹ ہو جاتی ہے کہ تم جیسا پیپر ویٹ شوہر اس سے شادی کا بار نہیں اٹھا سکتا لیکن تم فکر مت کرو۔ اب تم نے ذکر کر دیا ہے تو میں تمہاری ممانی سے بات کروں گا۔"

"ممانی سے؟" کالے خاں نے لرز کر کہا "ان کی بھانجی بھتیجی ہوئی تو؟ نہیں ماموں! مجھے طبعی موت منظور ہے۔"

گھر پہنچتے ہی ممانی نے ان دونوں کو مشکوک نظروں سے دیکھا "یہ کیا حال ہو رہا ہے تم دونوں کا؟ کہیں ٹی وی کے پروگرام "روبرو" میں صحیح سوال تو نہیں کر بیٹھے تھے؟" انہوں نے تشویش سے کہا۔

"سوال تو دوسروں نے کیے تھے۔" ماموں نے جواب دیا "جواب درست نہیں ہوا۔"

"ارے تو نیلام گھر میں چلے جاتے۔ انعام تو لاتے' غلط جواب دے کر بھی۔" ممانی نے کہا۔

"نیلام گھر میں تو اب کالے خاں کو ہی بھیج دیں گے۔ نئے جوڑوں کے کامیڈی شو میں۔" بھورے ماموں نے کہا اور پھر ممانی سے کالے خاں کی خواہش کا ذکر کیا۔ اس عرصے میں کالے خاں شرمانے کی کوشش میں لال ہو گیا۔ مایوسی اسے ممانی کے بیان پر ہوئی۔ انہوں نے کہا "کسی موئے جیب کترے سے کسی بھی لڑکی کی شادی کو اتنا ہی بعید از امکان قرار دیا جتنا ماموں کی مغفرت کو۔ یہ بھی کہا کہ "وہ چاہے تو اپنے طور پر پھولن دیوی کو پیغام بھجوا دے کہ وہ مشرف بہ اسلام ہو جائے اور عقد کر لے تو جیب کترے اور ڈاکو کی جوڑی اچھی رہے گی۔"

جواب میں کالے خاں نے کہا کہ خود ممانی کو بہرام ڈاکو سے شادی کرنا چاہیے تھی اور ان کو ڈریکولا قرار دیا۔ کالے خاں سے پہلے ممانی کی شیریں بیانی کا قائل تھا۔ چنانچہ باقی باتوں کی پروا کیے بغیر وہ مسکراتا ہوا واک آؤٹ کر گیا۔ اس نے اب اپنی مدد آپ کے اصول پر خانہ آبادی کا فیصلہ کر لیا تھا۔

قدرتی طور پر اسے سب سے پہلے شادی دفتروں کا خیال آیا۔ اس نے اشتہارات کا بغور مطالعہ کیا۔ ان میں کوہ قاف کی پری سے قارون کی بیٹی تک سب کے رشتے مطلوب تھے اور ان میں تمام صفات تھیں' سوائے ان صفات کے جو کالے خاں تلاش کر رہا تھا پھر اس نے اپنے جگری دوست اچھن مرزا ایم سی پی (ماہر کبوتر باز) سے رجوع کیا جس نے آڑے وقت میں ہمیشہ کالے خاں کی اتنی ہی مدد کی تھی جتنی چھٹے بحری بیڑے نے تمام دوست ممالک کی۔ اچھن مرزا اپنے کبوتر خانے کی چھت پر کھڑا آسمان کی طرف دیکھ رہا تھا اور حلق سے ایسی آوازیں نکال رہا تھا کہ آدمی سے زیادہ وہ اسٹیج آرٹسٹ لگتا تھا۔ تاہم کبوتر اس کی زبان سمجھ رہے تھے۔ اس کے حکم پر ایک کبوتر کالے خاں کے سر پر آ بیٹھا۔

"یہ کیا مذاق ہے یار؟" کالے خاں نے ہاتھ مار کے کبوتر کو اڑا دیا اور سر سے وہ ہیر کریم صاف کی جو کبوتر احتجاجاً چھوڑ گیا تھا۔ "میں نے کبھی ناک پر مکھی نہیں بیٹھنے دی۔"

"دل توڑ دیا تو نے اپنے رویے سے رانی کا۔" اچھن مرزا نے بڑے قلق سے کہا۔

"رانی کا؟" قسم خدا کی اس نے مجھ سے کبھی کہا ہی نہیں ورنہ سرفراز کی فاسٹ باؤلنگ کیا ہے۔" کالے خاں بھونچکا رہ گیا۔

"ابے میں اس کبوتری کی بات کر رہا تھا۔ ایسا جھانپڑ تو میں نے کبھی اپنی بیوی کے بھی نہیں مارا۔"

"بہت اینڈ کر بات کر رہا ہے۔ کیا وہ میکے گئی ہوئی ہے؟" کالے خاں نے کہا۔

"ہاں' اس کی اماں کو شدید نزلہ ہو گیا تھا۔ میں نے کہا' اطمینان سے چہلم کر کے آنا۔" اچھن مرزا

Urdu Books, English Books and Old pdf books download

http://www.Mypdfsite.com

نے دانت نکال کے کہا اور منہ اوپر اٹھالیا۔ حلق سے عجیب سی آواز نکالی پھر کالے انجن کی طرح سیٹی ماری اور منہ سے پٹاخا چھوڑا۔ دو کبوتر نیچے سے ایف سولہ کی طرح اوپر گئے۔ دو کبوتر انٹینا پر اتر آئے۔ ایک اس کے قریب لینڈ کر گیا۔

"یار' وہ تیری بیوی۔" کالے خاں نے اکتا کے کہا "اس کی بہن۔۔۔"

"دیکھ کالے خاں! وہ جیسی بھی ہے' اپنی عزت ہے۔ ذرا منہ سنبھال کے بات کر۔" اچھن مرزا نے کہا۔

"میں گالی نہیں دے رہا تھا' یہ پوچھ رہا تھا' وہ کھانا ویسا ہی پکاتی ہے جیسا تیری بیوی؟" کالے خاں نے کہا "پچھلے سال تو نے دعوت کی تھی نا میری' نئے سال کی خوشی میں۔ بھورے ماموں بھی آئے تھے۔"

"نئے سال کی دعوت؟۔۔۔ وہ۔۔۔ ہاں یار۔" اچھن مرزا نے سر کھجا کے خفت سے کہا "دراصل برسی تھی اس کے ابا کی کہنے لگی چالیس فقیر بلانے ہیں۔ فقیر کہاں سے آتے ہیں آج کل گھروں میں کھانا کھانے۔ اپنے یار دوستوں سے کام چلایا تھا۔ پرسوں پھر یکم جنوری ہے۔ میں نے تو کہا تھا کہ گھر والی سے کہ تیری ماں کے لیے یہ بڑا گولڈن چانس ہے۔ شادی کی سالگرہ بھی ایک دن ہوتی تھی ان کی' برسی بھی ایک دن ہو سکتی ہے مگر تو کہنا کیا چاہتا ہے؟"

"یار' شادی کرنے کی سوچ رہا ہوں۔ چاہتا یہ ہوں کہ بیوی کھانا اچھا پکا کے کھلائے۔ اس دعوت میں کھانا مزے کا تھا جس میں تو نے ہمیں فقیر کا رول دیا تھا۔" کالے خاں نے کہا۔

اچھن مرزا قہقہہ مار کر ہنسا "وہ میری بیوی نے کب پکایا تھا۔ اس کی ایک عزیزہ ہے دور کی۔ وہی کام آتی ہے ایسے مواقع پر۔ تو کرے گا اس سے شادی؟" اچھن مرزا نے سوچ کر کہا "تو چاہتا ہے' اچھا کھلائے گھر سنبھالے اور تجھے آرام پہنچائے۔ تو فیصلہ کر چکا ہے تو بتا؟"

"ہاں۔ اگر وہ اس قابل ہو۔۔۔ اور اسے اعتراض نہ ہو۔" کالے خاں نے بوکھلا کے کہا "تو سفارش کر دے گا۔"

"شادی کے قابل تو وہ بہت پہلے ہو گئی تھی۔ اگر تو چاہتا ہے تو اسے اعتراض کیوں ہو گا۔" اچھن مرزا نے کہا "اور میں تیری سفارش نہیں کروں گا تو کس کی کروں گا۔ چل میرے ساتھ اچھا موقع ہے اس وقت۔ خود دیکھ لے بلکہ بات بھی کر لے۔"

کالے خاں اس فوری پیش رفت کے لیے تیار ہو کر نہیں آیا تھا اور اسے بالکل امید نہ تھی کہ اچھن

مرزا چٹ منگنی پٹ بیاہ کا وسیلہ بن جائے گا پھر براہ راست لڑکی سے بات کرنے کا تو اس نے سوچا بھی نہیں تھا۔

"بیوی میکے گئی ہے نا تو اسے میرے پاس چھوڑ گئی ہے۔" اچھن مرزا نے نیچے جاتے ہوئے کہا "اچھے وقت پر آیا ہے تو ورنہ میری بیوی ہوتی یہاں تو پنجابی فلموں کے ولن کی طرح بیچ میں آجاتی کہ ٹھہرو یہ شادی نہیں ہو سکتی مگر تو گھبرا مت۔" کالے خاں کا نروس بریک ڈاؤن ہونے لگا تھا۔

"یار' یہ کچھ مناسب نہیں ہے۔ کوئی بزرگ ہوتا درمیان میں۔۔۔" کالے خاں نے کہا اور رک گیا۔

"ابے یہ بزرگ ہی تو کام خراب کرتے ہیں۔" اچھن مرزا نے اس کا بازو پکڑ کر کھینچا "اپنی پسند دیکھتے ہیں جیسے انہیں زندگی گزارنی ہے اور بزرگ تو بعد میں بھی آجائیں گے لیکن یہ موقع نہیں آئے گا۔ اس سے اچھی بات کیا ہو سکتی ہے کہ لڑکا اور لڑکی پہلے ایک دوسرے کو دیکھ لیں' پرکھ لیں۔ شرع نے بھی پسند ناپسند کا حق دیا ہے اور یورپ میں تو لڑکیاں خود اپنے بوائے فرینڈز کو گھر والوں سے ملواتی ہیں مگر ہم ذرا پیچھے ہیں۔"

"ہاں' وہ مصنوعی سیارے اڑا رہے ہیں' ہم کبوتر۔" کالے خاں نے کہا۔ نیچے پہنچتے پہنچتے اس کی ٹانگیں کانپنے لگیں تھیں اور جسم پر ٹھنڈا پسینہ بہنے لگا تھا۔ اس نے خود کو غیرت دلائی کہ وہ ایک لڑکی کے سامنے ہی جا رہا ہے' ملک الموت کے سامنے تو نہیں۔ یکلخت اس کے تصور میں ایک شرمائی لجائی' حیا سے گلابی ہو جانے والی چھوٹی موٹی سی لڑکی آگئی جو اس کی دلہن بن سکتی تھی۔ اس کے تو خواب و خیال میں بھی نہ تھا کہ وہ اس دلہن کو شادی سے پہلے ہی دیکھ لے گا۔"

"تو بیٹھ یہاں۔" اچھن مرزا نے اسے ایک کمرے میں بٹھا کر کہا "میں اسے بھیجتا ہوں۔"

"یار مرزا! وہ۔۔۔ میرا مطلب ہے ابھی اس سے کچھ مت کہنا۔" کالے خاں نے نروس ہو کے کہا۔

"کیوں۔ اسے دیکھا تو اس نے پہلے بھی ہو گا تجھے۔ اب ایک دلہن کی نظر سے دیکھے گی تو بات بنے گی۔ تیری طرح اس کو بھی علم تو ہونا چاہیے کہ وہ اپنے شریک حیات سے مل رہی ہے۔" اچھن مرزا نے کہا اور غائب ہو گیا۔

کالے خاں کے لیے بیٹھنا مشکل ہو گیا۔ اس نے آئینے میں اپنی صورت دیکھی مگر آئینہ ناقص تھا۔ اسے اپنی ایک مونچھ نیچی اور دوسری اونچی لگی اور چہرہ بھی تکون نظر آیا۔ وہ پریشان تھا کہ لڑکی کیا کہے گی۔ اسے بہت سے فلمی مکالے یاد آئے۔ جان من' تم میرے خوابوں کی وہ شہزادی ہو جسے میں جستجو

Urdu Books, English Books and Old pdf books download

http://www.Mypdfsite.com

سے ہنولولو تک تلاش کرتا رہا۔ نہیں' پہلے مودبانہ سلام بہتر رہے گا۔ آپا جی' السلام علیکم۔ لاحول ولا قوة۔ یہ آپا جی کہاں سے آگیا۔ وہ ایک کرسی پر بیٹھ گیا اور اچھلا۔ جس تکیے پر وہ بیٹھا تھا' وہ ایک دم ہلا پھر بلی نے غرا کے چھلانگ لگائی اور کالے خاں کے اوپر سے گزر گئی۔ کالے خاں بے اختیار پیچھے ہٹا تو ایک اسٹول کے بیچ میں آجانے سے پیچھے گرا۔ اس کا سر اچھن مرزا کے حقے سے ٹکرایا۔ چلم ٹھنڈی تھی چنانچہ صرف راکھ کالے خاں کے منہ پر گری۔ وہ ہڑبڑا کے اٹھا۔ ایسی حالت میں لڑکی آجاتی تو۔

اس وقت دروازہ ہلا اور کالے خاں نے بڑی پھرتی سے منہ پھیر لیا۔ اس کا دل اب بڑے زور سے دھڑک رہا تھا کیونکہ چوڑیوں کی آواز اس نے صاف سن لی تھی اور اسے اندازہ تھا کہ وہ اندر آگئی ہے۔ خاموشی کے چند سیکنڈ عذاب بن گئے۔ کالے خاں اب پریشان تھا کہ دلہن کو منہ کیسے دکھائے۔ اس کے سیاہ رنگ پر راکھ بالکل پاؤڈر کی طرح نظر آرہی تھی لیکن محسوس یوں ہوتا تھا کہ غلطی سے ڈبا اس پر الٹ گیا ہے۔ کتنا ہنسے گی وہ اس کارٹون کو دیکھ کر کہ جو شادی کی درخواست لے کر آیا ہے تو اس حلیے میں۔ لوگ تو گھنٹوں میک اپ کرتے ہیں اور نوک پلک سنوار کر جاتے ہیں مگر اسے کہاں معلوم تھا کہ اتنا بڑا مسئلہ اچھن مرزا کی پرخلوص کوشش سے چٹ منگنی پٹ بیاہ کا معاملہ بن جائے گا۔ اللہ بڑا کارساز ہے۔ ممانی تو چاہتی تھی کہ کالے خاں مایوس ہو کے تارک الدنیا ہو جائے یا کنوارا مرے۔ یہ نہیں سوچتی کہ اگر ماموں کی ایک بار شادی ہو سکتی ہے تو کالے خاں کی دس بار ہو سکتی ہے۔

"اجی تم بہت شرماتے ہو۔" کالے خاں نے ایک زنانہ آواز سنی جو غالباً زکام کے سبب بیٹھی ہوئی تھی "بھلا شرع میں کیا شرم۔ ابھی ابھی اچھن مرزا نے کہا کہ تم نے پسند کرلیا ہے مجھے۔ ہائے میں مرگئی۔ کیا تم مجھے چھپ چھپ کر دیکھتے تھے؟ بڑے شریر ہو۔ خیر اب بھی دل کی بات کہہ دی تم نے تو اچھا کیا۔ مجھے منظور ہے۔" اچانک وہ کھانسنے لگی اور ہانپنے لگی۔ کالے خاں نے ایک دم پلٹ کر دیکھا اور اس پر سکتہ طاری ہوگیا۔ اس کے سامنے ایک پچاس سال کی خشک لکڑی جیسی بڑھیا دوپٹے کا گھونگٹ بنائے کھڑی تھی اور یہ اس کی شرمیلی ہنسی تھی جسے کالے خاں کھانسی سمجھا تھا۔ اس کا توے جیسا چہرہ دوپٹے کی سفیدی میں بھی کالا نظر آرہا تھا اور بڑے بڑے دانت باہر نکلے ہوئے تھے جو مسلسل بج رہے تھے۔

"رشتے تو بہت آئے میرے...." وہ دوپٹے کا کونا منہ میں دبا کے مٹکنے لگی "مگر تم جیسا شریف زادہ۔"

"شریف زادہ؟" کالے خاں نے کہا "اس کا خون ابل رہا تھا اور آتش غضب اس کے وجود میں کسی

آتش فشاں کی طرح بھڑکنے لگی تھی۔ "لعنت شریف زادے پر۔" اس نے خود کے لیے ایک ہم قافیہ استعمال کیا اس وقت "لڑکی" نے کالے خاں کا چہرہ غور سے دیکھا اور ایک چیخ ماری۔

"بھوت.... ارے اچھن مرزا! تیرا ستیاناس' بھوت کو باندھ رہا ہے میرے پلے۔" وہ باہر بھاگی۔ کالے خاں نے بھی اسی وقت جست لگائی اور اپنی ہونے والی دلہن کو مسمار کرتا ہوا گزر گیا۔ کالے خاں پر اب خون سوار تھا اور اسے اچھن مرزا کی تلاش تھی۔ اچھن مرزا کے کبوترانہ سگنل چھت پر سے صاف سنائی دے رہے تھے۔ وہ اوپر لپکا۔

"سور کے بچے۔" کالے خاں نے چیخ کر کہا "یہ لڑکی تھی یا تیری دادی۔ اس چڑیل کے پلے باندھنا چاہتا تھا تو مجھے؟" اس نے اچھن مرزا کو پکڑنے کی کوشش کی مگر وہ بڑی پھرتی سے کبوتروں کو ریسیو کرنے والے انٹینا پر چڑھ گیا اور بہت اوپر کبوتروں کے ساتھ جا بیٹھا۔ کالے خاں نے نیچے سے لغت میں نہ ملنے والے الفاظ کا استعمال جاری رکھا۔

"دیکھ یار' منہ سے بات کر۔" اچھن مرزا نے کہا "میں نے تو تیری پسند دیکھی تھی۔ وہ سب خوبیاں ہیں اس میں جو تو مانگتا تھا۔ یار اچھا صلہ دیا ہے دوستی کا اور نیکی کا۔"

کالے خاں نے کبوتروں کی چھتری کو زور زور سے ہلانا شروع کیا "یہ لڑکی تھی' الو کے پٹھے۔ اسے بھیج دے یورپ کے کسی بوائے فرینڈ سے لو میرج کرلے۔ تو ذرا نیچے آ' میں تجھے جہنم میں بھیجتا ہوں۔"
کالے خاں کی پوری کوشش تھی کہ اچھن مرزا چھتری سمیت گرے۔ اچھن مرزا سیدھے کھڑے ہوئے پنڈولم کی طرح جھول رہا تھا۔ وہ مسلسل مشرق سے مغرب کی طرف تیزی سے آجا رہا تھا اور چلا رہا تھا۔ کبوتر اڑ چکے تھے مگر وہ چھتری سے چپٹا ہوا تھا۔ چھت کے دونوں جانب گلی تھی چنانچہ اچھن مرزا کا بالآخر ایک طرف بغیر پیراشوٹ کے اترنا یقینی تھا۔ دو لمبے لمبے مضبوطی سے بندھے ہوئے بانسوں کی بلندی بیس فٹ سے زیادہ ہی تھی۔

"ابے کالے خاں! ابے تیری ماں اور میری ماں بہن بنی ہوئی تھیں۔ ابے تیری بہن کی شادی میری ماں نے ہی کرائی تھی۔ تو مارنا چاہتا ہے مجھے۔" اچھن مرزا نے کالے خاں کے سر سے گزرتے ہوئے کہا پھر بانس اکھڑ گیا اور کالے خاں نے کبوتر کی طرح اڑنے والے اچھن مرزا کو گلی کے پار دوسری چھت پر گرتے دیکھا۔ یوں جیسے اس کو غلیل میں رکھ کر پھینک دیا گیا ہو۔ چھت پر ایک شخص بدن پر تیل ملے ڈنڈ پیل رہا تھا اور اس کی گھر والی زلفیں سنوارتے ہوئے اپنے تین من اور چھ فٹ کے فولادی میاں کو بڑے پیار سے دیکھ رہی تھی۔

Urdu Books, English Books and Old pdf books download

http://www.Mypdfsite.com

کالے خاں کو اچھن مرزا ایم سی پی کے قتل میں نہ کرنے کا جو افسوس تھا' وہ چند منٹ بعد نہ رہا۔ ڈنڈ پیلنے والا اب ایک ڈنڈے سے اچھن مرزا کو ڈرم کی طرح بجا رہا تھا بس اس کے حلق سے آواز بانسری کی طرح نکل رہی تھی۔

کالے خاں پیچھے اترا اور باہر جانے لگا تو اس نے ایک زنانہ سی آواز سنی "اللہ! مجھے تو ڈرا دیا تھا آپ نے۔ یہ تو بتا دیں بارات کب لے کر آ رہے ہیں۔ آدمی کتنے ہوں گے؟"

"چار' ان کے آنے سے پہلے اللہ کو پیاری مت ہو جانا۔" کالے خاں نے کہا "مجھے بھی قبر کھودنے کے لیے کچھ وقت چاہیے۔"

بھورے ماموں نے ساری بات سن کر کہا کہ جو کچھ اچھن مرزا نے کیا' اس کے بعد شک کی کوئی گنجائش نہیں رہتی کہ وہ اس کرا ارض کا سب سے بڑا کمینہ ہے۔ ایسا نہ ہوتا تو گزشتہ روز وہ صرف ایک گھنٹے بعد بھورے ماموں سے جوتا مانگنے نہ آتا۔"

"اپنی ممانی کی بات کو ایسے ہی لیا کر جیسے لوگ ٹی وی کے خبرنامے کو لیتے ہیں۔" ماموں نے اسے تسلی دی "اب تم اتنے سیریس ہو شادی کے معاملے میں تو مجھے ہی کچھ کرنا پڑے گا۔"

"اپنے لیے تو آپ کچھ نہیں کر سکے تھے۔" کالے خاں نے جل کر کہا "مگر اب بھی موقع ہے' آپ ممانی کو بیوہ کر دیں۔ ایسی عورت کی یہی سزا ہونی چاہیے۔" وہ دونوں کیفے ڈی فٹ پاتھ پر بارہ مسالے والی چائے پی رہے تھے۔

"کل اچھا موقع ہے۔ تم عالم اشتعال میں اس کو قتل کر دیتے۔" بھورے ماموں نے کہا "اسی چھری سے۔ جس پر وہ گھاس پھونس کاٹ کر مجھے کھلاتی ہے۔ پھانسی ہرگز نہ ہوتی تم کو بھانجے مگر تم بزدل ہو۔"

"عمر قید تو ہوتی؟" کالے خاں نے برہمی سے کہا "ان سے کچھ دور اونگھنے والے نجومی نے چونک کر سر اٹھایا۔

"وہ تو اب بھی اپنی خوشی سے قبول کر رہے ہو تم۔ شادی اور کیا ہے۔" بھورے ماموں نے کہا۔

"میری شادی ایک مثالی شادی ہوگی۔" کالے خاں نے اعلان کیا۔

"یہ نجومی تصدیق کر سکتا ہے۔" بھورے ماموں نے کہا "اس کے بورڈ کو پڑھو۔ صرف سوا روپے میں گارنٹی کے ساتھ مستقبل کا حال جانیے۔ شادی' موت' روزگار اور بیماری جو چاہو مانگو۔ اس کے نیچے منجم نے احتیاطاً یہ شعر بھی لکھ دیا تھا" آگاہ اپنی موت سے کوئی بشر نہیں' سامان سو برس کا ہے پل کی خبر

نہیں۔" یہ ایسے ہی تھا جیسے ہر کتاب یا رسالے کے شروع میں واقعات اور کرداروں کے بارے میں فرضی ہونے کی وضاحت کر دی جاتی ہے اور ریسٹورنٹ والے "حقوق داخلہ محفوظ ہیں" لکھ کر لگا دیتے ہیں تاکہ اندر صرف انسان جا سکیں اور وہ بھی زندہ' یقاگی ہوش حواس اور دو ٹانگوں پر چل کر۔"

سوا روپیہ وصول کرنے کے بعد نجومی نے جو کچھ بتایا' وہ ملک کے آئندہ پنج سالہ منصوبے کی طرح دل کو خوش ضرور کرتا تھا' تیری ہونے والی بیوی چاند کا ٹکڑا ہوگی۔" نجومی بولا۔

"کون سا ٹکڑا؟ وہ جو امریکی لائے ہیں یا جو روسیوں کے پاس ہے؟" کالے خاں نے بدتمیزی سے کہا۔

"تیری بیوی کے بارہ بچے ہوں گے۔" وہ ادھر ادھر دیکھ کر بولا کہ خاندانی منصوبہ بندی والا تو کوئی نہیں سن رہا ہے؟"

"جہیز میں کتنے لائے گی اپنے ساتھ؟" کالے خاں نے بھنا کے کہا "اور ان میں میرے کتنے ہوں گے؟"

نجومی نے اس گستاخی کو بھی نظر انداز کر دیا "تیری صبح عید ہوگی اور شام شب رات۔ پانچوں گھی میں اور سر کڑھائی میں۔"

بھورے ماموں ہنسے "دیکھا بھانجے! اب تو کوئی شک نہیں رہا مطلب یہ کہ دعوتیں ہی دعوتیں۔ پلاؤ زردہ اچھا پکاتی ہوگی۔"

"یہ بتاؤ کہ شادی کب ہوگی اور کہاں ہوگی؟" کالے خاں نے کہا "لڑکی کا نام پتا مع ولدیت بتاؤ۔ عمر کیا ہوگی اور تعلیم کتنی ہوگی؟ نہیں بتا سکتے تو سوا روپیہ واپس نکالو۔"

"بتاتا ہوں' بتاتا ہوں۔" نجومی نے کہا "پڑھی لکھی وہ اتنی ہوگی کہ تمہارا وصیت نامہ پڑھ لے گی۔ ہوگی وہ کوئی پاگل کی بچی۔ ولدیت' شناختی کارڈ پر درج ہوگی۔ عمر سولہ سے ساٹھ کے درمیان ہوگی۔ شادی تمہاری تاریخ وفات سے قبل ہوگی۔" یہ غلط ہو تو آکے سوا روپیہ لے جانا۔ اب بھاگ جاؤ ورنہ سوالوں کا جواب دینے کے چار سو لیں گے۔" چونکہ وہ جسمانی طور پر اس کا اہل تھا اس لیے کالے خاں نے بھورے ماموں کو اٹھا لیا۔

"اس کی صرف ایک بات میرے دل کو لگی۔ چار سو والی۔" بھورے ماموں نے کہا "جب تم شادی کر رہے ہو بھانجے' تو اخراجات جہلم سے زیادہ ہی ہوں گے۔ کل میں نے ایک اشتہار پڑھا تھا کسی شادی دفتر کا جہاں سارا کام کمپیوٹر کرتا ہے۔ لکھا تھا کہ بڑے بوڑھوں کو در بدر پھرنے کی ضرورت نہیں۔

Urdu Books, English Books and Old pdf books download

http://www.Mypdfsite.com

ہمارا کمپیوٹر رشتے ملاتا ہے۔ چار سو روپے ہوں گے تمہارے پاس؟"

"ہیں تو نہیں لیکن بس سے چلتے ہیں' راستے میں ہو جائیں گے۔" کالے خاں نے قائل ہو کے کہا۔

بس سے اترنے کے بعد کالے خاں نے پرس میں رقم شمار کی۔ بارہ سو پچاس میں سے چار سو پچاس ماموں کو دیے اور بقیہ آٹھ سو شادی اکاؤنٹ میں جمع کرانے کے لیے رکھ لیے۔

"تم اپنے نیک دل ماموں کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کرتے بھانجے۔" بھورے ماموں نے ملامت سے سہلایا "ابھی اگر میری جگہ پولیس یا بیوی ہوتی تو سب دھروا لیتی۔ میں بھی بلیک میل کر سکتا ہوں تم کو مگر نہیں کرتا اور تم مجھے تفنئی فضئی کا پارٹنر بھی نہیں بناتے حالانکہ کل مجھے اتنی ہی مار پڑی تھی جتنی تمہیں ہمیشہ کی طرح۔"

"اپنی آمدنی اور بیوی کسی کے ساتھ بٹائی نہیں جاتی ماموں۔" کالے خاں نے فلسفیانہ نکتہ پیش کیا۔

شادی دفتر میں جو شخص تنہا بیٹھتا تھا' وہ بھی روبوٹ تھا۔ روبوٹ کی طرح بولتا تھا اور حرکت کرتا تھا۔ مسکرانا نہیں جانتا تھا اور پلک نہیں جھپکاتا تھا۔ اس نے کالے خاں سے نام کے بعد کام کا پوچھا۔

"میرا بھانجا۔" بھورے ماموں نے متانت سے کہا۔ "لوگوں کی آمدنی سے ٹیکس وصول کرتا ہے۔"

"انکم ٹیکس آفیسر" روبوٹ نے لکھا اور پھر دوسرے سوالات کے جواب بھی ٹائپ کرتا گیا۔ چند منٹ میں کالے خاں کا بھی کارڈ بن گیا۔

"لڑکی کھانا پکانے کی ماہر ہو۔"

روبوٹ نے کہا "کون سے کھانے۔ چائنیز' انڈونیشی' لاطینی یا جاپانی۔"

"آلو کا بھرتا بھرے پراٹھے' پودینے کی چٹنی' بیسنی روٹی اور آم کا اچار بنا سکتی ہو۔" کالے خاں نے کہا۔ "اور سری پائے بھی۔۔۔"

"پچاس سے ساٹھ سال کے گروپ میں ہوگی۔" روبوٹ نے کمپیوٹر سے جواب حاصل کیا "نوجوان لڑکیاں یہ سب نہیں جانتیں۔" پھر اس نے درجن بھر کارڈ نکالے جن پر درجن بھر ککنگ اسکولوں کی سند یافتہ لڑکیوں کی تفصیلات درج تھیں۔ یہ سب غیر ملکی کھانے پکا سکتی تھیں جن کے نام جدید بیماریوں کے نام سے زیادہ مشکل اور جان لیوا لگتے تھے۔ یہ اسنیک بار اور فاسٹ فوڈ کا دور تھا۔ ہاٹ ڈاگ اور ہمبرگر کا زمانہ تھا۔ کالے خاں غلط وقت پر غلط جگہ آ گیا تھا۔ کمپیوٹر نے رپورٹ دی "آپ کو

انیسویں صدی میں لوٹ جانا چاہیے یا پنڈ دادن خاں جانا چاہیے یا پھر کنوارا ہی مر جانا چاہیے۔"

اس وقت جب وہ چار سو روپے ضائع کر کے نکل رہے تھے' تقدیر نے ان کی یاوری کی۔ دفتر کے باہر بیٹھے ہوئے بوڑھے چپراسی نے انہیں روک لیا۔ وہ چوری چوری ان کی باتیں سنتا رہا تھا اور غالباً شادی کے دفتر کے اندر ایک ذیلی دفتر چلا رہا تھا۔"

"میں بتا سکتا ہوں آپ کو صحیح پتا۔ وہاں بالکل ویسی ہی لڑکی ملے گی جیسی آپ کو چاہیے۔" وہ فرشتۂ رحمت بولا۔

"تو بتاتے کیوں نہیں۔" بھورے ماموں نے کہا مگر کالے خاں نے زیادہ معاملہ فہمی کا ثبوت دیا اور اسے سو کا نوٹ تھما دیا۔

"دیسی کھانا پکانے میں طاق' عمر اٹھارہ سال اور وزن ایک سو دس پونڈ۔" چپراسی نے کہنا شروع کیا "رنگ بالکل صاف' گورا کرنے والی کریم کا کوئی خرچ نہیں۔ سلیقہ مند' خدمت گزار' باپ کی ڈرائی کلیننگ فیکٹری' ذاتی سواری اور مکان۔" وہ کوئی دس منٹ تک بلا تکان بولتا رہا اور کالے خاں کو یقین دلانے میں کامیاب ہو گیا کہ بالآخر اسے مثالی بیوی مل جائے گی۔ اس بات کا بھی کوئی اندیشہ نہ تھا کہ کالے خاں کو مسترد کر دیا جائے گا۔ "سو روپے میں یہ ضمانت۔ واقعی اللہ بڑا کارساز ہے۔"

پتا تلاش کرنے میں ان کو تھوڑی سی دشواری ہوئی۔ بھورے ماموں مکانوں کے نمبر پڑھتے پڑھتے ایک گٹر میں اتر گئے مگر وہ خشک تھا۔ چنانچہ کالے خاں نے ان کو صحیح و سالم نکال لیا۔ ایک بار گلی کسی کے صحن میں جا کر ختم ہوئی اور ان کی خواتین کی چیخ پکار سے پہلے واپسی کی دوڑ لگانا پڑتی۔ وہ انہی گلیوں سے بار بار گزرے۔ انہیں فرق کا پتا بھی نہ چلتا۔ اگر ایک ہی فقیر ہر بار ان سے زبردستی ایک روپیہ وصول کرنے کے لیے بھورے ماموں کے پاؤں کو اپنے ہاتھوں کے آہنی شکنجے میں نہ کس لیتا۔ کالے خاں کا خیال تھا کہ وہ پتا فرضی ہے اور بالآخر انہی بھول بھلیوں میں پھرتے پھرتے وہ گھس جائیں گے۔ ان کی جیب میں جو کچھ ہے' وہ بھورے ماموں کی ٹانگ پکڑنے والا فقیر لے لے گا لیکن وہ جو علامہ مرحوم نے فرمایا تھا کہ مل ہی جائے گی کبھی منزل لیلائے اقبال۔ وہ کبھی نہ ہوگا مگر عین اسی وقت بھورے ماموں نے ڈرائی کلیننگ فیکٹری دیکھ لی۔ ذاتی سواری بھی باہر ہی موجود تھی۔ گھاس چرتے چرتے اس نے دولتی جھاڑی اور کالے خاں کو ممتا بھری نظروں سے دیکھا۔ ذاتی مکان کی حالت ایسی ہو رہی تھی جیسے اسے نیشنلائز کر لیا گیا ہے۔ کالے خاں ڈرا کہ شادی تو دور کی بات ہے کہیں نامہ و پیام کے دوران ہی چھت نہ گر جائے۔

Urdu Books, English Books and Old pdf books download

http://www.Mypdfsite.com

"اب یہاں تک آگئے ہیں بھانجے! تو لڑکی بھی دیکھ ہی لیں۔" بھورے ماموں نے حوصلہ افزا لہجے میں کہا "اصل چیز شرافت ہوتی ہے۔ دھوبی ہونا کوئی جرم نہیں۔ خصوصاً جب داماد کا پیشہ... تمہارے پیشے کی طرح ہو۔"

"پیشہ کوئی برا نہیں ہوتا ماموں۔" کالے خاں نے فوراً اتفاق کیا "گدھا بھی بری سواری نہیں ہوتا۔"

"یہ تو کسی بھی چیز کا غلط استعمال ہے جو اسے برا بنا دیتی ہے۔" بھورے ماموں نے فلسفیانہ انداز میں کہا "مثلاً ایٹمی توانائی کو ہی دیکھ لو۔ یا وہ چھری جس سے تمہاری ممانی الابلا کاٹتی ہے' اگر اسی سے میں گلا کاٹ دوں تمہاری ممانی کا... مطلب یہ کہ گدھے پر بھی جب کسی کو منہ کالا کرکے اور لگام کی جگہ ہاتھ میں دم تھما کے بٹھا دیا جاتا ہے تو یہ بری سواری ہو جاتی ہے۔ ورنہ آدھے ہارس پاور کی سواری ہے یہ جسے ننھی سی سی کی موٹر سائیکل۔ اس میں بھی پیٹرول تو پڑتا ہے۔ گدھے میں پیٹرول نہیں ڈالنا پڑتا۔" کالے خاں نے کہا۔

ہانک لگانے پر جو شخص برآمد ہوا' وہ ٹیلی فون کے کھمبے کی طرح تھا جس کے اوپر مونچھیں لگا دی گئی تھیں۔ بھورے ماموں نے بتایا کہ وہ کس نیت اور کس ارادے سے آئے ہیں۔

"یہ میرا بھانجا ہے۔ ظاہر ہے اس کی خاندانی شرافت شیشے سے بالاتر ہے۔" بھورے ماموں نے کہا "اس کا رشتہ چاہیے۔"

"منی کے ابا نے بھیجا ہوگا تم کو۔" کھمبا بولا "وہی بھیجتا ہے ایسے نمونے۔ خیر' اندر آجاؤ۔" وہ اس کے پیچھے ایک کمرے میں پہنچے جس میں چار کرسیاں تھیں اور ایک بیڈ۔" ہر طرف کشیدہ کاری کے نمونے منی کے ہاتھ کی صفائی کا ثبوت پیش کر رہے تھے۔ ایک تکیے پر "کل نفس ذائقۃ الموت" کاڑھا گیا تھا تاکہ آنے والا عبرت پکڑ کر سوئے۔ دوسرے تکیے پر انگریزی میں گڈ بائے کاڑھا گیا تھا۔ دونوں کا مطلب ایک ہی نکلتا تھا۔ لمبا پتلا مونچھوں والا شخص اندر غائب ہو گیا تھا اور "انتظار فرمائیے" کا وقفہ خاصا پراسرار ہو گیا تھا۔ کالے خاں نے دبے الفاظ میں اپنے خدشات کا اظہار کیا کہ کہیں منی کے ابا کا مقصد شادی سے پہلے ڈرائی کلیننگ کے لیے مفت کے اسسٹنٹ کا حصول نہ ہو اور یہ نہ ہو کہ ہنی مون ذاتی سواری پر دھوبی گھاٹ کی سیر کرتے گزر جائے لیکن بھورے ماموں نے کہا کہ دھوبی کے داماد' کتے نہیں جو گھریا گھاٹ کا نہ ہو تو مارا جاتا ہے۔

"رخصتی کے بعد منی تمہارے گھر کو جنت بنا دے گی۔" بھورے ماموں نے پیش گوئی کی۔

"اس کے ابا نے کپڑوں کی بھٹی دے دی جہیز میں تو گھر جہنم کا نمونہ بن جائے گا۔" کالے خاں نے اندر سے آنے والی گرما گرم ہوا کو سونگھ کر کہا جس میں ہر جسم کے پسینے اور غلاظت' صابن اور سوڈے کی ہولناک مہک تھی۔ اسی وقت ایک بچہ کالے خاں کے پاس آبیٹھا اور نہایت بدتمیزی سے گھورنے لگا۔

"جاؤ منے! تم باہر کھیلو۔" کالے خاں نے شفقت سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا۔

"میں بڑا بھائی ہوں منی کا۔" وہ بگڑ کے بولا "کالج میں پڑھتا ہوں۔ تعلیم کتنی ہے تمہاری؟"

کالے خاں دم بخود رہ گیا۔ بڑا بھائی پوتے چارفٹ کا تھا تو چھوٹی بہن کتنی ہوگی۔ اس کے مشکل سوال کا جواب ماموں نے صفائی سے گول کر دیا لیکن وہ آیا ہی کالے خاں کا انٹرویو لینے کے لیے تھا۔

"رشتہ مانگنے کے لیے دربدر پھرنے کے علاوہ کیا کام کرتے ہو؟" اس نے نہایت گستاخی سے سوال کیا۔

"میرا بھانجا انکم ٹیکس وصول کرتا ہے۔" بھورے ماموں نے بڑی چالاکی سے جواب دیا "رشتہ مانگنے کے لیے تو آدھا شہر اس کے پیچھے پھرتا ہے۔"

"باقی آدھا شہر ہماری منی کا رشتہ مانگنے کے لیے پھرتا ہے۔" اس نے ڈھٹائی سے کہا "آمدنی کتنی ہے؟"

"یہ حساب کا نہیں الجبرے کا سوال ہے۔" بھورے ماموں نے کہا "اس کا جواب کبھی پانچ سو آتا ہے تو کبھی صرف پانچ' دونوں غلط اور درست ہوتے ہیں۔ کیا سمجھے؟"

"سب سمجھتا ہوں۔" وہ نہایت مشکوک لہجے میں بولا "اور مجھے ایسا لگتا ہے کہ میں نے تم کو پہلے بھی کہیں دیکھا ہے۔"

کالے خاں کے کان کھڑے ہوئے۔ اس سے پہلے کہ وہ خود بھورے ماموں کا ہاتھ پکڑ کے کھڑا ہو جاتا' وہ اندر چلا گیا۔

"مسالا بہت خطرناک ہے۔" کالے خاں نے کہا۔

"ہاں مگر پورٹیبل بھی تو ہے۔" بھورے ماموں نے کہا "جب چاہو کک مار کے کھڑکی سے باہر پھینک دو۔"

"یہ کیسے معلوم ہوگا ماموں کہ منی کھانا اچھا پکاتی ہے؟" کالے خاں نے تشویش سے کہا۔

"بس کھانا آتا ہی ہوگا' وقت تو ہو گیا ہے۔" بھورے ماموں نے بشاشت سے کہا "بھوک بھی بڑے زور کی لگ رہی ہے۔"

Urdu Books, English Books and Old pdf books download

http://www.Mypdfsite.com

سالے کی جگہ ایک بچی اندر آ بیٹھی تھی چنانچہ ماموں نے بھانجے کو خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔

"دیکھو بیٹی! ذرا اپنے ابا..... میرا مطلب ہے منی کے ابا کو بلا دو۔" بھورے ماموں نے بہت محتاط ہو کے کہا۔

بچی نے جھیے ہوئے ریکارڈ کی طرح بجنا شروع کیا "ارے بھیا! یہ کیسا باؤلا لڑکا ہے۔ ہم منی کی ماں ہیں اور یہ ہم کو کہتا ہے بیٹی۔ ہماری منی کا رشتہ مانگنے آیا ہے اور منی کے ابا کو میرا ابا کہتا ہے۔"

"رشتہ کالے خاں کا ہے باجی۔" ٹیلی فون کے کھمبے نے فوراً نمودار ہو کے غلط فہمی رفع دفع کر دی "بھورے خاں اس کا ماما ہے۔ لڑکے کا باپ تھا لال خاں۔"

"سب کالے کوؤں کا خاندان ہے۔ لال 'نیلا پیلا' نام رکھنے سے کیا ہوتا ہے۔"

"لاحول ولا قوۃ۔ چلو بھانجے۔" بھورے ماموں اٹھ کھڑے ہوئے "ہم کھانا کھانے ..... میرا مطلب ہے رشتہ مانگنے آئے تھے۔"

"اس خبیث چپراسی نے ہمیں اس سرکس میں بھیج دیا جہاں کوئی تین فٹ کا ہے اور کوئی سات فٹ کا۔" کالے خاں بولا۔

"سنا بھیا۔" منی کی ماں چلانے لگی "یہ لم ڈھینگ کیا بولتا ہے تمہارے جی جا جی کو؟"

"بڑا منا ہے پونے چار فٹ کا تو منی ہوگی پونے تین فٹ کی۔ میں کیا اس کے ساتھ اسٹول اٹھائے پھروں گا۔" کالے خاں بولا۔

"منی کے منے سے 'ابا نے تو کہا تھا کہ اس کا وزن ایک سو دس پونڈ ہے۔" بھورے ماموں نے ہمت کر کے کہا۔

"ارے تو کیا جھوٹ کہا تھا۔ ترازو لائے ہو تو خود تول کے دیکھ لو۔" مونچھوں والے کھمبے نے کہا "یقین نہیں آتا تو اپنی آنکھوں سے دیکھ لو۔ ارے منی!" اس نے اندر کی طرف منہ کر کے ہانک لگائی "ادھر آ ذرا۔"

جب منی لڑھکتی ہوئی کمرے میں داخل ہوئی تو کالے خاں پر پھر سکتہ طاری ہو گیا۔ منی کے ابا نے کوئی غلط بیانی نہیں کی تھی۔ اگر منی میں سب وہ خوبیاں تھیں جو کالے خاں چاہتا تھا تو قدرت نے دریا کو کوزے میں بند کر دیا تھا۔ خوبیوں کے اس مثالی مجموعے کی لمبائی چوڑائی اور گولائی برابر تھی اور تین فٹ قطر کی اس فٹ بال کا وزن ایک سو دو پونڈ ہو سکتا تھا۔ غلطی خود انہوں نے کی تھی کہ وزن کے ساتھ قد نہیں پوچھا تھا۔

"ماشاء اللہ! بالکل منی پیکٹ ہے اور وزن بھی پورا ہی ہوگا۔" بھورے ماموں نے کہا "مگر اس کے لیے کالے خاں کو کچھ چھوٹا کرنا پڑے گا۔" ان کے اشارے پر کالے خاں نے دروازے کی طرف کھسکنا شروع کر دیا "آپ بھی منی کو کچھ اور اونچا کرنے کا ٹھیکہ دے دیں۔ بڑے اچھے باڈی میکر ہیں گارڈن روڈ کے۔"

وہ دروازے تک ہی پہنچے تھے کہ منی کا بڑا بھائی نمودار ہوا "ٹھہرو! یہ شادی نہیں ہو سکتی۔" اس نے ولن کی طرح چیخ کر کہا "یہ تو وہی جیب کترا ہے جس نے میری جیب سے بٹوا نکال لیا تھا اور مجھے دھکا دے کر بھاگ گیا تھا۔"

کالے خاں نے اسے پھر دھکا دیا پھر وہ بھاگے اور دروازے سے یوں نکل گئے جیسے رپورٹ درج کرانے کے لیے جانے والے 'تھانے سے نکلتے ہیں۔ سوچے سمجھے بغیر وہ مخالف سمتوں میں دوڑے اور گھنٹا بھر انہی گلیوں میں دوڑتے پھرے جو جلیبی سے زیادہ سیدھی تھیں۔ بالآخر ان کی ملاقات خطرے کی حدود سے باہر ہوئی تو بھورے ماموں نے ہانپتے ہوئے اسے بتایا کہ تین بار وہ اسی فقیر کے سامنے سے گزرے تھے جو ایک روپیہ لیے بغیر ٹانگ نہیں چھوڑتا تھا۔ کالے خاں..... نے کہا کہ وہ خود بھی دو بار منی کے دروازے پر جا پہنچا اور زندگی تھی کہ بچ کر نکل آیا۔

کالے خاں کو اب مرضی کے مطابق ایک بیوی ملنے کی اتنی امید بھی نہیں تھی جتنی پاکستان کی ہاکی ٹیم کو اولمپک ورلڈ کپ میں جیتنے کی۔ "وہ اچھا وقت تھا ماموں جب آپ کو ممانی نے قبول کر لیا تھا۔" اس نے خاصے ملال سے کہا "اور اب تک پال رہی ہیں۔"

"وہ دوسری جنگ عظیم کا زمانہ تھا بھانجے۔ ہر چیز بلیک میں ملتی تھی۔ مثلاً تمہاری ممانی بلیک آؤٹ میں ملی تھی۔" بھورے ماموں نے کہا "اسے اچھا وقت کیسے کہا جا سکتا ہے۔ اچھا وقت تو یہ ہے کہ بلیک منی ہو تو آدھا سیاہ و سفید کا مالک ہوتا ہے۔ بیوی امپورٹ بھی کر سکتا ہے اور ایکسپورٹ بھی۔ جبوتی یا زمبابوے میں تمہاری ممانی بھی بیوٹی کوئین منتخب ہو سکتی ہے۔"

"وہاں تو آپ بھی کسی آدم خور قبیلے کے سردار منتخب ہو سکتے ہیں۔" کالے خاں نے جھلا کر کہا "مسئلہ تو میرا ہے۔ ایک وصولی مجھے اپنی تین فٹ کی بیٹی کے لیے منتخب نہیں کرتا تو پھر میرے جینے کا کیا فائدہ ہے؟"

"مایوسی گناہ ہے کالے خاں۔" بھورے ماموں نے کہا "آخر ہر جمعہ کی صبح ٹی وی کی نشریات دیکھنے والے بھی تو اسی امید پر زندہ ہیں کہ ایک نہ ایک دن اس میں کوئی پروگرام ضرور پیش کیا جائے گا۔ جو

Urdu Books, English Books and Old pdf books download

http://www.Mypdfsite.com

بیوی تمہارے مقدر میں ہے' کسی اور کو نہیں مل سکتی مگر موت سے پہلے سب کے لیے عقد کا ایک دن معین ہے۔"

اگرچہ خود کشی پر کمربستہ کالے خاں کو یقین تھا کہ وہ دن ننانوے سال کی عمر میں آیا تو ہو گا یہ کہ ادھر دروازے سے نکاح خواں باہر جائے گا اور ادھر عزرائیل آجائے گا اور جو باراتی ہوں گے' وہی بیگار میں پکڑے جائیں گے کہ آخری رسومات میں بھی شریک ہوں لیکن اچانک ایک معجزہ رونما ہوا۔ تیسرے دن اسے ممانی نے طلب کر لیا۔

"کالے خاں! آج میں بازار گئی تھی۔" انہوں نے مسکرا کے بشاشت سے کہا "جیب کٹ گئی میری اور ہزار نکل گئے۔"

کالے خاں دم بہ خود رہ گیا۔ ایک تو ممانی کا مسکرانا ہی تاریخی تھا پھر جیب کٹنے کی اطلاع وہ یوں دے رہی تھیں جیسے انہوں نے جیب کاٹ لی ہو اور وہ بھی کسی تھانے دار کی ورنہ اس میں خوش ہونے کی کوئی بات نہ تھی۔ کالے خاں تشویش میں مبتلا ہو گیا کہ کہیں بھورے ماموں نے ان کو کچھ کھلا نہ دیا ہو۔ "پھر کیا ہوا ممانی؟"

"ہونا کیا تھا' میں نے اس کو بس سے اترتے ہی پکڑ لیا۔ گھر تک اس کے پیچھے گئی۔" ممانی نے کہا "بڑے اچھے لوگ ہیں۔ مجھے تو گھر بھی پسند آیا۔ تو بیٹھ اور چائے پی' میں بتاتی ہوں تجھے۔"

"چائے؟ آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے نا؟" کالے خاں نے بڑی مشکل سے کہا "بہت بہکی بہکی باتیں کر رہی ہیں۔ آپ نے اسے پکڑ کر پولیس کے حوالے نہیں کیا۔ ایک ہزار تو وصول کر لیے ہوں گے آپ نے؟"

"ارے نہیں باؤلے' مجھے تیرا خیال آگیا۔" ممانی نے کہا "پتا تو مجھے فوراً چل گیا تھا مگر میں نے دیکھا' تو مجھے لڑکی پسند آگئی اور میں نے سوچا کہ برے کو اس کے گھر تک پہنچنا چاہیے ورنہ پولیس کیا' میں خود اتنے جوتے مارتی کہ ہزار کے دو ہزار لے لیتی۔"

"آپ کا مطلب ہے وہ جیب کترن... کوئی لڑکی تھی؟" کالے خاں نے تھوک نگل کر کہا۔

"ہاں بھئی' خوش قسمت ہے تو۔" ممانی نے کہا "لوگ تو اپنے خاندان کی یا شہر کی یا اپنی ذات کی اور اپنے مزاج کی تلاش کرتے پھرتے ہیں۔ تجھے اپنے پیشے کی بھی مل گئی۔"

"لیکن ممانی! شادی کے لیے تو عادات واطوار' شکل وصورت دیکھی جاتی ہے۔" کالے خاں کے حلق سے مردہ سی آواز نکلی۔

"سب کچھ تیری پسند کے عین مطابق ہے۔" ممانی نے کہا "میں تو اس کے پیچھے پیچھے گھر میں داخل ہو گئی تھی۔ اندر جاتے ہی پکڑ لیا میں نے کہ خبردار جو آواز نکالی۔ میں اس کی بیوی ہوں جو خود جیب کترے کا ماما ہے۔ وہ سمجھی میں کسی تھانے دار کی بیوی ہوں۔ فوراً مان گئی اور ہاتھ جوڑنے لگی کہ معاف کر دیں پھر اس کی ماں آگئی اور رونے دھونے لگی کہ ہم عزت دار کہلاتے ہیں۔ میں نے تو شادی کے بعد بھی بہت سمجھایا تھا مگر اس کا باپ کہتا ہے کہ روم میں وہی کرنا چاہیے جو رومن کرتے ہیں۔ معلوم نہیں اس بات کا کیا مطلب ہے لیکن وہ تنگ آجائے تو طعنہ دیتا ہے کہ تمہارے باپ کے پڑھائے ہوئے ڈپٹی کمشنر اور ایس پی ہو گئے مگر وہ خود جھگی سے بھی پھینکا گیا اور فاقوں سے مرا۔ وہ زندگی اچھی تھی یا یہ ہے' تو میں چپ ہو جاتی ہوں۔ اب اولاد اور کیا کرے گی۔"

"تمہارا مطلب ہے وہ سارا خاندان؟" کالے خاں نے بے یقینی سے کہا۔

"ارے ہاں' خاندانی جیب کترے ہیں۔ جدی پشتی۔" ممانی نے کہا "لڑکی کا ایک ماموں اور ایک چچا اس وقت بھی اندر ہیں۔ میں نے سوچا تیرا تو مقدر سنور جائے گا ایسے گھر میں' میں نے فوراً بات کر لی اور اب تجھے چلنا ہے میرے ساتھ۔ وہ دیکھیں گے تجھے۔"

"میں ہرگز نہیں جاؤں گا۔" کالے خاں نے سر پکڑ کر کہا "غضب خدا کا! جیب کتروں کے خاندان میں کون سی اچھائی نظر آگئی آپ کو۔ آپ چاہتی ہیں میری اولاد بھی ایسی ہی ہو۔ یہ اچھا رشتہ ہے۔"

"آدمی اپنے جیسوں میں اچھا رہتا ہے اور تو خود ہی تو کہتا ہے کہ پیشہ کوئی برا نہیں ہوتا۔ مجھے سمجھاتا ہے کہ یہاں تجھ سے بڑے چور ڈاکو تو اوپر بیٹھے ہیں۔" ممانی نے بگڑ کر کہا "اور تجھے کیا کسی وزیر کی بیٹی ملے گی؟"

"وہ بھی مل سکتی ہے ممانی۔ بس سال بھر دل لگا کے کام کر لوں تو..."

"کون سا کام۔ یہی جیب کاٹنے کا؟" ممانی نے اس کی بات کاٹ دی "میں کہتی ہوں' پہلے دیکھ تو لے اس گھر کو اور لڑکی کو۔ ہمارے اس گھر سے لاکھ درجے بہتر ہے۔ کیا صوفے اور قالین۔ رہتے کرائے کی کوٹھی میں ہیں مگر وہ بھی ڈھائی ہزار روپے مہینہ کرائے کی ہوتی ہے۔ کبھی گلشن میں' کبھی سوسائٹی میں۔ مجھے تو انہوں نے کھانے پر روک لیا اور کیا بتاؤں لڑکی نے ذرا سی دیر میں کیا کچھ تیار کر لیا۔ ایسی مزے مزے کی چیزیں تھیں۔ میرا تو خیال ہے دیکھے بغیر ہی انہوں نے تجھے پسند کر لیا ہے۔ اسی لیے میری اتنی خاطر مدارات کی۔"

"آپ نے ضرور بتا دیا ہو گا کہ میں کیا کرتا ہوں۔" کالے خاں نے تقریباً رو کر کہا۔

Urdu Books, English Books and Old pdf books download

http://www.Mypdfsite.com

"اور کیا نہ بتاتی۔ اس کے بغیر وہ بات ہی کہاں کرتے۔" ممانی نے کہا "خالی شرافت اور عزت لے کر جائے کوئی تو بے عزت ہو کے لوٹے گا۔ وہ تیرے بارے میں پوچھتے رہے۔ کتنا کما کر لاتا ہے' کبھی پکڑا گیا؟ فن کی قدر کرنے والے لوگ ہیں' اسی لیے قائل ہو گئے۔"

"لیکن ممانی! شادی کرنا تھی مجھے گھر کے سکھ آرام کے لیے اس لیے کہ میں اب اور بازار کا پکا ہوا نہیں کھا سکتا۔ مجھے شریکِ حیات کی ضرورت تھی' بزنس پارٹنر کی نہیں۔ مجھے آمدنی نہیں بڑھانی تھی' گھر آباد کرنا تھا۔" کالے خاں نے چلا کر کہا۔

"ارے تو گھر آباد ہو جائے گا اور وہ گھر سنبھال بھی لے گی۔ جب تو کما کے لائے گا تو وہ کیوں جائے گی باہر؟" ممانی نے کہا "تو روک دینا اسے۔ وہ ایسا سکھ دے گی گھر کا کہ ساری عمر ممانی کو دعائیں دے گا۔ تیرے ماموں کے ساتھ شام کو سب کی دعوت ہے۔"

"ممانی! کل کو اس کا باپ اور ماما چاچا مل کر پوری بارات کی جیب کاٹ لیں گے۔" کالے خاں نے آخری کوشش کی "اور جو ولیمے میں جائے گا' پیدل گھر آئے گا۔ بس کا کرایہ تک نہیں چھوڑے گی وہ فیملی کسی کے پاس پھر آ جائے گا تمہارا تھانے دار بھائی' سب کو پکڑنے اور تم ہی میری سسرال جیل میں بٹواؤ گی۔ زندگی یوں گزرے گی کہ کبھی وہ زنانہ جیل میں تو کبھی میں مردانہ جیل میں۔ حکومت گھر کو ہی سب جیل قرار دے دے گی بالآخر۔"

لیکن ممانی جب رشتے کی بات کر آئی تھیں تو کالے خاں کی بات کیسے چل سکتی تھی۔ پہنچی وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا۔ اسے اپنے مقدر پر ہنسی بھی آئی اور رونا بھی آیا۔ وہ علمِ بغاوت بلند کر دیتا' اگر اسے ممانی نے قائل نہ کیا ہوتا تو لڑکی خود اچھی ہے اور امورِ خانہ داری و کھانے پکانے میں ماہر ہے۔ رہا اس کا شوق تو کالے خاں شادی کے بعد اس کو شٹل کوک برقع پہنا سکتا ہے اور وہ باہر نکلنے کا نام بھی لے تو اس کی ٹانگیں توڑ کر وہیل چیئر پر بٹھا سکتا ہے اور وہیل چیئر کے ساتھ وہ باہر نکلے تو وہیل چیئر توڑ کر اسے فرش پر بٹھا سکتا ہے اور پھر فرش توڑ کر اسے لمبا لٹا سکتا ہے مگر بیوی کی ٹانگیں وہیل چیئر یا فرش توڑنے میں مالی نقصان ہے' وہ رشتہ توڑ سکتا ہے۔

بڑے گھر یا ان کے گھر سے یہ گھر واقعی اچھا تھا اور ظاہری طور پر وہ اپنے آس پاس رہنے والوں سے کم عزت دار شمار نہ ہوتے تھے۔ ان کے حسن اخلاق اور شریفانہ رویے نے بھی کالے خاں کو متاثر کیا۔ کالے خاں کو اس برد کھوے کی رسمی کارروائی کے لیے ممانی نے بڑی محبت سے تیار کیا تھا اور اس کو اپنے ابا کی شادی والی شیروانی خود استری کر کے دی تھی۔ اس میں سے کافور کی خوشبو آتی تھی اور کالے خاں کو

محسوس ہوتا تھا کہ ممانی کے ابا کی روح اس کے ذہن پر قابض ہو گئی ہے۔ شیروانی بغلوں میں سے تنگ تھی۔ چنانچہ کالے خاں کو انگڑائی لینے یا ہاتھ اٹھا کر سلام کرنے سے منع کیا تھا کہ کہیں باقی ٹانکے بھی اکھڑ گئے تو وہ بغلیں جھانکتے نظر آئے گا۔ اس کے بٹن بھی کالے خاں کو دیا کے بند کیے گئے تھے اور اسے قہقہہ یا چھینک مارنے اور آہ بھرنے کی اجازت بھی نہیں تھی۔ لے سانس بھی آہستہ کہ نازک ہے بہت کام۔ کالے خاں دم سادھے سیدھا بیٹھا رہا۔ اس نے گھبراہٹ میں شیو کی تھی چنانچہ اس کی ایک مونچھ کا گراف اوپر کی طرف جا رہا تھا اور دوسری تقریباً غائب ہو گئی تھی۔ جوتے اسے اچھن مرزا نے فراہم نہیں کیے تھے چنانچہ بھورے ماموں نے اسی خدا ترس موچی سے تین روپے کرائے پر حاصل کیے تھے۔ انیسویں صدی کی شیروانی اور بیسویں صدی کے جوتوں میں کالے خاں وہ کوالگ رہا تھا جو خس کی چال چلنے پر مجبور ہو جائے۔

پہلا ذہنی صدمہ کالے خاں کو اپنی ساس کی ناک دیکھ کر ہوا۔ وہ محض علامتی ناک تھی جو کٹ ہی نہیں سکتی تھی "بھورے ماموں!" کالے خاں نے چپکے سے کہا "کیا ساس کی ناک نہیں ہوتی؟"

"پہلے تو ہوتی تھی بھانجے! میری ساس کی ناک تو خوفناک تھی۔" بھورے ماموں نے کہا۔

"اور ان کے چہرے زرد کیوں پڑ گئے ہیں مجھے دیکھ کر؟" کالے خاں نے کہا۔

"غالباً تمہیں یرقان ہو گیا ہے یا ہونے والا ہے۔" بھورے ماموں نے کہا "یرقان میں آدمی کو سب زرد نظر آتا ہے۔"

"مجھے تشویش ہو رہی ہے ماموں!" کالے خاں بولا "میری ساس کا چہرہ اتنا چپٹا کیوں ہے۔ کیا وہ بھی ایسی ہی ہو گی؟"

"چودھویں کا چاند بھی تو چپٹا ہوتا ہے کالے خاں۔ چوکور ہوتا تو کیا فرق پڑتا؟" بھورے ماموں نے پھر اسے غیر اطمینان بخش جواب دے کر چپ کرانے کی کوشش کی۔ لڑکی کے باپ کے چہرے پر بڑا نور تھا اور وہ سفید کرتے پاجامے اور ٹوپی کے ساتھ سفید داڑھی بھی پہنے ہوئے تھا۔ کالے خاں کا دل عقیدت کے جذبات سے بھر گیا۔ یقیناً یہ نیک سیرت اور فرشتہ صورت شخص جیب کاٹتا ہو گا تو کسی نیک کام کے لیے مثلاً فیض کے اسباب کے لیے۔ آخر وہ بھی تو ہیں جو اسمگلنگ اور منشیات کی آمدنی میں سے خیرات دیتے ہیں اور حج کرتے ہیں۔ اس نے ایک شخص کو نیاز کی دیگ ایک بزرگ کے مزار پر غربا میں تقسیم کرتے دیکھا تھا تاکہ دیگ سے آنے والے سامان سے بھری لانچ خیریت کے ساتھ پہنچ جائے۔

"ممانی! کیا یہ ... میرا مطلب ہے لڑکی کی ماں میڈان جاپان ہے؟" کالے خاں نے موقع پا کے

Urdu Books, English Books and Old pdf books download

http://www.Mypdfsite.com

KHAN BOOKS
STATIONARY AND LIBRARY
F/B504 NISHTAR ROAD BHABRA BAZAR
RAWALPINDI PH:5556532
PROP.ALI KHAN

سوال کیا۔

"بھائی صاحب نے تھائی لینڈ میں شادی کی تھی۔" ممانی نے زور سے کہا۔

"ہاں جی' دوسری جنگ عظیم میں مجھے جاپانیوں نے قید کرلیا تھا۔" لڑکی کا باپ بولا "پھر انہوں نے کرلیا۔" وہ اپنی بیوی کی طرف دیکھ کر بولا "میں بیس سال تھائی لینڈ میں رہا۔"

"وہاں بھی آپ یہی ..... میرا مطلب ہے کیا کام کرتے تھے۔" بھورے ماموں نے کالے خاں کے دل کی بات کہی۔

"نہیں جی' یہاں تو میں ایک نوٹ دیکھ کر آگیا تھا۔" وہ بولا "نیا نوٹ تھا۔"

"مگر ایک نوٹ' صرف ایک نوٹ دیکھ کر۔" بھورے ماموں نے گڑبڑا کے کہا۔

"ہاں جی' اس کی عبارت نے دھوکا دیا مجھے۔ اس پر لکھا تھا کہ حصول رزق حلال عین عبادت ہے۔" وہ بولا "یہاں آکے معلوم ہوا کہ ایسی عبارات تو ہر چوراہے پر بڑے بڑے سائن بورڈ لگا کر لکھی گئی ہیں۔ ریڈیو پر بولی جاتی ہیں اور ٹی وی پر دکھائی جاتی ہیں مگر کرتے سب وہی ہیں جو میں اب کرتا ہوں۔" کالے خاں فوراً قائل ہوگیا کیونکہ اس کا اپنا عقیدہ بھی یہی تھا۔

کالے خاں پوچھنا ہی چاہتا تھا کہ آپ کے گھر میں کون سی زبان سمجھی اور بولی جاتی ہے۔ بیس سال کے ذکر نے اسے پریشانی میں مبتلا کردیا تھا کہ کہیں اس کی ہونے والی منکوحہ اردو سے نابلد ہوئی تو ان دونوں کی ہر شام ٹی وی کے سامنے بیٹھ کر گونگوں بہروں کی زبان سیکھنا پڑے گی اور اشاروں کی زبان کیا ہے۔ غلط اشارہ ہوگیا تو مطلب غلط۔ اس نے کہا۔ بھورے ماموں اور وہ اٹھالائی براؤن جوتے۔ اس کے خیالات کا انتشار کھانا لگ جانے سے ختم ہوا۔ ممانی نے سب کچھ غلط سمجھ کے غلط کہا ہو۔ کالے خاں کی دشمنی میں اسے پھنسانے کے لیے کہا ہو یا اپنے شوہر کو ایک جیب کترے کی صحبت سے بچانے کے لیے کہا ہو۔ ایک بات غلط نہیں کہی تھی۔ لڑکی کھانا پکانے میں واقعی لاجواب تھی۔ ایسا ذائقہ کالے خاں کو کسی دعوتِ ولیمہ یا چہلم کے کھانے میں بھی آج تک محسوس نہیں ہوا تھا۔ کسی ہوٹل کے کھانے میں بھی یہ مزہ نہیں تھا جہاں مغلوں کے شاہی دسترخوان سے چینی کھانوں تک سب کچھ دستیاب تھا۔ خصوصاً پلاؤ کا ذائقہ سب سے نرالا تھا اور قورمے کا گوشت بہت لذیذ تھا۔ یہ بات شبے سے بالا تھی کہ کھانا بازار کا ہو۔ بازار میں ایسا کھانا مل ہی نہیں سکتا تھا۔ یہ بھی مشکل تھا کہ سب کچھ ماں نے کیا ہو۔ وہ تمام وقت سامنے بیٹھی رہی تھی اور اندر صرف وہی لڑکی تھی جس نے بالآخر ضرورت رشتہ پوری کردی تھی اور وہ باورچی خانے کی طرف سے تھنے بگھارنے کا شور' مختلف قسم کی ہاضم خوشبوؤں کے ساتھ

ارسال کرتی رہی تھی۔

گڑبڑ اس وقت ہوئی جب بھورے ماموں نے تازہ اخبار اٹھا کے ایک خبر پر تبصرہ شروع کیا جس میں برطانوی شہریوں نے تھائی لینڈ میں کتے کھانے والوں کی اکثریت سے احتجاج کیا تھا۔ "اب انگریز قوم کا یہی تو ایک دوست رہ گیا ہے۔" بھورے ماموں نے کہا "ورنہ ایک جانور ایک دوسرے جانور کو کھائے تو احتجاج کی کیا بات ہے؟"

کالے خاں کے ہونے والے سسر نے اتفاق کیا۔ "ہر ملک کے رہنے والوں کو حق ہے کہ ملک میں جو پیدا ہوتا ہو' وہ کھائیں۔ ان کا دل چاہے تو درخت اور پہاڑ کھا جائیں' گھاس چر جائیں۔"

"ہر ملک میں سمندر' ہوا یا زمین کی کوئی نہ کوئی مخلوق کھائی جاتی ہے۔ کچھوے سے اژدھے تک اور چیونٹی سے ہاتھی تک۔"

تقریباً اسی وقت کالے خاں کے پاس ایک ٹیپ ریکارڈر بچہ آبیٹھا اور اس نے اپنے انکشافات سے کالے خاں کی عقل خبط کردی۔ مثلاً اس نے انکشاف کیا۔

"ہمارے پاس سات کتے تھے۔ آج چھ رہ گئے۔"

"اچھا! اتنے کتوں کا کیا کرتے ہو تم لوگ؟" کالے خاں نے حیرانی سے کہا "کتا تو کاٹ بھی لیتا ہے۔"

بچہ بہت ہنسا "کتا کاٹ لیتا ہے آدمی کو؟ آدمی کاٹ لیتا ہے کتے کو۔"

"وہ تو خبر بن جاتی ہے۔" کالے خاں نے کہا۔

"لیکن اخبار میں تو کبھی خبر نہیں آئی۔ کل بھی نہیں آئے گی۔" بچے نے یقین سے کہا۔

"کل کیا مطلب؟" کالے خاں نے احمقوں کی طرح کہا۔

"بھئی ہمارے چھ کتے رہ گئے ہیں نا۔ ایک کو آج ہم نے کاٹ لیا۔" بچہ بولا "اخبار میں یہ کیوں آئے گی۔"

"اور جو کل تم نے کاٹا تھا اس کا کیا ہوا؟" کالے خاں نے سانس روک کر کہا۔

"پلاؤ پکا لیا تھا۔ قورمہ بنایا تھا' آپ نے بھی تو کھایا ہے۔" بچہ بولا۔

کالے خاں ایک دم اچھلا۔ سب سے پہلے اس نے اپنی ممانی کو کاٹا۔ وہ مسلسل بھونکتا رہا اور اچھل اچھل کر ان پر حملے کرتا رہا۔ بھورے ماموں پلے کی طرح چلاتے ہوئے پہلے ہی بھاگ گئے تھے۔ کالے خاں نے بھونکتے ہوئے اپنی ساس کو کاٹا پھر سسر کو کاٹا (بعد میں ان سب کے پیٹ میں کنگ سائز سترہ متر

Urdu Books, English Books and Old pdf books download

http://www.Mypdfsite.com

انجکشن گھونپے گئے) جب سسر وہ بندوق لینے دوڑا جس سے وہ پاگل کتوں کو مار دیتا تھا تو کالے خاں گلی میں دوڑ گیا۔ جب اسے پکڑا گیا تو وہ ایک کھمبے کے پاس کھڑا ہوا تھا اور بالکل سیدھا نہیں کھڑا تھا۔

آج کوئی کالے خاں سے ضرورتِ رشتہ کی بات کرے تو اسے پیٹ میں سترہ انجکشن لگوانا ہی پڑتے ہیں۔

○☆○

Urdu Books, English Books and Old pdf books download